کارنامۂ مور

یا

مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت اسپین

تاریخ [illegible]

مترجمہ

جناب منشی محمد حامد علی صاحب صدیقی سہارنپوری

بفرمایش

منشی محمد فضل الدین تاجر کتب ... و مہتمم اخبار اشاعت

لاہور کشمیری بازار

۱۸۹۴ء

مطبع رحمانی پریس لاہور

بعالیجناب

آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی

کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جواد الدولہ عارف جنگ

دام اللہ ظلہ

سیدنا

مین نہایت عجز و ادب سے ترجمہ **کارنامہ مور** جو اس قوم کے اولوالعزم کارنامون کا ایک عنصر ہے جسکی مرحوم شان و شوکت پر حضور کی نوحہ خوانی نے ایک عالم کو ہلا دیا ہے اور جسکی اصلاح حال کیلیے حضور نے اپنی عزیز الوجود زندگی کو وقف کر دیا ہے۔ بنام نامی حضور والا

بغرض اظہار شکر و سپاس

اُس صمیم قومی ہمدردی فیاضانہ سلوک کے جو حضور نے تشنہ علوم مسلمانان ہند کے ساتھ ایک علمی کوثر کی شکل مین ظاہر فرمائی ہے

باُمید قبولیت معنون کرتا ہون

(خاکسار مترجم)

ایک خاص وجہ اس کتاب کو حضور مخدوم و مطاع عالم ساقی کوثر علوم کے اسم نامی سے معنون کرنے کی یہی ہوئی کہ مترجم نے پایا [illegible] طالب علمی - بورڈنگ ہوس کالج علیگڈھ [illegible]

دیباچہ

از طرف مصنف

اسپین کی تاریخ دو متضاد حالتون کا دردانگیز نقشہ پیش نظر کرتی ہے - بارہ سو برس کا
عرصہ گذرا کہ طارق ایک مور (مسلمان) نے اسلام کے ممالک مفتوحہ کی بڑی فہرست مین
اسپین جو قوم وزیگاتھ کے قبضہ مین تھا شامل کیا - تقریباً آٹھ سو برس تک اسپین اپنے
فرمانروایان اسلام کے زیر حکومت براعظم یورپ کے تمام ممالک مین ایک نہایت مہذب
اور شائستہ ملک کی روشن مثال بنا رہا - اُس کے زرخیز صوبے جنکو فاتحون کے کسب کمال و
انجنیئری ہنرمندی نے دوچند زرخیز کردیا تھا سو گنے زیادہ خوشحال ہوگئے - **وادی الکبیر** اور
وادی یانہ جن کے صرف نام ہی اپنے گذشتہ زمانہ کی مٹی ہوئی شوکت یاد دلا رہے ہین اُنکے
سرسبز اور شاداب وادیون مین بے شمار شہر دفعتاً آباد ہوگئے - علوم اور فنون اور لٹریچر
جن پر یورپ بھر مین تاریکی چھائی ہوئی تھی یہان خوب چمک رہے تھے - فرانس اور
جرمن - انگلنڈ سے متعلم جوق جوق آتے تھے - تاکہ سرچشمہ علوم سے جو اُس وقت اسلامی
شہرون کے سوائے اور کسی جگہ نتھا سیراب ہون - اوندلس کے جراح اور طبیب علوم مین
یکتائے زمانہ تھے - عورتون کو سنجیدہ علوم کے حاصل کرنیکی توجہ دلائی جاتی تھی - بلکہ شہر قرطبہ
مین تو عورتین مطب بھی کرتی تھین - تواریخ - ریاضی - ہیئت - علم نباتات - فلسفہ - فقہ - صرف
اسپین اور اسپین ہی مین پوری طرح حاصل ہو سکتے تھے - کھیتون کے عملی کاروبار - آبپاشی
کے علمی قاعدے - جہاز و قلعہ بنانے کے ہنر - معماری - کوزہ گری - نجاری - آہنگری کے
نہایت دشوار فنون اور اُن کے اعلیٰ نتایج کی تکمیل ان ہی مسلمانون کے ہاتھ سے ہوئی -

رزم و بزم دونوں میں عرصہ دراز تک اُن کا علم یکتائی بلند رہا - اُن کی بحری طاقت بحیرۂ روم
کی حکومت کے لیے فاطمیوں سے لڑی - ان کی بری طاقت عیسائی حدود کیجانب
آتش تپش یکنف ہو کر بڑھی - خود اسپین کا نیشنل ہیرو (قومی نامور بہادر) سِڈ[1] یا السید
عرصہ دراز تک مسلمانوں کی طرف ہو کر لڑتا رہا - اور نتیجۂ تعلیم کے خاصا مسلمان تھا - غرضکہ
جس چیز سے سلطنت عظیم الشان اور اقبال مند ہو سکتی ہے - جو کچھ تہذیب و شائستگی میں
افزایش کر سکتا ہے اسلامی اسپین میں موجود تھا - سنہ ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کی آخری روک
ملکہ آزابلا[2] اور شاہ فرڈیننڈ[3] کے پُرجوش جہاد کا مقابلہ نہ کر سکی - اور غرناطہ کے ساتھ
ہی تمام اسپین کی عظمت خاک میں مل گئی - مگر اسپین میں ابھی تک نہیں کہ کچھ عرصہ تک
اسلامی شوکت کا پرتو اسلام کی تاریخ پر ایک ستارہ روشنی ڈالتا رہا جسکو آفتاب اسلام کی
تابندہ شعاعوں نے کبھی حرارت اور روشنی پہنچائی تھی - ملکہ ازابلا چارلس[4] پنجم
فلپ[5] دوم - کولمبس - کورٹیز - پزیرو کے دراز اور مسلسل ناموں نے اس طاقتور سلطنت
کے ختم ہو جانے کے قریب پہونچے ہوئے ملکوں کے گرد ایک آخری حلقہ باندھ دیا - اسکے
بعد نفرت انگیز بربادی بدعقیدہ اور تاریک دل مذہب لوگوں سے مواخذہ - اور جہالت کا
دور دورہ آیا جسمیں اسپین آج تک مبتلا چلا آتا ہے - جن حصوں میں علوم کبھی اوج پر تھے آج انہیں اسپین

---

[1] سِڈ جو "السید" یا "سیدی" کا بگڑا ہوا ہے - اسپین کی گیارہویں صدی کا
نیشنل ہیرو تھا - اس کا اصلی نام راڈرک ڈیاز آ ڈیوار تھا - مؤرخ صاحب نے گیارہویں
باب میں اس کی مختصر سوانح عمری قلمبند کی ہے - ملاحظہ کیجیے - زیادہ تفصیل کے لیے دیکھو
"دی سپینش بیلیڈز یا لوکھرٹ اینڈ کرانیکل آف دی سڈ" مؤلفہ و مترجمہ رابرٹ
ستھوری مطبوعہ لندن - ۱۲

[2] آزابلا اور [3] فرڈیننڈ دونوں اسپین کے ہمعصر و ہمدم فرمانروا گذرے ہیں - ان کا
زمانہ زیادہ تر اس واسطے مشہور ہے کہ کولمبس نے ان کی سرپرستی سے امریکہ دریافت
کیا اور اسپین میں مسیحی طاقت کو عروج شروع ہوا - ۱۲

[4] تا [5] خاندان بوربون جو عربی حکومت کے استیصال کے بعد تخت غرناطہ پر
متمکن ہوا بنائے ہیں - ۱۲

کے علمی جہالت اور نالائقی کے لیئے مشہور زمانہ ہوئے۔ نیوٹن[1] اور ہاروے[2] کے معلومات پر مُضر مذہب ہونے کے الزام لگائے گئے۔ جس جگہ کبھی شش پبلک کُتب خانے تشنگانِ علم کو سیراب کرتے تھے۔ جس قرطبہ میں کبھی پانچ لاکھ کتابوں کا ذخیرہ رفاہ عام کے لیئے فراہم تھا وہاں علم کی طرف سے آخر کو اس درجہ عدم توجہی ہوئی کہ اٹھارہوین صدی تک نئی دارالسلطنت میڈرڈ میں بھی کوئی کتب خانہ نہ تہا۔ بلکہ حال ہی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ مسلمانانِ اسپین کا سب سے پہلا مؤرخ ہر چند کہ اسپین کا رہنے والا تھا مگر اُسکو اسکوریل کا قلمی ذخیرہ دکھلانے سے تعصبًا انکار کر دیا گیا۔ سوائل کے سولہ ہزار اوزار گھٹتے گھٹتے اپنی قدیمی تعداد کا پانچوان حصہ رہ گئے۔ ٹولیڈو اور المیریا کے کسب و ہنر سب نیست و نابود ہوگئے۔ حمام۔ حالانکہ بڑی آراستہ اور کارآمد پبلک عمارات تہین۔ مگر وہ بھی اس بنا پر بالکل مسمار کر دیئے گئے کہ صفائی (ان فائیڈل) مشرکین کی عظمت پر ایک نشیب وعلامت ہے۔ جن صوبون میں عربی طریق کی ہنرمندانہ آبپاشی بند ہوگئی تھی وہ سب سمار و برباد ہوگئی۔ بڑے بڑے زرخیز و زر ریز وادیئے ویران اور پژمردہ ہوگئے۔ بہت سے شہر جن سے صوبۂ **اوندلس** کا ہر ضلع معمور تھا متنزل ہوکر تباہ ہوگئے۔ سگتون۔ جوگیون اور لٹیرون نے متعلمون۔ سوداگرون اور مجاہدون کی جگہ لی۔ یہی وہ متبدل حالت ہے جس میں اسپین مسلمانون کو نکال کر گرفتار رہا۔ یہی وہ دو متضاد حالتون کا دل دُکھانیوالا نقشہ ہے جو تاریخ اسپین ہمارے پیش نظر کرتی ہے۔

مگر حسن اتفاق سے ان متضاد زمانون میں سے ہمین صرف پہلے زمانہ سے کام ہے جسمین اسپین فاتحان اسلام کے زیر حکومت اوج پر تھا نہ کہ اُس زمانہ سے جسمین وہ بد بریونکی بدولت ذلیل حضیض میں پڑا۔ ہماری کوشش تمام و کمال اس امر پہ مبنی رہی ہے کہ مسلمانون کی آٹھ متواتر صدیون کی حکومت میں جو بڑے مشہور اور قابل توجہ واقعات ہوئے۔ اُنکو بجذبہ بلا کسی مذہبی یا قومی تعصب کے ہدیۂ ناظرین کرین اور جس طرح ہمنے اُن نامور اشخاص اور مشہور

---

[1] نیوٹن۔ محقق لا آف گریویٹی یعنے کشش ثقل۔ ۱۲

[2] ہاروے۔ جس نے بدن میں دوران خون دریافت کیا (یورپین زمانہ موجودہ کے خیال کے بموجب) ایک مشہور فزیالوجسٹ تھا۔ ۱۲

افسانون کو قلم انداز نہین کیا جو خود ناظرین کی توجہ اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ اسطرح ہمنے
اُس کشمکش کا صاف نقشہ کھینچنے کی بھی کوشش کی ہے جو قومون اور مذہبون مین تھا۔
اور جو وسط زمانہ کے اسپین مین علمی تحریک پیدا کرنے کا لب لباب ہے۔

جو حضرات مضمون ہذا کو اُس تفصیل سے زیادہ دیکھنے کے خواہشمند ہون جسکی اس کتاب کے
مضمون مین گنجایش تھی اُن کو حسب ذیل تصانیف دیکھنی چاہئین جن کے ہم خود مشکور ہین
سب سے زیادہ مشہور اور مستند مرحوم پروفیسر ڈوزی کی "اسلامی سلطنت اسپین"
چار جلدین مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۱ء۔ نیز اسی مصنف کی کتاب "ریکرکیہ سر ال ہسٹائر ایٹ لا
لٹریچر ڈی ال اسپین پینڈنٹ لیوئن ایج" دو جلدین مطبوعہ پیرس اور لیڈن ۱۸۸۱ء
بار دوم۔ یہ دونون کتابین نہایت قیمتی حالات سے لبریز ہین۔ اور اگرچہ یہ حالات جس
پیرایہ مین بیان کیئے گئے ہین وہ کسی قدر مسلسل اور مکمل نہین مگر اسمین کچھ شک نہین کہ تاریخ
اور ادب دونون کے لحاظ سے پسندیدہ ہین۔ پروفیسر ڈوزی جس طرح خود ایک مشہور مورخ
نیز مفسر حالات مشرقی تھا اسی طرح اُس کی تصانیف بھی بڑی مدلل اور متبحر عالم کی تصانیف
ہین۔ المقاری کی تاریخ "اسپین مین مسلمانون کے حکمران خاندان" کا ترجمہ (دو جلدین مطبوعہ
لنڈن ۱۸۴۳ء) جو ڈون پاسکل ڈی گیانگوز نے کیا ہے بڑی کارآمد کتاب ہے۔ اگرچہ اسپر
پروفیسر ڈوزی اور اورون نے بعض خفیف غلطیون کی وجہ سے پوچ اور فضول اعتراض
کیئے ہین مگر تاہم اُن طالب علمون سے کم شکریہ کے مستحق نہین کہ جو "گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است"
کے مصداق ہین۔ عربی زبان کی کتاب کا ترجمہ فرنگی زبان مین بیشک نامکمل ہوتا ہے مگر
ایسے طالب علمون کے لیئے اُس کا مطالعہ خالی از مسرت نہوگا۔ ڈون پاسکل کی یادداشتین
قیمتی واقعات کا ایسا ذخیرہ ہے جو اور کہین نہین مل سکتا۔ علاوہ ان دو معتبر وسایل کے
اور بھی بہت سے عربی مورخ ہین جن کی تصانیف سے کتاب ہذا کی تالیف مین مدد لیگئی ہے
مگر چونکہ اُن کے ترجمے انگریزی مین بہت کم ہوئے ہین اس لیئے عام طلاب کو اُن کی طرف
مشکل سے توجہ دلائی جا سکتی ہے۔ "مسلمان عربون کا عہد حکومت" (مصنفہ گستہ بیل مطبوعہ اسٹ
گارٹ ۱۸۹۱ء) بھی اگرچہ ایک مختصر کتاب ہے مگر عام پسند اور بکثرت مروج ہے۔ اسپین عربی
تہذیب کا پورا فوٹو اور نیز اسپین کی شایستگی کے تھوڑے سے حالات مل سکتے ہین۔ اسپین مین
مسلمانون کے آخری دور عروج کے حالات دیکھنے کے لیئے واشنگٹن ارونگ کی [illegible]
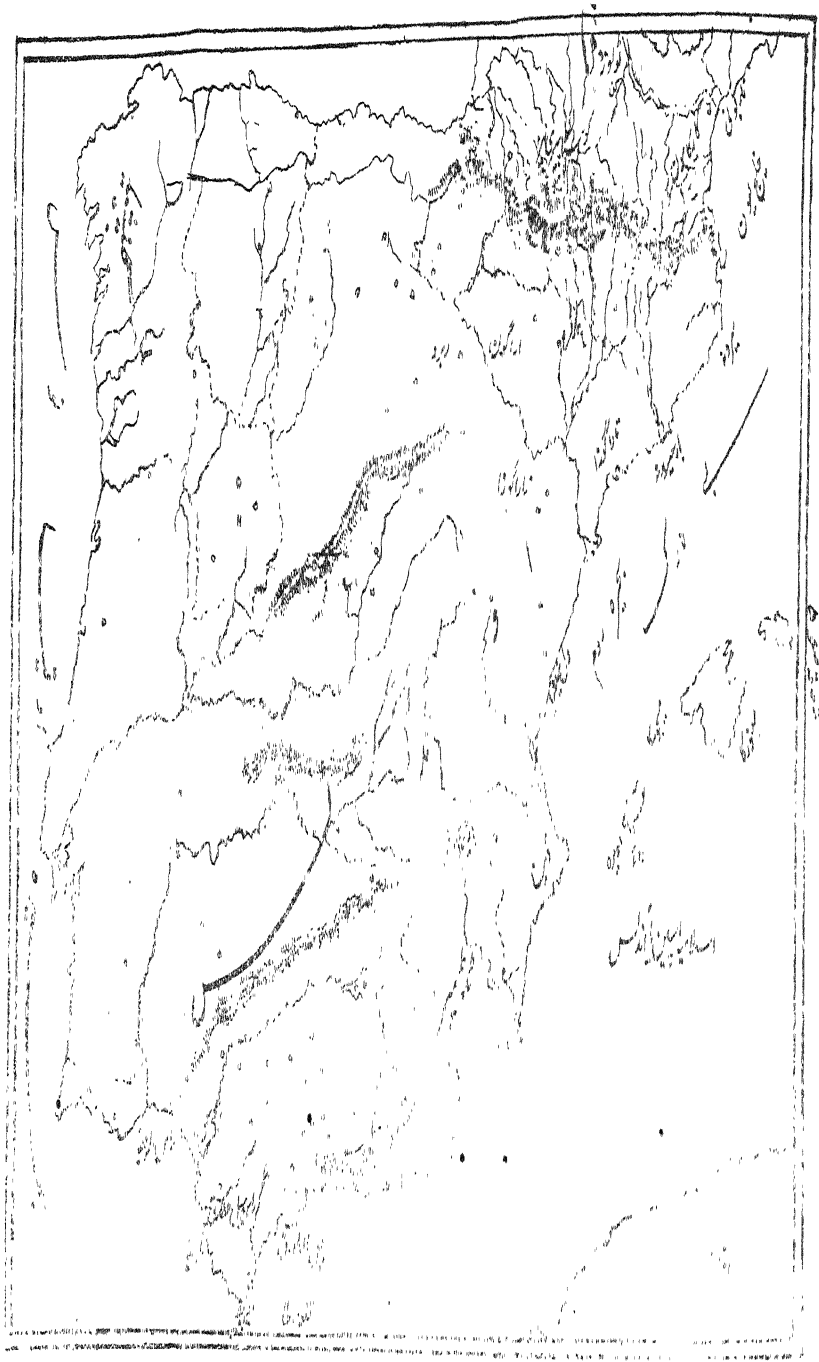
کتاب "فتح غرناطہ" اور سر ڈبلیو اسٹرلنگ میکسول کی دلکش کتاب "ڈون جون آف آسٹریا" جسکا اکثر حصہ کتاب ہذا میں ہے اور قابل مطالعہ کتابیں ہیں - حکومت اسلامیہ اندلس کے متعلق تمام تاریخ جو گیانگوز اور ڈوزی سے پہلے لکھی جا چکی ہیں بوجہ ادق ہونے کے متروک ہوئی چاہیئیں - کیونکہ اُن کے مضامین بیشتر کانڈی کی "تاریخ اسپین میں عربی حکومت" پر مبنی ہیں - اور یہ کتاب بلحاظ ادب کے تو قابل قدر ہے - مگر تاریخی لحاظ اور نیز اِس وجہ سے چنداں قابل وقعت نہیں کہ بعد کو تصانیف میں جسقدر غلطیاں واقع ہوئیں اُن کا منبع بھی یہی ہے - میں نے سُنا ہے کہ مِس ینگ کی "تاریخ اسپین میں مسلمان اور مسیحی" جو کہ زمانہ انگلستان میں بکثرت مروج ہے - میں نہیں کہہ سکتا آیا اُسکی بنا بھی کانڈی کی تاریخ پر ہے یا نہیں - مگر اُسکے مضمون پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے مجکو نہایت تعجب کے ساتھ دریافت ہوا کہ کتاب مذکور بیشتر اُسی طرح پر لکھی گئی ہے جو کہ میں نے اپنے لیئے اختیار کیا ہے - میں اسکا مطالعہ بلاخوف الفاقیہ تنقیح کے نہ کر سکا -

تصانیف ڈوزی اور گیانگوز کی امداد اور آرتھر گلمین کی مشترک محنت کا تو میں بہرحال مشکور ہوں ہی - مگر میں اپنے معزز دوست ایچ - ای - واٹس کی مدد بالخصوص اُس مدد کا جو اُنھوں نے اپنی اسپینی زبان کی املا دانی سے دی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں -

اختتام پر میں اسقدر ظاہر کرنا اور ضروری سمجھتا ہوں کہ جو لوگ اسلامی تہذیب کے موجودہ نمونوں سے نتیجہ نکالیں کہ مسلمان ہمیشہ انسانیت و شائستگی کی طرف طبعاً مائل رہتے ہیں وہ اپنے مطالعہ کو صرف اس کتاب تک محدود نہ کریں - بلکہ اسی سلسلہ میں میری دوسری کتاب "سٹوری آف دی ترکس" (ترکوں کے حالات) کو بھی ملاحظہ کریں - تاکہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں میں جہالت کسقدر ہے - قسطنطنیہ کی فتح سے چالیس برس کے عرصہ میں سلطنت غرناطہ کو زوال آیا - مگر مسلمانوں کا جو نقصان یورپ میں ہوا اُسکی تلافی ایشیا میں نہ ہو سکی - ترکوں کو یہ بات کبھی نصیب نہ ہوئی کہ ایشیا میں بھی قرطبہ کی بنیاد ڈالیں ؂

پہلا مسیحی بادشاہ بھی تخت نشین ہو چکا۔ قیصر کی وسیع اور بسیط مملکت پر وحشی قوموں
نے حملے کرنا بھی شروع کر دیئے۔ مگر اہل عرب اسی طرح بے فکر و آزاد زندگی کے مزے لیتے رہے
اُن کے سرحدی شہروں نے قیصران روما سے اگر اظہار اطاعت کی ہو تو کی ہو۔ یا روما کی
فوجوں نے اگر اُن کے ویران کوہستانی میدانوں پر متواتر حملے کیئے ہوں تو کیئے ہوں مگر ایسا
خفیف اثر اور ایسی قایم نہ رہنے والی جنبش اہل عرب کو کسی طرح پریشان نہ کر سکتی تھی۔ اس میں
شک نہیں کہ اُن کے چاروں طرف سے وہ حکمران خاندان گھیرے ہوئے تھے جن کا دنیا کی
تاریخ سے تعلق ہے۔ مگر ان کے رنگ اطوار۔ اُن کی دلیرانہ شجاعت نے قدیمی تہذیب و تمدن
کو ہمیشہ باز رکھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدامت سے لیکر ساتویں صدی مسیح تک اس دنیا
سے علیحدگی کی حالت میں بسر کی۔ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ اور [illegible]
کبھی کبھی حملہ و ملک گیری [illegible] نہیں پہنچا۔ آخر وحشی اہل عرب [illegible]
اُس عزلت نشینی کو چھوڑ کر دنیا کی سٹیج پر نکل آئے۔ اور نہایت مستعدی سے اس سٹیج کو اپنا مسخر
کر دیا۔ اُن کی زندگی کا یہ نیا ورق ایک تنہا شخص نے الٹ دیا۔ یعنی حضرت محمد
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول عربی نے ساتویں صدی مسیح کے شروع
میں دین اسلام کا وعظ شروع کیا۔ چونکہ اس دین کے اصول ایسی قوم کے گوش زد ہوئے جن میں
متحرک اور متاثر ہونے کی پوری استعداد تھی۔ لہذا باعث انقلاب ہوئے۔ جو تعلیم
اُن کو دی گئی تھی وہ نہایت سیدھی سادی تھی۔ حضرت رسول عربی نے وہی عبرانی مذہب
اختیار کر کے جسکے پیرو اُس وقت عرب میں بکثرت موجود تھے جسے حضرت ابراہیم نے شروع
کر دیا۔ اور اسی طرح بت پرستوں کی قوم کے لیئے ایک نئی ہدایت کی پیرایہ میں وحدانیت کا
وعظ شروع کر دیا جو نہ رکنے والی تحریک اس سیاست اور جوش نہ رکھنے والے مذہب نے عرب
میں پیدا کی اگرچہ اسکو پوری طرح سمجھنا فی الحال ہمارے لیئے خالی از دقت نہ ہوگی۔ مگر اس میں کچھ
شک نہیں کہ ایسے مذہبی انقلاب پیش ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ کہ [illegible] والی تحریک
ہمیشہ ایک پوشیدہ اور مضبوط قوت جاذبہ ہوتی ہے۔ رسول عربی صاحب اسلام
یہاں تک راست باز تھے کہ جو مذہب اُن کے نزدیک حق تھا۔ نہایت گرمجوشی اور
ایمانداری سے انھوں نے اسی کی اشاعت کی اور اسی کی تعلیم دی۔ علاوہ ازیں خود
مذہب کی علویت۔ بانی مذہب اور اُن کے پیرووں کی سرگرمی اُس تسخیر القلوب

جوش پیدا کرنے کے لئے کافی تھی مسلمہ عام زبان میں جوش مذہبی کہتے ہیں حضرت محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیشتر اہل عرب مخالف قبیلوں اور فرقوں کا ایک مجموعہ تھا جو پیشہ تھے مہمان نوازی اور شجاعت اُن کی وحشیانہ صفات میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے اور لوٹ مار کے پیچھے پڑے رہتے تھے رسول عربی نے مبعوث ہوتے ہی اُن کو قوم اسلام کی شکل میں بدل دیا۔ قرآن نے اُنکو شہادت کی امنگوں سے لبریز کیا۔ اور اُنکی لوٹ کی حرص میں نوع انسان کو امر حق کی تعلیم دینے کا بالاتر حوصلہ و ولولہ بڑھا دیا۔ اور وفات سے پیشتر پہلے تمام عرب پر قابض ہو گئے۔

وہ متحد قبایل جنہوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا۔ دفعتہً دور دور کے ملکوں میں پھیلکر حیرت زدہ قوموں کو مطیع کرنے لگے یہانتک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین یعنی خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسلامی فوجوں نے فارس مصر شمالی افریقہ (بربر) کو ہرقل کے میناروں تک کھونڈ ڈالا اور وسط ایشیا میں دریائے گنگ کے سواحل سے اوقیانوس تک موذنوں کے نعرہ اَللّٰہُ اَکبَر سے تمام دشت و جبل گونجنے لگے۔

مسلمانوں کی پروگرس (ترقی) ایشیائی کوچک میں شاہ یونان کی فوجوں نے بند کردی۔ اور بالآخر اس صوبہ کی فتح کی آرزو پندرھویں صدی سے پیشتر پوری نہو سکی جبکہ عثمانیہ ترکوں کی تلوار نے قسطنطنیہ کے مغرور سر کو جھکایا۔ اسیطرح بحیرہ روم کے مقابل ساحل پر بھی شاہ یونان ہی کے ایک بہادر اور کار روان فسر نے کچھ عرصے تک مسلمانوں کو روک رکھا مگر اسلامی لشکر شمالی افریقہ میں ممالک بربر عبور کرنے کے لیئے آگے بڑھا اور مسلسل لڑائیوں کے بعد تمام ریاستوں کو عارضی طور سے فتح کر لیا۔ صرف ایک قلعہ سوطا مقابلہ پر اڑا رہا۔ اور سواحل بحیرہ روم کی طرح شاہ یونان ہی کے زیر حکومت رہا مگر یہ قلعہ دارالخلافت قسطنطنیہ سے اسقدر دور دراز فاصلے پر تھا کہ اُس کی حفاظت کا بوجھہ شاہ اسپین پر ڈالدیا گیا۔ گو یہ نام شاہ یونان کے مضافات میں خیال کیا جاتا تھا۔ مگر مدد معاونت ہمیشہ شاہ ٹولیڈ (طلیطلہ) سے کرتا تھا لیس یہ بات کسی طرح سمجھہ میں نہیں آسکتی کہ جسقدر امداد شاہ اسپین قلعہ سوطا کے گورنر کو بھیج سکتا وہ مسلمانوں کے حملے کی اُمڈتی ہوئی موج کے مقابلہ پر ضرور ہی کافی ہوتی مگر وہان تو اتفاق ہی کچھہ اور ہوا یعنے جس زمانے کا یہ ذکر ہے اُسوقت جولین گورنر

سوطا اور راڈرک شاہ سپین کے درمیان کچھ چشمک تھی۔ چنانچہ اس چشمک ہی نے مسلمانون کے لیے دروازہ کھول دیا۔

اسوقت شاہ سپین قوم وزی گاتھ کے قبضے مین تھا۔ قوم وزی گاتھ اُن مشہور وحشی قومون مین سے تھی جنہون نے روما کی متنزل سلطنت کے صوبون کو تاراج کر ڈالا تھا گاتھ ایک ایشیائی قوم تھی جس کی کئی شاخین تھین۔ جن مین سے اسٹرو گاتھ (مشرقی گاتھ) تو اٹالیہ پر مسلط ہو گئی تھی۔ اور وزی گاتھ (مغربی گاتھ) قوم سیوئی یا سوئے بین اور بربر جنسی کی اور وحشی قومون کو برطرف کر کے یا فتح کر کے پانچوین صدی مسیح مین سلطنت روما کے صوبہ آئی بیریا (سپین) پر قابض ہو گئی تھی جو زمانہ دراز تک رولیان اور ذلیل پست ہمتیان سلطنت روما کو دنیا کے اور حصون مین نذر خاک کر چکی تھین۔ وزی گاتھ نے یہان آ کر بھی موجود پائین۔ دنیا کی اور بہادر اور نامور قومون کی طرح جب اہل روما اپنی تیغ بیدریغ کو بے جود خلائق بنا کر اپنا مقصد پورا کر چکے تو اپنی گذشتہ محنتون کا تکان رفع کرنے کے لیے سہولتیان ان کے ساتھ بدل ناتحلل مین مشغول اور جہان تک دولت و دلجمعی اجازت دیسکتی تھی عیش و عشرت مین مستغرق ہو گئے۔ اہل روما اب وہ بہادر اور سیدھے سادے زندگی بسر کرنے والے اہل روما نہ رہے تھے کہ قیصر یا سی پیو کے ذرا سی اشارے پر ہل اور کھیت چھوڑ چھوڑ کر تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھدین اور اپنا پیارا ملک بچانے یا دوسرا ملک فتح کرنے پر کمر باندھ لین۔ خاص سپین مین اسوقت یہ حالت تھی کہ فرقہ امرا تو بجز عیش پروری اور تن آسانی کے دوسرا کام جانتا ہی نہ تھا گویا اُن کا تو منشا پیدائش ہی اکل و شرب اور لہو و لعب مدام تک محدود تھا۔ اب رہے عوام الناس سو اُن مین یا تو غلام تھے یا مثل غلامون کے تھے یعنی وہ موروثی کاشتکار جو نہ تو خود زمینون سے بے دخل ہو سکتے تھے اور نہ زمین ہی اُن سے چھڑائی جا سکتی تھین بلکہ حسب ضرورت زمینون کے ساتھ ہی وہ دوسرے مالک کے پاس منتقل ہو جاتے تھے۔ دولتمندون اور غلامون کے درمیان ایک متوسط قوم بھی تھی جنکو کریئے اہل شہر یا روسا کہتے تھے۔ ان بیچارون کی سب سے زیادہ کمبختی تھی۔ کیونکہ مہمات سلطنت کا دار و مدار انھین پر تھا۔ ٹکس یہ ادا کرتے تھے قومی ضروریات یہ بجا لاتے تھے۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ دولتمندون کی بیجا آرایش و تکلفات کی فضول خرچیان بھی یہی پوری کرتے تھے پس جب قوم کی اخلاقی حالت اور تمدن

یہان تک خراب ہو اسمین وہ اسباب ولوازم کہان جو ایک اولوالعزم اور مہذب حملہ آور قوم کی تاب مقابلہ لاسکتے - وہ لمحہ خواب عشرت مین ایسے جنیود نہ تھے کہ غنیم کی آمد آمد کی تیرین انھین آسانی سے جگا دیتین - اُن کی تلوارین مدت سے نکمی رکھی رکھی کند تک خوردہ ہوگئین تھین اور خود اُن پر قضا کی نیندین اُمنڈ رہی تھین - رہے غلام سو انکو ایک آقا سے دوسرے آقا کے پاس جانے مین کوئی مسرت نہ تھی کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس انقلاب سے موجودہ حالت شاید ہی بدتر ہو - برگر یا روسا خدیات ملکی انجام دیتے دیتے جان بلب ہوگئے تھے کیونکہ ان مظلومون کو صرف تو زیادہ کرنا پڑتا تھا اور نفع کچھ بھی نہ تھا -

ایسی شکستہ جماعتون سے جن کا ذکر ہمنے اوپر کیا - ایک جری اور شایستہ فوج تیار کرنا بالکل ناممکن تھا - پس قوم گاتھ بلا تکلف اسپین مین داخل ہوگئی - تمام شہرون اور قلعون نے خوشی سے دروازہ کھول دیئے اور اسپین مین رومن کی ٹمٹاتی ہوئی سوسائٹی اور گورنمنٹ نے اُن کے سامنے آسانی سے سر جھکا دیا حقیقت یہ ہے کہ (الفر - وانڈال - ... وغیرہ) وحشی قومون کے حملے مدتون سے قوم گاتھ کے گویا پیش خیمے تھے جنہون نے اُن کے لیئے پہلے ہی اسقدر راستہ کھول دیا تھا کہ وہ بلا تکلف مونہہ اُٹھائے چلے آئین - ادھر سپین کے رومن تہذیب یافتہ باشندے خوب جان چکے تھے کہ وحشی قومون کے حملے کیا کیا آفت بن سر پر لاتے ہین - اُن کے شہر جلے - اُن کے اہل وعیال غلام بن کر بکے - اُن کے جنگجو سردار مردانہ مقابلے سے پیش آئے وہ وحشیون خاک بطوفان نوح ہونے کی وجہ سے قتل ہوئے - یہ تمام واقعات اُن کے چشم دید تھے - وہ یہ بھی خوب دیکھ چکے تھے کہ وحشیانہ جور وستم کا ملک پر کیا اثر ہوتا ہے - وبا - قحط - ویرانی خانمان بربادی - فاقہ مستی شریف گردی - بدعلی یہ سب سبق وہ پہلے ہی سے پڑھ چکے تھے - چنانچہ اسیواسطے انھون آسانی سے سر جھکا دیئے اور جلد ہمجوش بن گئے -

آٹھوین صدی کے آغاز مین جسوقت اسلامی سیلاب بحر ظلمات کے ساحل افریقیہ کو طے کر کے راس ہرقل کے بیچ مین اندلس کے زرریز میدانون کی طرف بڑھنے کیلئے سمٹا تو اسوقت گاتھ کی عمر اسپین مین دو سو برس سے زیادہ کی ہوچکی تھی - یہ عرصہ ملک کی روحانیات کی اصلاح کرنے اور اہل ملک کو اُس تازہ جوش جوانی سے مالا مال کرنے کے لیئے کافی تھا

جو ایک پرانی تہذیب یافتہ قوم کو ناشائستہ گروہ اور قوم کے اختلاط سے حاصل ہوتا ہے
لیکن اسپین کو ترقی دینا گاتھ کے لیے ضروری یا کم از کم مناسب کیوں تھا اس لیے کہ گاتھ
تن سے بہادر - قوی الجثہ - عیش پسند زندگی کی خرابیوں سے آزاد بھی نہ تھے بلکہ مسیحی بھی تھے
اور اپنے طریقے میں پکے مسیحی تھے - جب وہ اسپین میں آئے تو اہل اسپین برائے نام
مذہب مسیحی رکھتے تھے - کیونکہ شاہ قسطنطین نے اگرچہ مذہب مسیحی کو بادشاہ وقت کا مذہب
مان کر بہت کچھ پھیلایا تھا تاہم مغربی صوبوں میں بہت کم تھا اور جو تھا وہ نہایت متزلزل
حالت میں تھا - اب گاتھ جیسی جاہل مگر پابند مذہب قوم کے آنے سے اسپین میں توہمات
بت پرستی کی گرم بازاری ہو چلی تھی - اس نئے مذہب میں خالص تر عقیدہ مذہبی پیدا
ہونے کا گمان غالب تھا اور کیتھولک پریسٹ بھی آئندہ سچ قائم کرنے کی خواہش ظاہر کیا
کرتے تھے مگر افسوس کہ نتیجہ ہوا - وہ اس امید بر آری کی کسی طرح تصدیق نہیں کرتا - اگرچہ
گاتھ نے کبھی خلاف ورزی مذہب تو نہیں کی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ انھوں نے نادین
کاموں کو ہمیشہ اپنی معصیت کاریوں کا کفارہ قابل تسلیم سمجھا - انھوں نے کبیرہ گناہ کیے اور
منفعل و معترف بالقصور ہوئے - توبہ کی - مگر بلا اثر ندامت گناہ پر گناہ کرتے رہے جس طرح
ان سے پہلے رومن سیہ کار اور بدکردار تھے ویسے ہی وہ ہو گئے - افسوس لقب مسیحی کے زینت
انھیں رہا یا تو درکنار خود اپنی اصلاح حال میں کوشش کرنے سے بھی باز رکھا - حلقہ بگوش
مزارعان کی پہلے سے بھی کہیں زیادہ واجب الرحم اور بدتر حالت تھی - وہ زمینوں اور زمینداروں سے
نہ صرف وابستہ ہی تھے بلکہ ان کی اجازت بدون شادی تک نہ کر سکتے تھے - اور اگر کہیں اور جگہ
ہم پیشوں میں بلا اجازت کر بھی لیتے تو انکو بال بچے متعلقہ زمینداروں میں تقسیم ہو جاتے تھے
اوسط درجے کے فرقے ہمیشہ بر گزار روساء بادستور ٹکس ادا کرتے تھے - اور اسی وجہ سے اکثر اوقات
خانہ ویران اور فاقہ مست ہو جاتے تھے - زمینیں اسی طرح متعدد اشخاص کے قبضے میں تھیں
بڑی جاگیریں اسی طرح بے شمار سقیم الحال غلاموں کے زیر کاشت تھیں - ان کمبختوں کی زندگی
اس قدر تلخ تھی کہ جیتے جی شکل اسیر کیا کیا نظر آتی صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی تھی - وہ
کلیسا جو پہلے ہاتھ اٹھا کر مسیحی اخوت کا وعظ کرتے تھے جب دولتمند اور جاگیردار
ہو گئے تو انھوں نے بھی وہی قدیم جابرانہ دستور العمل اختیار کر لیا اور اپنے بیکس غلاموں
اور حلقہ بگوش مزارعوں کے ساتھ رومن امراء سے بھی کہیں بڑھ کر بد سلوکیاں کرنے لگے

دولتمند بھی اُنہی شہوت پرستیوں اور بے حسیوں میں مستغرق ہو گئے جو روس سلطنت کا چراغ
گُل کر چکی تھین - غرض ان سپینیون کی بُرائیاں - بُت پرستون کے مذہبی شنائع اور بد
خبائث سے اگر بڑھ نگئی تھین تو اُن کے برابر تو بیشک تھین - مورخ اسپین کو جب
سلطنتون کے تحت استیصال حکومت ہی کا کوئی معقول سبب نہ ملا تو لکھتا ہے کہ شاہ ڈونزا
نے ملک کو گناہ سکھلائے تھے کیا خوب! حقیقت میں اہل اسپین یہ تعلیم پیشتر ہی پا چکے تھے
اور شاہ ڈونزا اپنے اسلاف سے کوئی بدتر نہ تھا - یہ کہیے کہ اہل گاتھ کے وقوعات نامبدہ نے
ان تمام خرابیوں کو پوری وسعت دی - وحشی قوموں کی بُرائیاں بسا اوقات متنزل مہذب
قوموں کی بُرائیوں سے قریب تر مشابہت رکھتی ہیں - چنانچہ اس نظیر میں انقلاب سلطنت سے
اہل ملک کے اخلاق کی کچھ بھی اصلاح نہ ہو سکی -

سپین کے تمدن اور ملکداری کی یہ حالت تھی - جب یہ سیلاب بڑھتا ہوا اور بڑھ کر گیا
پہلے اسکی حدود کی طرف بڑھا - تمام ملک بگڑی ہوئی شخصی سلطنت میں غلام تھا - بڑی بڑی
جاگیرین حلقہ بگوش مزارعان کے زیر کاشت تھین جن کی حالت نہایت متنزل اور بد سے بدتر
تھی - بہرگرییتے روسا ٹکسوں کی بھرمار سے بالکل خراب خستہ ہو گئے تھے - دولتمند
عیش میں مدہوش تھے - جبل الطارق سے اسطرف تو یہ حالت تھی - اور اُسطرف شیران اسلام
خیمہ زن تھے جنمیں تجربہ کار آزمودہ فوجی جتھا تھا - جن کے سینوں میں نئے مذہب کا جوش
بھرا ہوا تھا جنکو طفولیت ہی سے قواعد رزم سکھلائے جاتے تھے جن کی زندگی بالکل
سپاہیانہ اور انکو سپاہیانہ زیست تھی اور جن کے دل اسوقت مشرکین کے زرخیز صوبوں
کو تاخت و تاراج کرنے کے شوق سے لبریز تھے - پس ایسے فریقین کے درمیان
لڑائی کا جو فیصلہ ہو سکتا ہے اُسمین کسکو شک ہو سکتا - اور بالفرض اگر امکان شکست بھی
اُسکو باہمی دغا بازی نے جو اور بدرد کے حق میں تائید - [illegible] بالکل رفع کر دیا -
رازرق نے شاہ ڈونزا کو تخت سے برطرف کر کے خود عنان حکومت ہاتھ میں لے لی -
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے پرواز حکومت تو بہت اچھی طرح اُٹھایا - مگر آخر کار جاہ و
[illegible] کی حرص میں ڈوب گیا - اسکی شہوت پرستی عیش پسند طبیعت نے اُن بغاوتوں کے
اسباب میں بارود کا کام دیا جو اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی اور جسکو

۱؎ ملاحظہ کیجیے تاریخ ڈوزی جلد ۲ باب ۱۰

متعلقہ صفحہ ۱۲

طلیطلہ

شعلہ زن ہوکر سلطنت کو خاکستر کرنے مین ایک ذراسی چنگاری کی ضرورت تھی۔ اُس وقت سلطنت اسپین کی چھوٹی چھوٹی ریاستون مین یہ دستور تھا کہ ہر شہزادہ اپنے بچون کو خاص عرصے کے لئیے دربار مین اس غرض سے بھیجا کرتے تھے کہ شاہی آداب بزم۔ تہذیب و تربیت حاصل کرین۔ چنانچہ **کونٹ جولین** گورنر سیوٹا نے (شروع مین بیان کیا گیا ہے کہ سوٹا شاہ یونان سے برائے نام متعلق تھا۔ بلحاظ مدد و اعانت تقریباً شاہ سپین کا مطیع تھا) حسب دستور اپنی دختر فلورنڈا کو ٹولیڈو (طلیطلہ) بھیجا تاکہ ملکہ کی کنیزان مین تعلیم و تربیت پاوے۔ یہ لڑکی نہایت حسینہ اور جمیلہ تھی۔ شاہ رازرق کا فرض تھا کہ اس لڑکی کی عصمت کو اپنے بیٹیون کی طرح محفوظ رکھتا مگر افسوس! اُستے تمام فرایض منقضی نسیاً منسیا کرکے اُسکے دامن عصمت کو خود آلودہ کر دیا۔ یہ ایک بڑی بھاری بے عزتی تھی۔ کیونکہ جولین کی بی بی شاہ وٹزا کی حقیقی بیٹی تھی۔ گویا لڑکی کی بے عزتی سے تمام خاندان گاتھ کی بے عزتی ہوئی۔

لڑکی نے اس غم و غصے مین اپنے باپ کو خط لکھکر ایک معتبر غلام کو بلایا اور اُسکو ایک دستی خط دیکر کہا کہ اگر تجھے شہزادیون کے تلطف اور عنایت جیسے الطاف شاہی کی عزت حاصل کرنے کی آرزو ہے تو بلا خیال دن رات خشکی و تری ہوا ہو جا اور جتنا جلد ہو سکے یہ خط خاص کونٹ جولین کے ہاتھ مین جاوے۔"

کونٹ جولین کو شاہ راڈرک سے رشتہ اتحاد قائم رکھنے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی کیونکہ اوّل تو شاہ وٹزا سے اُسکی نہایت قریب رشتہ داری تھی (یعنی اُسکا خسر تھا) اور شاہ وٹزا وہ تھا جسکو رازرق نے تخت سے بطرف بلکہ غالب گمان ہے کہ قتل بھی کر دیا تھا پس ایسے غاصب اور قاتل سے موافقت رکھنے کی اُسے کیا ضرورت تھی۔ دوسرے اب اُسکی بیٹی کی بے عزتی کے ساتھ شاہی خاندان گاتھ کی بے عزتی ہوئی۔ جس نے اُسکی آہستہ آہستہ سلگتی ہوئی کینے کی آگ کو منتقمانہ **غیض و غضب** کے شعلون تک بھڑکا دیا۔ گو عربون کے حملون کو وہ اب تک پوری کامیابی سے روکتا رہا تھا۔ مگر اب اُسنے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی بیٹی کی عزت خراب کرنے والے کا ملک بچانے کی زیادہ کوشش نہ کرونگا۔ مسلمان اگر ملک لینا چاہین تو لین مین بھی اُنھین راستہ بتانے پر تیار ہون۔

بدلا لینے کے جوش مین بھر کر جولین نے فوراً دربار شاہی کی طرف کوچ کیا۔ اور وہان

پہونچکر اپنے اصلی دلی خیالات کو اس چالاکی سے چھپایا۔ کہ راڈرق سے جسکو اپنے جرم پر
نہایت انفعال اور پختہ یقین تہا۔ کہ فلورنڈا نے افشائے راز نہ کیا ہوگا۔ نہایت عزو اکرام
سے پیش آیا۔ اور محافظت ملک کے لیئے زیادہ تر اسی بات مین اُس سے مشورہ کیا۔ بلکہ جولین ہی
کی قریب آئی صلاح سے اُسنے اعلیٰ درجہ کی فوج (سوار اور پیادے) اُسی کے ماتحت
جنوبی اضلاع کی طرف بھیجدیئے تاکہ مشرکین عملاً اورون کے مقابلے کے لیئے تیار رہین
اس کے بعد جولین سے اپنی مظلوم دختر فلورنڈا کے سوطا کو واپس ہوا۔ اور شاہ راڈرک کو
نہایت خوش اور مہربان چہوڑا۔ چلتے ہوئے شاہ مذکور نے اُس سے چند خاص قسم کے
شکاری بازون کی اشد ضرورت ظاہر کی۔ اور اُن کے لیئے فرمائش کی۔ جولین نے جواب
مین کہا کہ مین آپ کے لیئے انشاء اللہ تعالیٰ ایسے باز بھیجونگا جو آپنے تمام عمر
بھی نہ دیکھے ہون گے۔ غرض اہل عرب کے آنے کو اس پوشیدہ پیرایہ مین جتلا کے
جولین نے سوطا کو عود کیا۔

جولین نے واپس ہوتے ہی اول موسیٰ بن ناصر گورنر شمالی افریقہ سے ملاقات کی
جس کے ساتھ اُس کی فوجین اس قدر مرتبہ تیغ و سپر ہو چکی تھین۔ اور اُس سے کہا کہ
آج میری اور تمہاری لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔ اب سے مین اور تم دو دلی دوست ہونگے
اور اثنائے گفتگو مین اُس نے اسپین کی زرخیزی اور خوبصورتی کے افسانون سے عربی جنرل
کے دل مین خوب شوق پیدا کیا۔ اُس کے صاف و شفاف چشمے۔ سرسبز و شاداب
چراگاہین۔ لذیذ انگور۔ خوشگوار زیتون۔ اُس کے عالی شان شہر اور شاہی محل۔
اور گاتھ کے بیش بہا خزانے۔ اور کہا کہ یہ ایسا ملک ہے جہان گویا شہد و دودھ کی نہرین
بہتی ہین۔ یہ سب ... فقط تمہارے جانے کی دیر ہے۔ گئے اور فتح ہوا۔ مین خود تمہین
راستہ بتلاؤنگا اور اپنے ہی جہاز دونگا۔ مگر عربی جنرل ایک مرد دانا اور دور اندیش
تھا اُس نے خیال کیا ممکن ہے کہ جولین کی اس تجویز مین جو ابھی خاصی دعوت ہے
کوئی دام فریب ہو۔ پس اُس نے خلیفہ دمشق کی خدمت مین ایک قاصد بھیجکر
استمزاج کیا۔ اور ساتھ ہی اطمینان کے لیئے پانسو آدمیون کی ایک چھوٹی سی جمعیت ابو زرعہ
طارق جولین کے چار جہازون پر اس لیئے روانہ کردی کہ سواحل اندلس پر لوٹ مار
کرکے چلے آوین۔ یہ واقعہ سنہ ۷۱۰ع کا ہے۔ اہل عرب نے اس وقت تک

بحر روم مین جہازرانی شروع نہ کی تھی اسواسطے موسیٰ سنے نہ پایا کہ اس مختصر جمعیت سے زیادہ آدمی سمندر کی بلا خیز موجون مین جھونک دیئے۔

طارف اپنی خدمت کو پوری طرح انجام دیکر کامیابی کے ساتھ جولائی مین واپس آیا۔ اسپین مین وہ اول اُس مقام پر اُترا تھا جو ابتک اُس کے نام سے طارفیفا مشہور ہے اُس نے الجیراس کو لوٹا اور کامتھ کی بے پناہ سلطنت کے جوف اما نہ کونٹ جولین کی زبانی سُنتے تھے اُن کی تصدیق کی۔ اور خوب جان لیا کہ حملہ آوران عرب کا صرف بیری نیگ۔ بیتی اور نمک حلالی پر دارومدار ہے مگر باوجود اس غیر متوقع کامیابی کے موسیٰ نے زیادہ جرأت نہ کی۔ اُدھر خلیفہ دمشق نے بھی تمام افواج اسلامیہ کو ایسے نامعلوم خطرہ مین ڈالنے سے تاکید منع کر بھیجا۔ اور صرف چند چھوٹے چھوٹے لوٹ مار کے حملے کرنے کی اجازت دیدی۔ لیکن آخر کار فتح کی امنگون نے عربی گورنر کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور دوبارہ قسمت آزمائی پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ سنہ ۱۱ء مین جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ شاہ راذرق اضلاع شمالی مین قوم باسکش کی آتش بغاوت فرو کر رہا ہے۔ تو وقت کو غنیمت جان کر اُسنے سات ہزار آدمیون کی ایک مختصر جمعیت جسمین اکثر موریعنی باشندگان بربر ہی تھے بسرداری طارق سواحل اندلس پر پہلے کی طرح حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کی۔ اس مہم مین بھی اُمید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ طارق اوّل اوس لائینز آک قلعۃ الاسد پر اُترا جو آج تک اُس کے نام سے جبل الطارق یا جبرالٹر مشہور ہے۔ اور یہان سے بعد فتح قرطیہ اندرونی حصۂ ملک کی طرف بڑہا۔ وہ زیادہ دور نہ گیا تھا جو اُسکو معلوم ہوا کہ کامتھ کا ایک ٹڈی دل شاہ راذرق کی ماتحت مقابلے کیلئے آرہا ہے۔ چنانچہ دونون فوجین ایک چھوٹے سے دریا کے کنارون پر مقابل ہوئین جسکو مسلمان وادی بیکا کہتے ہین اور یہ وادی لیست کے متصل بہتا ہے پھیلا ہوا اس طریفا لگر کے پاس ہوکر سٹریٹ مین گرجاتا ہے۔

اسپین مین جو فسانے زبان زد عوام الناس ہین۔ اُن مین یہ حالات نہایت عجیب و غریب پیرائے مین بیان کیئے گئے ہین۔ کہتے ہین کہ واقعہ مذکور الصدر سے کچھ عرصہ پیشتر ایک دن جب شاہ راذرق قدیم دار الخلافہ ٹولیڈو یا طلیطلہ مین تخت نشینی کر رہا تھا تو اچانک دو بوڑھے آدمی دربار مین داخل ہوئے۔ یہ دونون پرانی وضع کے سفید جُبّے پہنے ہوئے تھے۔ اُن کے لمبے لمبے خوشنما پٹکو نپر واقعۃ البروج کی تصویرین

منقش تھین جن مین سب شاہان گتھ کے پیچھے تک رہتے تھے شاہ رازرق کے سامنے
آکر بعد ادائے مراسم شاہانہ انھون نے اس طرح خطاب کیا "اے بادشاہ قدیم زمانہ مین
جب شاہ ہرقل نے لعمندر کے کنارہ پر وہ مینار نصب کئے جو آج تک اسی کے نام سے
مشہور چلے آتے ہین تو ان کے ساتھ ایک نہایت عالی شان اور مضبوط عمارت مثل گنبد
اس قدیم شہر کے حوالی مین بنوا کر اسمین ایک طلسم رکھا اور اسکو آہنی کواڑون اور پھاٹک
سے محفوظ کر کے اسمین فولادی قفل ڈال دئیے اور بنظر دور اندیشی و احتیاط یہ انتظام کیا
کہ ہر نیا بادشاہ جو سریر آرائے مملکت ہو اپنے نام کا ایک علیحدہ قفل دروازہ پر لگا دے اور
باین خیال کہ پیش از وقت افشائے راز نہ ہو یہ پیشین گوئی کی جو شخص خفیات آن گنبد کو
[illegible] یا کم از کم اسکو دریافت کرنے کی کوشش کرے گا وہ وقت نہایت آفات
مین مبتلا ہوگا۔ چنانچہ ہمنے اور ہمارے بزرگون نے ہرقل کے زمانے سے لیکر اسوقت تک
گنبد کی حفاظت کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔ اور کبھی کسی کو اسمین خلل نہین ہونے
دیا اگرچہ بعض بادشاہون نے اسرار گنبد کو دریافت کرنے کی کوشش بھی کی مگر ان کے
اس ارادہ کا انجام یا تو موت یا کوئی آفت ناگہانی ہوئی۔ غرض دروازہ سے آگے قدم رکھنا
آج تک کسی کو نصیب نہین ہوا۔ اے بادشاہ اسوقت ہم حضور مین اس لئے حاضر ہوئے
ہین کہ آپ بھی اپنے نام کا ایک علیحدہ قفل لگا دین۔"

یہ کہا اور سلام کرکے دونون رخصت ہوئے۔ ادہر شاہ رازرق جب اس حیرت انگیز قصہ
کو بغور سن چکا تو اس کے دل مین دریافت راز کا شوق پیدا ہوا اور یہان تک بڑھا کہ باوجود
انکے مشیرون اور بشپ (ایک مذہبی عہدہ) نے اسکو تنبیہ کیا اور کہا کہ آج تک گنبد کے
اندر کوئی زندہ شخص داخل نہین ہوا حتی کہ قیصر اعظم بھی اس قسم کی جرات نہ کر سکا کیونکہ تقاویم
کہنہ مین بھی لکھا ہے کہ گنبد کا بھید کوئی دریافت نہ کر سکے گا مگر ایک بادشاہ جو اپنے
سلسلہ مین اخیر ہوگا اور اسکو بھی یہ امر اسوقت میسر ہوگا جبکہ ستون سلطنت مرکز ثقل سے
ہل جائے گا۔ جب باہمی نفاق و بیوفائی اس کی بیخ و بنیاد کو کھوکھلی کر دین گے اور غضب الٰہی
نازل ہوگا مگر شاہ راڈرک ان تمام نصیحتون کے برخلاف ایک روز بہت سے سوار اور
پیادون کو جلو مین لیکر گنبد کی جانب روانہ ہوا۔

یہ گنبد کئی چٹانون کے بیچ مین ایک بلند قلہ کوہ پر واقع تھا۔ اسکی دیوارین سنگ مرمر

اور سنگ زبرجد سے بنائی گئی تھیں جن پر نہایت نازک اور دقیق نصیحتین کندہ تھیں اور
جو اسقدر صاف شفاف تھین کہ باوجود اسقدر پرانی ہونیکے آفتاب کی دست درازیون کی
تاب نہ لاسکتی تھین۔ گنبد کا دروازہ پورے پتھر سے تراش کر بنایا گیا تھا جس کے کواڑون پر
ہر قفل سے لیکر ڈیڑہ سیے زمانہ تک تمام شاہان سلف کے ہاتھ کے بھاری بھاری قفل پڑے
تھے۔ دروازہ کے دونو جانب وہ دونون بوڑھے کھڑے تھے جو دربار مین حاضر ہوئے
تھے۔ اُنھون نے ہرچند شاہ رازرق کو منع کیا اور سخت مصیبت کی پیشین گوئی کی لیکن
جب اُن کی کوئی نصیحت کارگر نہوئی تو ناچار وہ بھی کمربستہ ہوگئے اور شاہ رازرق کے
جوان سپاہیون کے ساتھ تمام دن اُن بھاری قفلون کے کھولنے مین مصروف رہے بالآخر
قریب غروب آفتاب تمام قفل کھل گئے۔ اور بادشاہ مع اپنے ہمراہیون کے دروازہ کی
جانب بڑھا اور کواڑ کھول کر اوّل ایک وسیع کمرہ مین داخل ہوا۔ اس کمرہ کی دوسری
جانب ایک اور ایسا ہی دروازہ تھا جس سے پاس کے کمرہ مین راستہ جاتا تھا۔ اس
دروازہ کے سامنے اسطرف پیتل کی ایک بڑی مہیب خوفناک مردانہ تصویر ایستادہ تھی
اور ایک بھاری گرز ہاتھ مین لیئے وہ مستعد زمین پر مارتی تھی۔ یہ دیکھکر تھوڑی دیر تک تو شاہ
رازرق خوف و حیرت مین غرق رہا۔ لیکن جب اُسکے سینہ پر یہ فقرہ "مین اپنا فرض منصبی
پورا کرتا ہون" کندہ دیکھا تو اُسکا حوصلہ بڑھا۔ اور اُسکو قسم دیکر کہا "مجھکو گذر جانے دے
میرا ہرگز یہ منشا نہین کہ اس گنبد کو ضرر پہنچاؤن یا اسکے درپئے تخریب ہون صرف راز
دریافت کرنا چاہتا ہون"۔ سنتے ہی طلسمی تصویر یک بیک گرز تھام کر خاموش کھڑی
ہوگئی۔ بادشاہ مع اعیان و ارکین اُس کے نیچے سے گذر کر دوسرے کمرہ مین داخل ہوا اس
کمرہ کی دیوارون پر جابجا ہر قسم کے قیمتی پتھر نصب تھے اور بیچ مین وسط مین پرقل کے ہاتھ
کی ایک میز بچھی تھی جسپر ایک صندوقچہ رکھا تھا۔ صندوقچہ پر یہ عبارت کندہ تھی "تمام
مخفیات گنبد اس بکس مین ہین بجز ایک بادشاہ کے اسکو کھولنے کی اور کوئی جرأت نہ
کرسکیگا۔ لیکن ذرا اسکو خبردار اور ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اسوقت اُسکو عجیب و غریب
واقعات دکھلائی دینگے جو مرنے سے پہلے اُسے پیش آئین گے"۔
جب شاہ رازرق نے بکس کو کھولا تو بجز ایک چرمی وصلی کے جو دو ملتی تختیون کے
بیچ مین محفوظ تھی اور کچھ نہ نکلا۔ وصلی پر گھوڑے سوارون کی تصویرین بنی تھین جن کے

چہرے نہایت خونخوار اور ہیبت ناک تھے اور جوشن قبض سے مسلح تھے اور پیشانی صفحہ پر
یہ عبارت لکھی تھی "دیکھ لے بد اندیش! اُن لوگون کو جو تجھے سربلندی سے نیچے
گرائینگے اور تیرے ملک پر قبضہ کرینگے" وصلی پر نظر ڈالی تھی کہ شاہ رازرق اور
اُسکے ہمراہیون نے دفعتہً میدان جنگ میں گیرودار کا شور بلند ہوتے سنا طلسمی گھوڑے
وصلی کے صفحہ پر یک بیک بادلون کی طرح حرکت کرنے لگے اور اُس مرقعہ میں ایک نقشہ
میدان کارزار کا نمایندہ گیا" بدنصیب شاہ رازرق کی آنکھون کے سامنے اُس عالم
استعجاب وحیرت مین - چنانچہ واقعات پیش ہونے لگے جو بالترتیب ایک دوسرے
کے بعد دکھلائی دیتے تھے اور نقش آب کی طرح مٹ جاتے تھے اور جن سے اُن آئندہ ایسے
حادثون اور لڑائیون کے نقشے دریافت ہوتے تھے جو ابھی کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے
اُس نے دیکھا کہ سامنے ایک میدان جنگ ہے جس میں مسیحی اور مسلمانون کے درمیان ایک
سخت ہنگامۂ کارزار گرم ہے - غازی مردون کا جوش میں آکر جھپٹنا اور اپنے پاؤن سے مخالفین
کی لاشین روندنا - قرنا اور نرسنگھو کی مہیب آواز - مجیرون کی جھنکار اور صدہا طبلات جنگ
کا طوفان خیز شور سُنائی دیا - تلواریں میانون سے نکلین - گرزہای بلند ہوئے - تیر سنسنا کر
پیام اجل پہنچانے لگے - تیرے اور برچھیان چارون طرف پھینکے لگین - مسیحیون میدان سے بھاگ
نکلے - کفار (مسلمان) نے اُن کا تعاقب کیا اور شکست فاش دی - [illegible] کر اُس
اصلیب نصب تھا زمین پر گر گیا اسپین کے نشان کا پھریرا پامال ہو گیا - فتحمندون کی خوشی
کے نعرون سے مصیبت زدون کی غیظ و غضب کی چیخون - قریب المرگ زخمیونکی آہ وزاری
سے تمام ہوا گونجنے لگی - ہزیمت خوردہ سپاہیون میں جو تہ و بالا ہو کر ادھر اُدھر بھاگے جاتے
تھے شاہ رازرق کی نظر اچانک ایک جوانمرد سپاہی پر پڑی - جو شاہی تاج پہنے اور پشت
پھیرے ہوئے تھا مگر دور سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے اسلحہ اور لباس خاص شاہ رازرق
کے سے ہیں - ایک سفید گھوڑے پر سوار ہے جو ٹھیک ویسا ہے جیسا کہ اُس کا لڑائی کا گھوڑا -
(اوریلیا) - عین ہنگامہ میں وہ جوان گھوڑے سے نیچے گرا اور پھر کہیں اُسکا پتہ نشان
نہ معلوم ہوا اوریلیا دیوانہ وار خالی پشت چارون طرف بھاگا پھرتا تھا - یہ دیکھکر شاہ رازرق
اور اُس کے ہمراہی اُس طلسمی گنبد سے حواس باختہ ہو کر بھاگے مگر اس سے پہلے ہی وہ پتیل کی
تصویر غائب ہو گئی تھی - دونوں بڈھے دروازہ کے سامنے مرے پڑے تھے اور علاوہ

متعلقہ باب اول کا صفحہ ۱
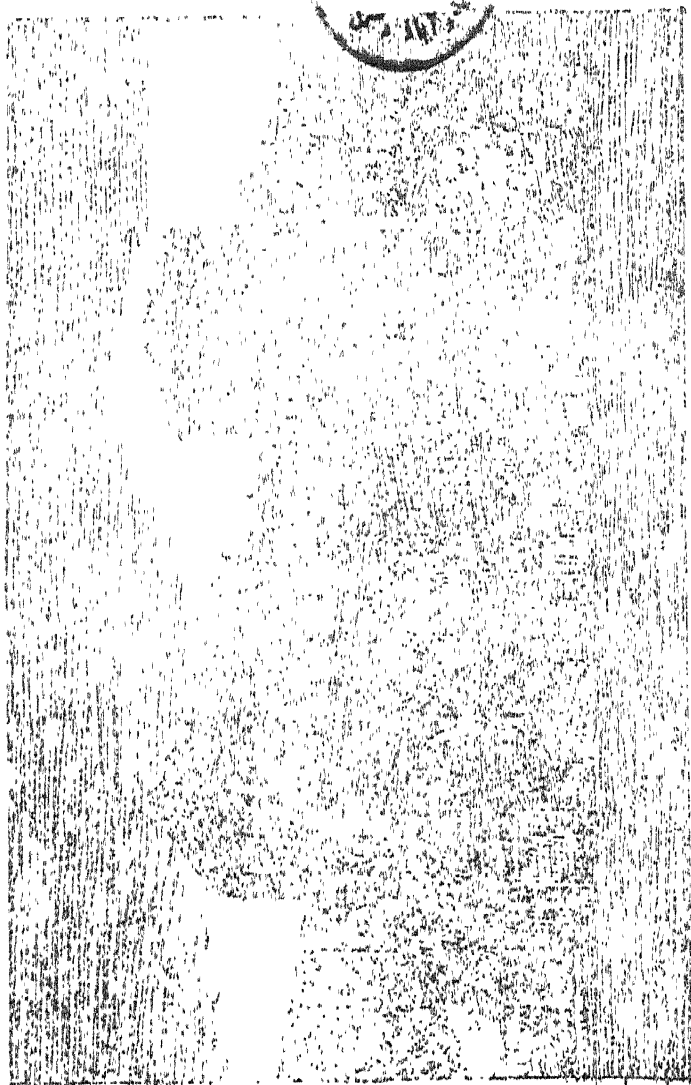
اور بیشمار غیبی آفات کے ایک یہ بھی ہوا کہ گنبد مین فوراً اُسیوقت آگ کے شعلے بلند ہوگئے - ہر ایک پتھر جلکر خاک سیاہ ہوگیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ جس جس جگہ زمین پہ یہ خاکستر ہوا مین اوڑکر گری - وہین ایک قطرۂ خون پیدا ہوگیا -

متوسط زمانہ مین اسپین اور عرب دونون ملکون کے مورخون نے اس قسم کے حیرت انگیز اور بعید از قیاس واقعات نہایت خوشی سے قلمبند کیئے ہین اور جو جو نیک و بد شگون طرفین کو لڑائی سے پیشتر پیش آئے اُن سے اُن کے حزن و مسرت کا خوب اندازہ ہوتا ہے -

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ رسول عربی بہ نفس نفیس طارق کے پاس تشریف لائے اور اُسکو تسکین دیکر کہا "طارق! لڑو اور فتح کرلو"

فریقین جو وادی لیت کے قریب ایک دوسرے کے مقابلہ پر تُل رہے تھے اُن کے خواب و خیالات خواہ کچھ ہی ہون ہمکو بحیثیت تاریخ نویسی اُن سے بحث نہین - مگر لڑائیون کا جو نتیجہ ہوا اُسمین امکان شک نہین ہوسکتا - اگرچہ بعد مین طارق کے پاس پانچہزار بربری اور ہون لی ایک اور پہنچ گئی تھی مگر تاہم کل فوج بارہ ہزار سے تو کسی صورت مین زیادہ نہ تھی حالانکہ شاہ رازرق کے پاس اُس سے چھ گنے فوج مسلح تیار تھی - مگر اس موقعہ پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ حملہ آور وہ بہادر اور جری سپاہی تھے جن کی طبیعتمین شجاعت اور جنگجوئی تھی - اور مزید برآن اِس موقعہ پر ایک نامور صف شکن کے زیر کمان تھے - اُدہر اُن کے مقابل کون تھے - انھین حلقہ بگوش یا بمنزلہ حلقہ بگوش غلامون کی ٹوٹی پھوٹی جمعیت جو تمام ملک کا ظلم سہتے سہتے تنگ آگئی اور جن کے سپہ سالارون مین وہ دغاباز سردار بھی شامل رہے تھے - جو شاہ وٹیزا کے طرفدار اور رشتہ دار تھے - --- لوگ اگرچہ بظاہر شاہ رازرق کی تعمیل احکام کے لیئے ہر وقت دست بستہ موجود تھے مگر حقیقت مین اُن کا دلی منشا یہی تہا کہ جس طرح ہو اُسکو بیچ میدان پر تنہا چھوڑکر دشمن سے جا ملین - اور لڑائی کا فیصلہ اُسی کے حق مین کرین ان بدنصیبون کو اپنے پیارے وطن اور ہموطنون کے ساتھ دغابازی کرنے کا خیال بھی نہ تھا بلکہ وہ تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ حملہ آورون کو صرف غنیمت کی حرص یہان تک کھینچ لائی ہے - چنانچہ جب لوٹ کے مال و دولت سے

سُلہ یہ دوسرا امر قابل لحاظ ہے کہ مورخ صاحب کو باوجود ایسے انتہا منصف مزاج اور غیر متعصب ہونے کے طارق اور اُسکے دلاورون کی بہادری تسلیم کرنے مین سخت تکلیف ہوئی ہے - ۱۲

ہاتھ رنگ چکین گے تو اپنے ملک کو واپس چلے جائینگے اور اس طرح شاہ ڈزرا کا خاندان پھر تخت اسپین پر برقرار ہو جائے گا۔ مگر ان امیدپرستوں نے دشمن کی مساعدت کی تھی جس سے ملک اسپین آخرکار آٹھ متواتر صدیوں کے لئے مسلمانوں کی حکومت میں آگیا۔

جب مسلمانوں نے حریف کی ٹڈی دل فوج کو اپنے مقابلہ پر صف آرا دیکھا اور شاہ رازرق پر جو ایک جگمگاتے ہوئے چتر کے سایہ میں شاہانہ لباس و اسلحہ زیب تن کئے نہایت کروفر سے بیٹھا تھا نظر ڈالی تو ذرا دل شکستہ ہو گئے۔ مگر شیردل طارق فوراً آگے بڑھکر للکارا کہ "خبردار اے دلاوران عرب! اے شیران اسلام! تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے آگے دشمن اور پیچھے سمندر ہے۔ بریں کعبہ، اگر فتح ہے تو صرف اسپین کہ بکوشید و جامہ زنان نپوشید۔ ہاشمی تلوار کے جوہر دکھلانے کا آج ہی تو دن ہے" یہ سنتے ہی عربوں کے حوصلے بڑھتے اور سب یکدل و یکزبان ہوکر چلائے "اے طارق ہم طرح تیار رہیں اور جہاں تم چلو تمہارے ساتھ چلنے کو موجود ہیں" یہ کہا اور فوراً اپنے سردار کے ساتھ دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ آٹھ روز تک برابر لڑائی کا بازار گرم رہا اور نقد جاں فروشی ہوتی رہی۔ اس موقع پر فریقین نے اپنی اپنی فوج کے اٹھتے ہوئے جوش اور دل توڑ جانبازیاں نہایت ولولہ انگیز زبان میں بیان کی ہیں اور قابل دید ہیں۔ شاہ رازرق نے متواتر اپنی فوج کی صف بندی کی۔ مگر افسوس! شاہ ڈزرا کے رشتہ داروں نے بیچ میدان کے ساتھ چھوڑ کر جنگ کو دم کے دم میں ایک عبرت انگیز و حسرت خیز سین کر دیا۔

شاہ رازرق کا نوحہ

شاہ رازرق کا لشکر صرف آٹھ متواتر میدان ہارنے کے بعد اسوقت ہر طرف سے مایوس و دل شکستہ ہے۔ اور خود شاہ رازرق نے یہ آخری میدان بھی ہاتھ سے جاتا دیکھکر تمام امیدیں منقطع کردیں۔ اور اس یاس و حسرت کی حالت میں اپنے ہزیمت خوردہ لشکر سے جو طوفان زدہ مچھلیوں کی طرح سراسیمہ پھرتا ہے۔ الگ ہوکر تنہا ایک طرف کو چلا ہے۔ گویا ایک سلگتی ہوئی لکڑی ہے جو آگ کے شعلوں سے نکال کر پھینکدی گئی ہے۔ وہ اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے ہے جس کی دھار پر تمام سرخ و سیاہ دندانے نمودار ہیں۔ اُسکے زرہ بکتر میں جسپر جواہرات ٹکے ہوئے تھے شگاف پڑ گئے اور اُسکا خود گرد و شکستہ ضربت کے صدمے سے پچکی ہوئی ہے۔ اس دلگداز حالت کے ساتھ وہ اپنے

لشکر سے علیحدہ ہوکر ایک بلند قلۂ کوہ پر چڑھا ہے - اور یہان سے اُس وسیع مگر خوفناک
میدان کا آخری نظارہ کر رہا ہے وہ اُس بلندی سے دیکھ رہا ہے کہ مسیحی نشان کا پھریرا
خونریز میدان پر پھیلا پڑا ہے - فتح کے نعرے اور عربون کے حقارت آمیز شور سُنکر وہ اسوقت
نہایت بدحواس ہو رہا ہے اور حسرت بھری نظر سے چارون طرف میدان مین دیکھ رہا ہے شاید
اسکو پیچھے بہادر سپاہیون اور دلیر سپہ سالارون کی تلاش ہے - مگر افسوس! وہان کُشتون کی لاشون کے
سوا کوئی ایسا بھی نہین کہ لاشون کو شمار کرسکے جہان تک اُسکی نگاہ کام دیتی ہے اُسکو خون کے
سوا اور کچھ نہین دکھلائی دیتا - اب اُسکو اپنی بربادی کا بالکل یقین ہوگیا وہ ہرچند اپنے آپ کو
نوشتۂ تقدیر پر صابر کرتا ہے مگر اُسکی آنکھون سے آنسوؤن کا مینہ برس رہا ہے - اور وہ کہہ رہا ہے
آہ . کل تو مین تمام اسپین کا شہنشاہ تھا آج کیا ہوگیا - کل تو نہایت عالیشان اور بیش بہا دولت کی
شبستانیون سے معمور محلّے میرے اور میری فوجون کے مسکن تھے - آج میرے لئے بھی کہین
سونے کی جگہ نہین! کل تو ہزارون خدام میری خدمت کے لیے دست بستہ حاضر تھے - آج
اسکیسی مین میرا کوئی غمخوار بھی نہین! دنیا کیسی بے ثبات جاہ و حشمت! اے یہان کی قائم نہ رہنیوالی
خوشنصیبو! ابتک تم سے دلی نفرت ہے - تم نہایت ذلیل ہو - افسوس میری آنکھین اب وقت
گذرنے پر کُھلی ہین - آہ کیسی منحوس گھڑی تھی جبکہ مین عدم کی تنہائی کو چھوڑکر مین اس تمام سرائے دہر
مین آرہا تھا لیکن مسعود ساعت تھی جب اشرف خاندان مین مجھے سرداری کی مسند عزت بخشی
گئی تھی - کیا دنیا مین مجھسے زیادہ کوئی حرمان نصیب ہوگا؟ کیا آج مجھسے - نہین نہین شہنشاہ اسپین
کو اس عبرت و بیکسی مین آفتاب غروب ہوگا - [illegible] اے موت! اے واماندگان روزگار کو نجات
دینے والی موت! افسوس آج تو بھی [illegible] ہوگئی! تو ہی دوڑ کر آ لے" اسپین کا قدیم گیت
بتاتا ہے اُس زمانہ کے حالات دریافت ہوتے ہین اس طرح مشہور ہے مگر یہ بات کہ شاہ لذرق
کہان گیا؟ اور اسکا کیا انجام ہوا آجتک ایک سربستہ راز سمجھی جاتی ہے اس واقعہ کے دوسرے دن
صرف اُسکی جوتی اور گھوڑا وادی بیت کے کنارے پڑے تھے - لیکن اُس کی لاش کا کہین پتہ نہین ملا -
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دریا مین ڈوب مرا اور موجین اُسے سمندر مین بہالے گئین مگر اہل اسپین
کا یہ عقیدہ نہین وہ اُسکی موت کو جو امر حقیقی تھا - [illegible] تلبیس کرتے ہین جو اُن کے اعتقاد
کے بموجب اُسکی زندگی تک فاش نہین ہوا جسطرح ویلز کے قدیم افسانون اور قصون مین شاہ آرتھر
کی روایتین مشہور ہین اور جسطرح بموجب تاریخ ہرودوطس - سائرس یعنی کیخسرو کی نسبت قدیم

اہل فارس مین مختلف حکائیتین مشہور ہین) کہ وہ پھر ایک مرتبہ آکر اُن کی حمایت کرے گا
اسی طرح اہل اسپین کے قدیم فسانون مین خاندان گاتھ کے اخیر بادشاہ رازرق کی نسبت بھی
یہ روایت مشہور ہے کہ وہ بعد اندمال زخم پھر ایک مرتبہ اپنی آرامگاہ سے جو ایک جزیرہ مین ہے
واپس آئیگا اور مسیحیون کو مشرکین کے مقابلہ پر صف آرا کرے گا - چنانچہ بموجب اسکے شاہ رازرق
نے باقی عمر زہد و تقویٰ و ریاضت و پرہیزگاری مین گذاری اور کبائر و صغائر کی سزا مین فتہ رفتہ
روحانی تکلیفین سخت کا تحمل کیا حتی کہ اسکی معصیت کا دیون کا کفارہ پورا ہوگیا - اور جسمانی اذیت نے
اُسے روحانی سزا سے نجات دی اور شاہ رازرق اس جہان سے اُس جزیرہ مین نقل مکان کرگیا اور
اُسکی رعیت سالہا سال تک اُسکی آمد و آمد اور فتح و نصرت کا انتظار کرتی رہی -

دوسرا باب

فتح کی موج

اس بڑی فتح کے بعد موسیٰ گورنر افریقہ نے فوراً ایک تہنیت نامہ معہ مفصل روئیداد جنگ
بحضور خلیفۃ اللہ ابلاغ کیا اور اسمین لکھا کہ "اے امیر المومنین! اس قسم کی فتح ہمیشہ نہین
ہوتین - بلکہ ہنگامۂ عرصۂ محشر کی طرح شاذ و نادر ہین"! نوید فتح سے تمام مسلمانان عراق ششدر
رہگئے اور کچھ تعجب بھی نہین کیونکہ یہ ایک بالکل غیر مترقبہ نعمت تھی - اسپین کے قدیم
مورخون نے شاہ رازرق کی تباہی کو جن بعید از قیاس فسانون مین مشتہر کیا ہے ہم انکو چھوڑکر
اب ہم تاریخانہ واقعات کیطرف متوجہ ہوتے ہین - اسمین کچھ شک نہین کہ وادی لیت کی اس
کامیاب معرکہ نے تمام ملک اسپین کی عنان حکومت مسلمانون کے ہاتھ مین دیدی - طارق اور
اُسکے بارہ ہزار دلاورون نے صرف ایک لڑائی سے تمام جزیرہ نما کو فتح کرلیا - اب کچھ زیادہ
جرأت اور نبرد آزمائی کی ضرورت نہ رہی تھی کیونکہ جسقدر شہر ابھی پوری طرح مطیع نہ ہوئے تھے
سب ہر طرح کمزور تھے اور اسلیئے اُن کے زیر کرنے مین معمولی اخراجات و استقلال کافی تھی
چنانچہ فتحمند جنرل اس کامیابی پر اکتفا نہ کرکے فوراً آگے بڑھا اور اگرچہ اسی اثنا مین موسیٰ گورنر افریقہ
نے جب اپنے ماتحت لفٹنٹ کی اس خلاف توقع کامیابی اور ناموری پر رشک پیدا ہوگیا تھا
ایک باضابطہ فرمان بھیجکر اُسے آگے بڑھنے سے منع بھی کیا - مگر اولوالعزم طارق نے اُس حاسدانہ

برتاؤ کی ضد کی ذرا پرواہ نہ کی اور اپنی چھوٹی سی جمعیت کو تین حصون مین تقسیم کرکے تمام
جزیرہ نما کو چھان ڈالا اور اس طرح یکے بعد دیگرے جملہ امصار و قلعہ جات کو فتح کر ڈالا۔

المغیث جو طارق کا ایک ماتحت سردار تھا۔ سات سو آدمیون کا ایک دستہ لیکر
قرطبہ کے محاصرہ اور فتح کے لیے روانہ ہوا۔ اور وہان پہنچکر شام تک تو ادھر ادھر درختون کی آڑ مین
چھپا رہا۔ اندھیرا ہوتے ہی شہر کی طرف بڑھا۔ بارش اور اولون کے ایک سخت طوفان نے
جسے مسلمان اپنے حق مین تائید آسمانی خیال کرتے ہین ان کے گھوڑون کے سمون کی آواز کو
دور پہنچنے سے روکدیا تا آنکہ حوالی شہر مین پہنچکر ان کو ایک چرواہے سے معلوم ہوا کہ فصیل
شہر مین کسی مقام پر شگاف ہے۔ چنانچہ مسلمانون نے اسی جگہ سے دھاوا کرنے کا ارادہ کیا
فصیل سے ملا ہوا ایک انجیر کا درخت کھڑا ہوا تھا ایک جوان مرد سپاہی جو نہایت تیز و طرار تھا
موقع پاکر جلدی سے اسی درخت پر چڑھ گیا اور وہان سے فصیل پر کود کر اپنا عمامہ نیچے لٹکا دیا
اور اس عجیب کمند کے ذریعہ سے اپنے اور کئی ساتھیون کو اوپر کھینچ کر کمال چابکدستی سے
حیرت زدہ دربانون کو گرفتار کرلیا اور شہر پناہ کھول دیا۔ رسالہ شہر مین داخل ہوکر تمام گلی کوچون
مین منتشر ہوگیا اور بات کی بات مین شہر کو فتح کرلیا۔

گورنر اور تمام اہل شہر نے ایک کونونٹ (خانقاہ) مین بھاگ کر پناہ لی اور تین ماہ کے
سخت محاصرہ کے بعد آخر مطیع ہوگئے شہر قرطبہ خالی ہوگیا۔ اور یہودی جنہون نے تمام لڑائی مین
اول سے آخر تک مسلمانون کی خیرخواہی اور مددگاری کا پورا ثبوت دیا تھا اور جو اسکے بعد بھی ہمیشہ
فتحمندون کی نظرون مین معزز و ممتاز رہے شہر مذکور کے عارضی حاکم مقرر کیے گئے مسلمانون
نے یہودیون کو عرصہ دراز تک برخلاف اہل گاتھ کے کوئی اذیت اور تکلیف نہ پہنچائی بلکہ ہمیشہ
رشتہ مخالطت و موانست قایم رکھا چنانچہ جن جن ملکون پر مسلمانون نے فوج کشی کی یہودی
ہمیشہ سایہ کی طرح ساتھ رہے۔ جب تک مسلمان لڑائی مین رہتے تھے یہودی تجارت مین مشغول
رہتے تھے۔ لڑائی ختم ہوتے ہی یہودی مسلمان اور پارسی باہم ملکر علم و ہنر اور شائستگی کی
اشاعت مین سرگرم ہوجاتے تھے۔ مسلمانون کے زمانہ وسط کی حکومت زبان زد خلایق ہونے
کے بڑے وجوہ یہی ہین۔

یہودیون کی مدد دینی اور مسیحیون کے خوف زدہ ہونے سے (مورخ صاحب طارق اور اسکے
ساتھیون کی بہادری کا بڑی مشکل سے اقرار کرتے ہین) طارق مظفر و منصور قدم بڑھاتے

بے روک چلا گیا۔ آرکی ڈونا پر بلا وقت تسلط ہو گیا۔ تمام باشندے بھاگ کر کوہستانوں میں
جا چھپے۔ مالاگا پر بھی قبضہ ہو گیا اور البیرا (جو موجودہ غرناطہ کے قریب واقع تھا) کو بھی حملہ کرکے
لے لیا۔ صرف مرشیا کے کوہستانی درے کچھ عرصہ تک تدمیر کی بہادری اور کارروائی سے
محفوظ رہے۔ مگر بعدہٗ مسلمانوں نے اسکو کھلے میدان میں تیغ و سپر ہونے پر آمادہ کرکے لڑائی
کی جس میں تمام سپاہی ایک ایک کرکے کام آگئے بلکہ خود تدمیر مع ایک نو عمر غلام کے بمشکل تمام میدان
سے جان بچا کر بھاگا اور شہر اوریہولا میں پناہ گزین ہوا۔ یہاں پہنچکر اسنے افواج اسلامیہ کے
ساتھ جو اسکا تعاقب کیئے چلی آتی تھیں ایک بڑی عجیب اور دلچسپ چال چلی یعنے مرشیا میں
بجز عورتوں اور عمر رسیدہ مردوں کے کوئی جوان باقی نہ رہا تھا کیونکہ پچھلی لڑائی میں سب میدان
کی نذر ہو چکے تھے۔ پس تدمیر نے یہ تدبیر کی کہ تمام عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر خود اور
بجائے نیزہ لمبے لمبے ڈنڈوں اور دیگر ضروری اور ظاہری اسلحۂ جنگ سے آراستہ کرکے انکے
سر کے بالوں کو پیچ دیکر ٹھوڑی پر اس طرح جما دیا کہ دور سے ڈاڑھی معلوم ہونے لگی۔ اس عجیب
فوج سے اس نے فصیل شہر کو خوب مستحکم اور مضبوط کیا جب دشمن رات کی سیاہی میں
چھپکر حملہ کی غرض سے آگے بڑھے تو یہ حال دیکھکر بہت چکرائے اور دل شکستہ ہو گئے ادھر
جب تدمیر نے اپنا افسون کارگر دیکھا تو فوراً اپنے نوجوان غلام کو ایلچیوں کا لباس پہنا کر
اور خود صلح کا جھنڈا ہاتھ میں لیکر شرائط مصالحت کے لیئے شہر سے نکلا۔ جب مسلمانوں
کے لشکر میں پہونچا تو عربی جنرل نے اسکو مطلق نہ پہچانا۔ بلکہ ایلچی سمجھکر نہایت اعزاز و اکرام
سے اسکا استقبال کیا۔ تدمیر نے عربی جنرل کی طرف مخاطب ہو کر کہا میں حاکم شہر کی
طرف سے ایسی شرائط پر آپ سے صلح کرنے آیا ہوں جو آپ کی بلند حوصلگی اور آپکی عالی ہمت
سے بعید نہوں آپ دیکھتے ہیں کہ فصیل شہر اور اسکے ناکے کسقدر محفوظ ہیں اور کہاں تک
محاصرہ کو سہہ سکتے ہیں لیکن ہمارے صلح اندیش حاکم کو یہ بات منظور نہیں ہے کہ اپنے سپاہیوں
کو مفت دشمنوں کی تیغ کی نذر کرے۔ آپ وعدہ فرمائیں کہ اہل شہر کو معہ اپنے مال و متاع
نکل جانے کی اجازت ہے۔ کل صبحدم شہر خالی کرکے آپ کے سپرد کر دیا جائیگا۔ ورنہ ہم ہر طرح
تیار ہیں۔ حتی کہ ہم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے "

المغیث کو یہ معقول بات بہت پسند آئی چنانچہ فریقین صلح پر راضی ہو گئے اور شرائط
طے ہونے کے بعد جب عہد نامہ لکھا گیا اور اسپر عربی جنرل کی مہر لگ گئی تو تدمیر نے

بھی اپنے دستخط کر دیئے - اور عہد نامہ دیکر کہا کہ "حاکم شہر مین ہی ہون" اس کاروائی کے بعد تھوڈمیر مع اپنے نوجوان غلام کے شہر مین واپس آ گیا -

صبح دم شہر پناہ کھلا - اور حسب قرارداد ایک انبوہ کثیر نکلنا شروع ہوا - سب سے پہلے تھوڈمیر اور اسکے نوجوان غلام نکلے جو اسلحۂ جنگ سے آراستہ تھے - اُن کے پیچھے پیچھے ایک جم غفیر عمر رسیدہ مردون عورتون اور بچون کا نکلا - عربی جنرل نے متحیر ہو کر تھوڈمیر سے پوچھا "تھوڈمیر! اور آپکے وہ سپاہی کہان ہین جو کل اسقدر مضبوطی سے فصیل شہر محفوظ کی ہوئی تھی -" تھوڈمیر نے جواب دیا "سپاہی تو میرے پاس ایک بھی نہین رہی محافظین سو آپکے سامنے موجود ہین - انہین عورتون سے مین نے اپنی فصیل شہر کی حفاظت اور ناکہ بندی کی تھی ایک یہ غلام ہے - اسکو اپنی [illegible] - حافظ یا سپاہی" الغیث تھوڈمیر کی اس دلیرانہ کارروائی اور دانشمندانہ حکمت عملی پر ششدر رہ گیا - اور اسقدر خوش ہوا کہ اُسکو صوبہ مرشیا کا گورنر مقرر کر دیا - جو آج تک اسی کے نام سے تھوڈمیر لینڈ یاد کیا جاتا ہے - ہر چند کہ باعتبار پولٹیکل لائف کے [illegible] ہین تھے - مگر ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے اس حالت مین بھی انکو [illegible] بھی [illegible] اہل بھی تھا - چنانچہ اُنھون نے بہت جلد اپنے خطاب کو اسقدر [illegible] دیا جو نائٹ (نامور بہادر) کو زیبا تھا - اور جسکی وجہ سے سیکڑون برس [illegible] اہل سپین [illegible] - انکو "نامورانِ یا بہادرانِ غرناطہ" "جنٹلمین" یا "الیٹ" کے معزز خطاب سے مخاطب کرتے رہے -

اسی اثنا مین طارق بڑھتے بڑھتے ٹولیڈو یعنی دار السلطنت شاہان گاتھ تک پہنچ گیا اصل مین وہ سرداران گاتھ کی تلاش مین تھا - اور اسکو اُمید تھی کہ یہ لوگ قرطبہ مین مل جائینگے مگر یہان پہونچکر سب شہر [illegible] پر جو ہنوز یہودیون کی حفاظت مین تھا وہ قابض ہوا - تو اُسکو معلوم ہوا کہ سرداران مذکور وہان سے بھی مفرور ہو گئے - اور کوہستان اسٹریاس مین پناہ گزین ہین - [illegible] بعض [illegible] کونٹ جولین اور شاہ وٹیزا کے رشتہ دارون کے رہ گئی جنکو [illegible] شہیدی [illegible] گئے - غرض جب تمام سردار اس طرح مفرور ہو گئے اور میدان صاف ہو گیا تو مسلمانون کا قدم ملک مین جم گیا - اور کوئی مزاحمت کرنے والا باقی نہ رہا - اسپین درحقیقت خلفائے اسلام کی اوسع و بسیط سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا - جو کوہستان ہندوکش سے لیکے ہرقل کے مینارون تک پھیلی ہوئی تھی اور جسکا مرکز حکومت

دمشق تھا - فتح سپین مین جو کسر باقی رہی تھی - اُسکو موسٰے گورنر افریقیہ نے پورا کر دیا یعنی
جب اُسنے فتحمند طارق کی متواتر کامیابیون کا حال سُنا تو ایک عربی دستہ فوج کو ساتھ
لیکر براہ سٹریٹ بزودی تمام چلا - تا کہ خود بھی اُس عزت و ناموری مین حصہ لے -

چنانچہ ۹۳ھ کے موسم گرما مین بسرداری اٹھارہ ہزار جوانان عرب سٹریٹ مذکور کو
عبور کرکے سیم اوسکو کارمونا سیوائل اور میریڈا کے میدانون مین تیغ و سپر پاتے ہین
ان مقامات کو بتدریج فتح کرکے طارق سے ملنے کے لیئے وہ ٹولیڈو کی طرف بڑھا - فتحمند
طارق اور اُسکے افسر کی یہ مُلاقات کچھ دوستانہ نہ تھی - کیونکہ جب طارق مناسب اعزاز و اکرام
کے ساتھ موسٰے کے استقبال کو گیا تو موسٰی نے اُسکے ایک چابک مارا اور اُسے بجھائی
حکم عدولی یعنی باوجود ممانعت آگے بڑھجانے پر سخت نفرین و ملامت کی اور کہا کہ تجھسا سخت گیر
اور تیز مزاج شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اسقدر مسلمانون کی حفاظت اُسکے سپرد کیجائے اسکے
بعد موسٰے نے اُسکو قید کر دیا - جب اس حاسدانہ تظلم کی خبر خلیفہ ولید تک پہونچی تو اُس نے
ناراض ہو کر موسٰے کو دمشق واپس بلا لیا اور طارق کو پھر اُسی جگہ بحال کر دیا -

اس عزل و نصب سے پیشتر جب موسٰے نے اپنے قیام سپین کی حالت مین کوہ پیرینیز
پر کھڑے ہو کر چارون طرف نظارہ کیا - تو فتح یورپ کی آرزو اُسکے آئینہ دل سے خیالی صورت
دکھلانے لگی - مگر افسوس اُسکی وفات طلبی نے اس آرزو کو زوال بنا دیا تاہم اور مسلمان
دلیرانہ آگے بڑھے - چنانچہ اوائل ۱۰۰ھ مین ایک عربی سپاہ السمح کے ماتحت جنوبی حصے پر
جو سپٹی مینیا مشہور تھا - اور نیز کر کاسون اور ناربون شہرون پر قابض ہو گیا - اور ان
مقامات کو اپنی فتوحات کا مرکز گردان کر برگنڈی اور ایکوی ٹینیا پر حملے کرنا شروع کر دیئے -
لیکن ۱۰۲ھ مین ایوڈیز ڈیوک آو ایکوی ٹینیا نے مسلمانون کو شہر ٹولوز کی
فصیل کے نیچے شکست فاش دی تاہم اس طرف کی مزاحمت نے اُنکی پیشقدمی کو تیزی
سے مغرب ہی کی طرف مائل کر دیا - چنانچہ ان اطراف مین اُنہون نے بیون کو تاخت و تاراج
کر ڈالا - قوم سن سے خراج لیا اور ۱۰۷ھ مین ایوگنن پر قبضہ کر لیا اور یہان سے اردگرد
کے اضلاع پر چھاپے مارنے لگے - صوبۂ ناربون کے حبیر گورنر عبدالرحمن نے تمام
گال کے فتح کا ارادہ کیا - اور ایوڈیز جو فتح ٹولوز پر نازان ہو کر خود مسلمانون کے ملک پر فوج کشی
کے خواب دیکھتا تھا اُسکے تمام تدابیر و تجاویز کو خراب کرکے ڈچی کیپٹین و ایکوی ٹینیا پر

چڑھائی کی - اور دریاے گارون کے کنارون پر خود الیوڈ کو شکست فاش دیکر اس طرح
اُس کی خواب پریشان کی تعبیر دی - یہان سے مظفر و منصور ٹورز کیطرف بڑھا - جہان
اُسکو درگاہ سنیٹ مارٹن کے خزانہ کا پتہ لگا تھا - اُدھر سے چارلس پسر پیپن
دی ہرسٹال جو اسوقت فرانس کا اصلی بادشاہ تھا - اُسکے استقبال کو بڑھا - کیونکہ میروونجین
بادشاہ اب تھا جسکا کچھ اقتدار نہ تھا - یہ تاب و مجال نہ رکھتا تھا کہ اپنی طاقتور سپہ سالار کے
خلاف مرضی کوئی کام کرے - پواکٹرز اور ٹورز کے درمیان دونون سردارون کا مقابلہ
ہوا - مسلمان نہایت خوشی سے میدان جنگ کیطرف بڑھے - کیونکہ اُنکو وادی لیت کی فتح ثانی کی امید
تھی اور پلیس سے لیکے اسپلیز تک تمام دلکش فرانس کو اپنا پیش پا افتادہ شکار خیال کرتے
تھے - اسموقع پر تمام یورپ کے لیئے ایک نہایت نازک اور مشہور نتیجہ نکلنے کو تھا - چنانچہ
یہ لڑائی دنیا کے پندرہ فیصلہ کر دینے والی لڑائیون مین شمار کیجاتی ہے - گویا جب اُسکے فیصلہ
کرنے کے لیئے آج عربی اور فرانسیسی تلوارین میانون سے نکلی پڑتی تہین - وہ یہ تھا - کہ یورپ
مین مذہب محمدی کی اشاعت ہو یا بدستور دین مسیحی جاری رہے - آیا آیندہ ٹورز پر مسجد ہو یا گرجا
بلکہ شاید یہ بھی کہ آیا سینٹ پال جب کبھی تعمیر ہوکر تیار ہو تو اُسکی سقف نگارین مین حمد و ثنا سے
کردگار کی آوازین کسطرح بلند ہون ؟ نعرہ تکبیر اللہ اکبر سے - یا آواز جرس انگلش ٹرانس سے - اگر
مسلمانون کے پروگریس ٹورز پر مسدود نکیجاتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ انگلش چینل پر وہ خود ٹھیر جاتے
مگر جیسا کہ نوشتہ تقدیر تھا مسلمانون کے حد کی اُٹھتی ہوئی موج کا یہ عین مد نتہا تھا جسکے بعد فوراً جزر
شروع ہوگیا - چارلس اور اُسکے فرانسیسی بہادر سپین کے گاتھ اور رومن کی طرح زنانہ مزاج
نہ تھے - باعتبار جفاکشی اور صبر آزمائی - اگر زیادہ نہین تو مسلمانون کے مقابل تو ضرور تھے
بلکہ اُن کے خوبصورت اور شاندار قدون نے اُنکو کامیابی کا مزید بہین موقع دیا - چھ دن تو
معمولی جواب و سوال اور چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین گذرے - ساتوین دن عام بازار جانفروشی
گرم ہوا - شیر دل چارلس اپنے لشکر سے نکلا اور دشمنون کی صفون کو چیرتا ہوا اس دلیری سے
آگے بڑھا کہ کسی کو اُس کے مقابلے کی جرأت نہ ہوئی - اور دائین بائین استقدر سخت وار کیئے
کہ اُس روز سے اُسکا نام چارلس مارٹل (کارل آودی ہمیر) مشہور ہوگیا - بہادر سردار کی
اس دلیرانہ جانبازی سے فرانسیسیون کا دل بڑھ گیا - اور ایک اُٹھتے ہوئے جوش اور صف شکن
طاقت سے مخالفین پر ایک ساتھ ہلا کر دیا - مسلمانون کی صفین تہ و بالا ہوکر منتشر ہوگئین اور

میدان سے بھاگ نکلین - اس ہنگامے مین اُن کی اسقدر فوج نذر میدان ہوئی کہ یہ واقعہ
اُندلس مین مدتون تک ایک لرزانے والے خوف سے یاد رہا اور میدان گنج شہدا مشہور ہوا -
اس فیصلے سے مغربی یورپ تو اُس جانگزا خوف سے آزاد ہو گیا - اور ہمیشہ کے لیے
ہو گیا - اُدھر مسلمانون کو اُس سے اسقدر نقصان پہنچا کہ سپین کی آٹھ متواتر صدیون کی حکومت
مین پھر کبھی اُن مین سے کسی نے فرانس کا رخ نہین کیا تا آربون اور اُن اضلاع پر جو کوہ
پرینیز کی شمالی ڈھلوانون کی حدبندی کرتے ہین بیشک وہ کچھ عرصے بعد بھی مدت
تک قابض اور حکومت کرتے رہے - بلکہ سدرن پروونس بھی اُن کے تاخت و تاراج کا ہدف بنا رہا - مگر
اسکے آگے اُنکے حوصلے پست ہوتے گئے - میدان ٹورز کے خوفناک معرکے نے یہ طے
فرانس کی آزادی کا ہمیشہ کے لیے ایک دفعہ فیصلہ کر دیا تھا - اسی طرح اسلام کی فتوحات
کی بھی حد قائم کر دی تھی - فرانس کے سرسبز و شاداب میدانون مین مسلمان سمندر کی پرجوش
موج کی طرح چڑھے آتے تھے - مگر ایک فرانسیسی سورما چارلس نے گویا اُن کو آواز بلند سے سنا دیا
یہان تک آؤ - تم شوق سے آؤ لیکن آگے نہ بڑھو - آگے تمہارے مغرور قدم روک دیے جائینگے
اُدھر شاہان فرانس کے دلون پر اپنے حریف ہمسایون کی دلیری اور بہادری کا ایسا سکہ
بیٹھا کہ گو اُن کی اتفاقیہ تاخت و تاراج کی تکلیفون کو وہ بطیب خاطر برداشت کرتے تھے
مگر تاہم اُنھون نے فتح سپین کا ارادہ ایک دفعہ سے زیادہ نہین کیا - اسکی مختصر کیفیت یہ ہے
کہ شارلیمین ملقب بہ کبیر ثانی کو اپنے دینی و دنیوی حریف مسلمانون کی آزاد حکومت
خاص کوہ پرینیز کے پرلی طرف سخت ناگوار تھی - باعتبار دین مسیحی کے ایک سچے عقیدت مند
ہونے کے استیصال مشرکین گویا اُسکا عین فرض مذہبی تھا - باعتبار ایک اولوالعزم اور
فتح نصیب بادشاہ ہونے کے اندلس مین ایک حریف خود سر سلطنت کا وجود گویا اُس کے
کسر شان تھا - آخرکار یہ ہوس نکالنے کے لیے اُسکو ایک موقع ہاتھ آ گیا یعنے جب خاندان
بنی اُمیہ کے سب سے پہلے بادشاہ کے جلوہ افروز سریر مملکت ہونے سے اُن کے مخالف
گروہون نے حسب عادت فتنہ و فساد برانگیختہ کیے - تو خود مفسدین ہی نے شارلیمین
کو ترغیب دلا کے موجودہ مین دخل انداز ہونے اور عاصیون کو اوکھاڑ پھینکنے کے لیے بلا بھیجا
سپین کے قدیم مورخین کے نزدیک یہ الفنسو اسٹریا نیز ولیعہد شاہ پیلی جیس تھا
جس نے شارلیمین کو اپنی مدد کے لیے بلایا تھا - لیکن زیادہ تر قرین قیاس یہی ہے کہ

یہ دعوت بعض دل شکستہ مسلمان سرداروں کی طرف سے تھی جو عبدالرحمن بن قبیل بنی اُمیہ کا جلوس نہ دیکھ سکے اور اس پیئے اُسکی حکومت تسلیم کرنے سے اُنہوں نے دین اسلام کے ازلی دشمنوں کی اطاعت قبول کرنی زیادہ مناسب سمجھی تھی۔

القصہ یہ وقت اُن کی داعیانہ درخواست کے لیئے خوب مناسب تھا۔ کیونکہ شارلیمین کو سکسن یہ کی سرکوبی سے ابھی فرصت ہوئی تھی اُن کا سردار وٹی کنڈ جلا وطن کردیا گیا تھا اور اُسکے ہزاروں توابعین جوق جوق پے ڈربورن (ایک گرجا کا نام) میں آکر مشرف بہ نصرانیت ہوتے جاتے تھے۔ غرضکہ اقبالمند شارلیمین کو دوسری فتح کی تدابیر عمل میں لانے کے لیئے خاصی فرصت تھی۔ چنانچہ یہ قرار پایا کہ اِدھر سے شارلیمین بطور خود سپین پر حملہ کرے۔ اودھر سے مفسدین سپین میں مختلف مقامات پر بغاوت کرکے اُسکو مدد دیں۔ لیکن قرطبہ کے نونہال خاندان بنی اُمیہ کی خوش نصیبی سے یہ تمام منصوبے ناکامی پر ختم ہوئے۔ کیونکہ مفسدین اسپین وقت کو غنیمت نہ جان کر اسپین تیغ و سپر ہو بیٹھے اور جب ۷۷۸ء میں شارلیمین حسب قرارداد سلسلہ پیری نیز سے گذر کر اسپین میں پہونچا تو اپنے تئیں بے یار و مددگار پایا تاہم اُسنے زیراگوزا کا محاصرہ کردیا۔ جو اچانک خبر پہونچی کہ وٹی کنڈ نے جلاوطنی سے واپس آکر سکسن کو دوبارہ برانگیختہ کردیا۔ جو پھر آمادہ فساد ہوکر کولون تک بڑھ آئے ہیں۔ اب بجز اسکے اور کیا چارہ کار تھا کہ جسقدر جلد ممکن ہو واپس ہوکر اپنی سلطنت کی حفاظت کرے۔ واپسی میں وہ خود تو مع دستہ باڈی گارڈ جلد جلد قدم بڑھاتے آگے نکل گیا۔ اور فوج کے ہراول نے ہنوز کوہستانی دروں سے سر ہی نکالا تھا کہ حصہ عقب پر اچانک ایک سخت مصیبت نازل ہوئی یعنے قوم باسکش کے جوان جو فرانسیسیوں کے ازلی دشمن اور اُن سے سخت متنفر تھے کوہ پیری نیز کے تنگ و تاریک دروں کے اندر کمین گاہوں میں نہایت ہوشیاری سے چھپے ہوئے تھے۔ جبتک ہراول گذرتا رہا وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ جب یہ حصہ گذر چکا اور حصہ عقب نے جو ساز و سامان اور لوازمات سفر سے گراں بار تھا آہستہ آہستہ اطمینان سے راستہ طے کرنا شروع کیا تو وہ اپنی کمین گاہوں سے نکل کر یک بیک اُن پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسقدر کشت و خون کیا کہ شائد ایک آدھ فرانسیسی بچا ہو۔ اس خونریزی کو مسیحی مورخ نہایت خوفناک عبارت میں بیان کرتے ہیں۔ اُنکے نزدیک یہ لوگ مسلمان معہ اپنے معاونین بہادران لی اون کے تھے جنہوں نے شاہ چارلس پر اسطرح تباہی ڈالی۔

سپین کے قدیم گیت سے ہمکو دریافت ہوتا ہے کہ اس فسانہ کا نامور بہادر برنارڈو دیتھا جس نے قوم لی اون کے جانبازون کو فرانسیسی فوج کے غارت کرنے کے لیے اسطرح آمادہ کیا۔۔

گیت

برنارڈو تین ہزار سپاہیون کے گروہ کے ساتھ شہر سے جاتا ہے تاکہ ملک سپین کو فرانسیسی تلوارون کا شکارگاہ ہونے سے بچاوے۔ یہ شہر میان دوایسے کے ٹھیک وسط مین واقع ہے۔ یہ چھوٹی سی جمعیت اسوقت یہان سے اسواسطے نکلی ہے کہ سپاہیون کے گذشتہ کا نامون کی شوکت اور شہرت کو اس ابدی تاریکی سے محفوظ کرے۔ گویا یہ سب لوگ زبان حال سے کہتے جارہے ہین "ہمکو خدا نے آزاد پیدا کیا ہے۔ اگرچہ ہم اپنے شاہ چارلس کے معزول ہونے کی حالت مین کوچ کرکے اسکی مطاوعت کا اقرار کررہے ہین مگر تاہم آزادی ہماری صفت خانہ زاد ہے خدا کے حکم سے ہماری امداد اسکے کارآمد ہوگی۔ لیکن خدا نے یہ حکم کبھی نازل نہین فرمایا کہ ہم اپنے بچون کو ایک حلقہ بگوش ملک کے وارث چھوڑ جائین۔ ہم کچھ بزدل نہین ضعیف بازو یا زیردست نہین۔ نہ ہماری رگون مین خون سے استقدر تنزلی ہے کہ اپنا عہد توڑ دین اور کسی بادشاہ یا سلطان سے ڈر کر اپنی آزادی بیچ دین۔ کم سے کم ہم اپنا حق ولادت یا ارث تو ضرور نثار کردینگے۔ اور ہمین یقین ہے کہ قیمت بھی کچھ کم خونریزی کا بدل نہ ہوگی۔ اگر مشیت ایزدی ہے تو شاہ چارلس پھر ایک دفعہ ملک سپین کا بادشاہ ہوگا اور اپنی آنکھون سے دیکھے گا کہ اہل لی اون فضول برانگیختہ نہوئے تھے۔ وہ اس امر کا شاہد ہوگا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح کیونکر جان نثاریان کین اور یہ کہ صرف ہمہی مین ہمت کی دلیری اور جرات منسٹرل ٹیلز (شاعرانہ قصص رزمیہ) کہلانے کی مستحق ہوگی جس شیر نے ہمیشہ دامن لیبیا کے سمندر کو اپنا گذرگاہ پنجۂ قبضہ کیا ہے وہ خاص اپنی پشتینی آزادی اور قدیمی قانون کو کیا آج میدان مین خود قدم رنجہ کیے بدون دیدے گا؟ نہین ہرگز نہین۔ بے غیرت اور بزدل لوگ جسکو بہت سمجھین تحائف طلائی سے خرید کرین۔ مگر مستقل مزاجون اور تقوی لوگون سے جوش کا منطقہ ہونا المفقود ہرگز ممکن نہین"

زبانی مضمون اور فسانون سے مستنبط ہوتا ہے کہ والا ویران لی اون کے بہادر بیرنو جو دولت شاہزادہ السٹریاز کے ساتھ شارلیمین کی متابعت سے انکار کردیا تھا ایک بڑی جماعت ہمراہان اسلام کی بھی تھی جو سپاہ فرانسیسیون کے حصہ عقب کے حق مین اسطرح بلائے آسمانی

بن رہے تھے بلکہ ایک اور تاریخی فسانہ چارلس اور لنیبٹ ہوان کسلنڈ نہ سینڈ وڈ بیپارہ پہتے نوید وتیا ہوتا ہے کہ تیس ہزار مسلمانون کی ایک جری فوج تازہ دم پہنچکر مسیحون پر جو لڑتے لڑتے ازبس شکستہ راندہ ہوگئی تھی قضا کی طرح پڑگئی اور اس قدر کشتون سے پشتہ باندہے کہ بمشکل تمام ایک آدھ ہی جیتا بچا ہوگا۔

غرض اُس روز کا حادثہ اسقدر خوفناک ہے کہ اُسکی یاد اُس ضلع کے دیہاتیون کے دلون پر آج تک کالنقش فی الحجر ہے۔

چنانچہ جب تک انگریزی فوج نپولین کے میترزک اور سپہ سالاران کے تعاقب مین اینٹس ویلی کے درون سے گذر رہی تھی۔ تو سپاہیون نے مرد اور عورتون کے ایک انبوہ کثیر کو اسی واقعہ کی رزمیہ نظم کو گاتے سُنا۔ علاوہ ازین خاص اسپین کے شاعرون اور بھاٹون نے اس معرکہ کے متعلق بہت سے جھوٹ سچ واقعات قلمبند کیئے ہین ان سب سے زیادہ مشہور اور عمدہ امیر البحر گارسی نوز کی نظم ہے جسکو ڈان کوایکروٹ اور سنکو پنیزا نے ٹوبوسو مین گاتے جاتے سُنا اور جو مسٹر ڈنیبر کے اناپ شناپ واقعات سے لبریز تاریخ کے مطابق ہے۔

وھوھندا

”اے فرانس کے دلاورو! رانسیز ملیز کا معرکہ تمہارے لیئے نہایت ہیبتناک ہے کیونکہ اُسمین شاہ چارلس کا نیزہ دو ٹکڑہ ہوگیا۔ تم اُس غیرت خیز میدان کو نفرین و ملامت کرو اُسنے تمہارے بہت سے جانباز بہادرون کو ٹیرفارڈو کے صف شکن نیزہ سے جدوجہد کرتے کرتے لیکر اپنے نامہربان آغوش مین چھپالیا۔ اُسمین شاہ چارلس کا امیر البحر گارسی نوز دشمنون کے ہاتھ پڑا اور اُسکو سات مسلمان بادشاہون نے گھیر کر بطور بندی کے گرفتار کرلیا“

اسکے بعد نظم مین گارسی نوز کی قید کا حال۔ اُسکا اپنے گرفتار کرنیوالے کو ایک تقریب نیزہ بازی مین مار کر انتقام لینا۔ اور وہان سے فرانس کو بھاگ آنے کی مفصل کیفیت نہایت پُرجوش اور ولولا انگیز زبان مین درج ہے۔

رولنڈ جو ایک شایستہ اور مہیب حاکم اور صوبہ برٹانی کے سرحدی اضلاع کا عامل تھا اسی معرکے مین کام آیا۔ شارلی مین کی بابت جو ایک فسانہ مشہور ہے جسکی رُو سے اُس نے بڑی بڑی بہادرانہ کارگذاریان کی ہین۔ اُسمین رولنڈ کو سرلان ہتی آلاٹ کے نام موسوم کیا ہے۔

جبکہ رن رانسسس ویلز مین یہ حادثہ گذر رہا تھا۔ رولنڈ جسطرف لڑائی کا زور تھا شام
تک لڑتا رہا۔ اُسنے اپنی تلوار مسمّی بہ ڈیورنڈا سے بہتوں کو شربت مرگ چکھایا۔ مگر افسوس بدقسمتی
کے سامنے اُسکی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر زخم کاری کھاکر گھوڑے سے گرا اور زمین پر لیٹ گیا۔
اُس کے عزیزوں اور رفیقوں نے اُس کے گرد ایک ماتمی حلقہ باندھ دیا۔ جب رولنڈ نے
یہ حالت دیکھی تو پاؤں پھیلا دیئے اور پیام اجل کا انتظار کرنے لگا۔ مگر پہلے اُس نے اپنی
تلوار نیام سے نکالی اور اُسے ہاتھ میں لیکر کہنے لگا "پیاری تلوار! تیری چمک کی آج دنیا میں
کوئی برابری نہیں کرسکتا۔ تیرا موزون اور پیارا قد۔ حیرت میں ڈالنے والا مزاج۔ تیرا برف سے
زیادہ سفید ہاتھی دانت کا قبضہ جو ایک خوشنما صلیب طلائی سے مزین ہے اور جس کی
چوٹی پر ایک فیروزی سیب نصب ہے اور جسپر خدا کا مقدس نام منقش ہے۔ تجھکو خدا نے
جوہر آبداری اور تمام ظاہری و باطنی خوبیوں سے زینت بخشی ہے۔ پیاری تلوار! اب کون
تجھے اپنا آقا کہے گا۔ جس ہاتھ میں تیرا قبضہ رہا وہ کبھی دشمن کے سامنے نہیں جھکا۔
کبھی کسی جن بھوت سے نہیں ڈرا۔ تجھکو ہاتھ میں لیکر اُسنے بمدد الٰہی کفار کو زیر کیا۔
دین مسیحی کو بلند کیا اور پوری کامیابی حاصل کی۔ اے فتح نصیب تلوار! اے برق وش و
شعلہ رو تلوار! اے بے مثل و مانند تلوار! جسنے تجھے بنایا۔ تیرا نظیر نہیں بنایا۔ تیری ضرب
سے کبھی کوئی سلامت بچکر نہیں گیا" یہ کہکر رولنڈ نے اس خوف سے کہ مبادا کہ اوسکے
پیارے ڈیورنڈا مشرکین میں سے کسی کے ہاتھ پڑ جائے۔ فوراً ایک قریب کے پتھر پر
اسقدر زور سے مارا کہ اُسکے پرزے پرزے ہوگئے۔ اس کے بعد اُس نے اپنا نرسنگھا
بجایا۔ جسکی بلند آواز تمام ترایوں پر غالب ہوگئی۔ رولنڈ نے اسوقت اُسکو اسقدر زور سے
پھونکا کہ اُسکی گردن کی تمام رگیں پھٹ گئیں اور قرنا کی مہیب آواز کوہستانی دروں اور
چٹانوں سے ٹکرا کر گونجتی غائب ہوگئی۔ اور ایک طرفۃ العین میں اس مصیبت ناگہانی سے
شہنشاہ چارلس کے کانوں تک پہونچی۔ جو اپنے لشکر کے حصہ عقب سے آٹھ میل آگے
خیمہ زن تھا۔ شاہ چارلس اس محیر مصیبت آواز کا جواب دینے ہی کو تھا کہ ایک کمبخت دغاباز
نے یہ بیان کرکے کہ رولنڈ شکار کے لیئے گیا ہے اُس کے دل سے شبہ رفع کر دیا۔ اور اُسکو
اپنے نمک حلال و جان نثار سردار کی دستگیری سے باز رکھا۔ آخر رولنڈ نے اُسی بیکسی میں
تڑپ تڑپ کر مستغرق بخیال الٰہی و معترف بجرائم خود ہوکر جان جان آفرین کو سونپ دی۔

متعلقہ باب ۲ صفحہ ۱۴
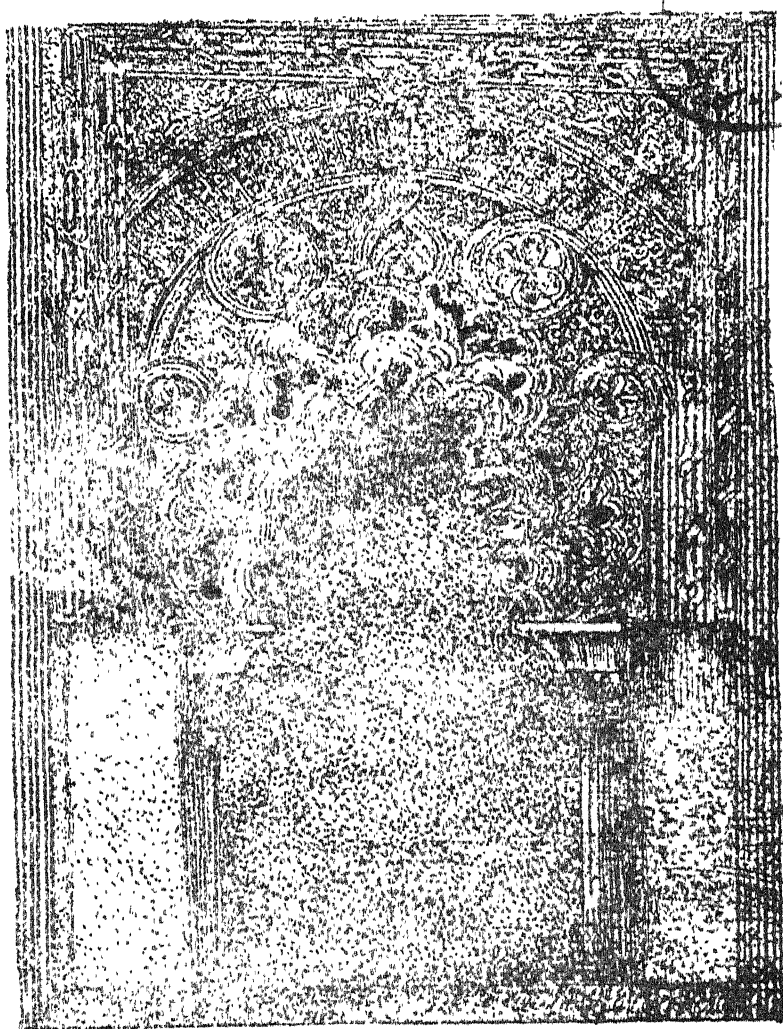
الجعفریہ واقع سارا گوزہ کی ، ایک محراب

ادہر فرانس کے ایک سردار بالڈون نے بھاگ کر چارلس کو اس حادثہ اور رولنڈ کی موت کی خبر دی - یہ سنتے ہی چارلس واپس ہوا - اور راسنس وایز کے درون میں پہنچکر دیکھا کہ تمام زمین فرانسیسی بہادروں کے خون سے سرخ لباس پہنے ہوئے تھی - اور اوسکا جانباز سورما اپنی پیاری تلوار کے پرزے اور قرنا پہلو میں لیئے بشکل صابیت کی خاموش نیند سو رہا ہے - یہ بیکسی کی حالت دیکھکر چارلس کا دل نہ رہ سکا اور بے اختیار ہو کر ماتم کرنے لگا - کبھی گریہ وزاری کرتا تھا - کبھی کف افسوس ملتا تھا - کبھی منھ نوچتا تھا اور نوحہ کرتا تھا " اے اپنے بادشاہ کے قوت بازو - اے فخر فرانس شمشیر برہنہ - اے رائت گردن فراز واے سینہ بند آہنین سینہ سپر ممالک - امین ملتہ المسیح - آفت جان اسلام - پشت پناہ فقہا - ملجائے و ماوائے بیوگان و یتامی - اے راست باز او منصف مزاج حاکم - فرانسیسیوں کے مشہور بہادر سردار - ہمارے فوجی شجاعوں کی ناک ! کیا قتل ہونے کے لیئے میں نے تمہیں پیچھے چھوڑا تھا - آہ میں تمہیں اپنی آنکھوں سے مردہ دیکھتا ہوں اور خود زندہ ہوں - افسوس ! کیا تم مجھے بیکسی و بیچارگی کا داغ دیجاؤگے - مجھے ایک بے دست و پا بادشاہ چھوڑ جاؤگے لیکن ہمارے آسمانی باپ کے تقرب - اور شہدا و ملائکہ کی صحبت نے تمہیں ان باتوں سے مستغنی کردیا ہے "

ع

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

ایسی الگداز زبان میں چارلس نے اپنے مقتول سردار کی نوحہ خوانی کی - اوس مع حشم و خدم اوسی جگہ منزل کی - اور نعش کو انواع و اقسام کے مصالحات اور خوشبویات سے معطر کرکے تمام فرانسیسی شب بیداری کرتے رہے اور مقتول کی عزت میں اردگرد کے ٹیلوں پر روشنی کرکے اور مذہبی گیت گا کے صبح کے سپیدہ دم نعش لیکر روانہ ہوئے اور منزل پر پہنچکر مراسم شاہانہ کے ساتھ مدفون کردیا - یہ خوفناک اور منحوس دن ہر ایک فرانسیسی سردار اور نامور بہادر یہاں تک کہ رولنڈ کو بھی ساتھ لیکر اس طرح ہمیشہ کے لیئے افق کی تاریکی میں چھپ گیا - اور اپنا نام ایک لرزانے والے خوف سے یاد کیئے جانے کے لیئے صفحۂ روزگار پر چھوڑ گیا - دنیا میں کبھی خفیف سے حادثہ پر اسقدر رزمیہ نظم اور گیت تصنیف نہیں ہوئے جسقدر کہ اسپر - یہ معرکہ باعتبار اپنے بھیانک واقعات کے دامن پیری نیز میں دوسرا معرکہ تھرماپولی[1] تھا +

[1] یونان کی نہایت مشہور لڑائی ہے -

تیسرا باب

"باشندگان اوندلس"

۷۳۲ء مین چارلس مارٹل کے معرکۂ ٹورز نے یورپ مین مسلمانون کی فتوحات کو ہمیشہ کے
لیئے محدود کر دیا - اس کے بعد اُنھون نے پھر کبھی آگے بڑھنے کی جرأت نہین کی - بلکہ اپنے
نو مفتوحہ بلاد کے نظم و نسق مین مشغول ہوگئے - اور شارلی مین کے خفیف مگر مشہور حملہ کے بعد
قریباً تین سو برس تک پوری دلجمعی و اطمینان سے اُسپر حکومت کرتے رہے - اسمین شک نہین
کہ معزول شدہ خاندان گاتھ کے وُرثا اپنے کوہستانی اضلاع مین نہایت ثابت قدمی سے
خودسری اور سرکشی پر اڑے رہے بلکہ وقتاً فوقتاً اپنی [illegible] سلطنت کے [illegible]
کرتے رہے - مگر ان حملون سے تکلیف دہ ہونے کے ساتھ ایسا محسوس اثر کبھی پیدا نہین
کیا جو مسلمانون کی وسیع و بسیط سلطنت کے لیئے کوئی مہلک ہوتا - تا آنکہ گیارہوین صدی
کے آغاز مین فاتحان اسلام کو اضلاع شمالیہ کی خودسر گورنمنٹ ایک مرض لاعلاج اور آفت ناگزیر
سمجھکر تسلیم کرنی پڑی - کیونکہ اسمین چارہ کار قتال کا رت زیادہ قیمتی تھا - چنانچہ اضلاع گلیشیا
لے اون - کسٹائل - بسکیان اپنے مسیحی بھائیون کو دیکر بہترین اضلاع پر خود قناعت کی
اور یہ شرط ٹھیری کہ مسیحی اپنے غیر آباد ویرانون اور چٹانی درون پر آزاد حکومت کے مزے لین
مگر مسلمانون کے سرسبز اور خوشگوار اضلاع جنوبی اور مشرقی کی پُر لطف حکومت مین کبھی خلل انداز
نہ ہون - آٹھوین صدی سے جبکہ اسلامی سلطنت ہمیشہ کے لیئے ایک مرتبہ محدود ہوئی اور
گیارہوین صدی تک جبکہ مسیحی طاقت کا عروج شروع ہوا - جانبین کے مقبوضات کی ناتمام
اور شکستہ حد بندی - سلسلۂ سراڈی گاڈاراما کرتا رہا جو ملک پرتگال مین کوامبرا سے شمال
مشرقی سیدھ مین جلکر بل کھاتا ہوا فرانگوزا پر ٹھیر جاتا ہے - فرانگوزا سے ملک کی غائیت مشرقی
حد تک دریاے ابرو اس سد کو تمام کرتا تھا - غرضکہ ایک پہاڑ اور ایک دریا نے بیچ مین پڑکر
متنازعین کا فیصلہ کر دیا تھا -

اس طرح مسلمان تو ٹیگس - وادی الکبیر اور وادیانہ کے شاداب وادیون کے مالک تھے
جنکے صرف نام ہی اپنے فاتحان عرب کا قبضہ ثابت کرتے ہین - علاوہ ازین صوبہ اوندلس بھی
مع اپنے عظیم الشان اور خوشنما شہرون کے اُنہی کے قبضہ مین تھا جسکی دولت - تجارت

اور خوش آیند آب و ہوا کی قدرتی بخششین عہد رومن سے آج تک مشہور چلی آتی ہین۔ اصل مین
تقسیم گویا قسام ازل ہی نے کر دی تھی۔ کیونکہ جغرافیہ کے لحاظ سے بھی دونون حصے بوجہ
اختلاف آب و ہوا ایک نامعلوم قدامت سے ایک دوسرے سے جُدا چلے آتے تھے شمالی حصہ
بغایت سرد۔ کسل انگیز۔ تیز برفیلی ہواؤن کا گذرگاہ۔ طوفان خیز بارشون اور سخت برودت کا نشانہ
گو سرسبز چراگاہون سے لبریز مگر بیشتر ناقابل زراعت ہے۔ جنوبی حصہ بھی اگرچہ افریقہ کی گرم اور
تند ہواؤن سے محفوظ تو نہین مگر فی الجملہ فرحت افزا ہے۔ سرسبز و شاداب اور خوب قابل زراعت
ہے۔ دونون حصون کی حد فاصل یہی سطح مرتفع اعظم گو حسن اتفاق سے مسلمانون ہی کے حصہ مین
آیا۔ مگر اُسکا قبضہ فریقین مین ایک امر متنازعہ فیہ اور اس لیئے ہمیشہ غیر محفوظ رہا۔ عربون کو جو موذت
و حرارت آفتاب پر گویا عاشق تھے ان سطحات مرتفع کی برودت نیز بلندی سخت ناگوار تھی چنانچہ
انکو انھون نے اپنی اُن بربری رعایا کے سپرد کر دیا۔ جو اول ہی اول طارق کے ساتھ یہان
آئے تھے۔ اور جن کی اُن عربون کے نزدیک چندان وقعت نہ تھی۔ جو ملک کی فتح سے بہرہ مند
ہورہے تھے۔

اس جزیرہ نما کے دو تہائی حصہ مین جسکو کارپردازان قدرت نے اُن کی بود و باش کے
لیئے مخصوص کر دیا تھا اور جسکو وہ اندلس کے نام سے موسوم کرتے تھے اور ہم تمام جزیرہ نما سے
متمیز کرنے کے لیئے اینڈیلوسیا سے کرینگے۔ اہل عرب نے وہ عظیم الشان اور بدیع المثال سلطنت
قایم کی جو وسط زمانہ مین تمام یورپ کو حیرت مین ڈال رہی تھی۔ اور جسنے ایسے نازک وقت مین
جبکہ تمام بر اعظم پر وحشیانہ جہالت اور باہمی ستیزہ آرائیون کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مغربی دنیا کے
ہر ملک کو علوم و شائستگی کے آفتاب کی تابندہ اور درخشندہ شعاعون سے منور کر دیا تھا۔ ہرگز
یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وحشی قومون کی طرح اہل عرب بھی اپنے ساتھ ظلم آفرین تہدید اور نفرت انگیز
بربادی لائے تھے۔ نہین بلکہ برخلاف جو بات اندلس کو اپنے فاتحان عرب کی منصفانہ اور مدبرانہ
حکومت مین حاصل ہوئی۔ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ ہمکو سخت حیرت ہے کہ ملکداری کا یہ
اعلےٰ سلیقہ سیاست مدنی کے یہ پسندیدہ اصول اُن کو حاصل کہان سے ہوئے۔ ظاہرا تو وہ
سیدھے عرب کے ریگستانون سے اُٹھے چلے آتے تھے۔ مزید براین اُن کی فتوحات کی تیز قدمی
کرنیوالی اور اولوالعزم ترقی نے اُن کو کبھی اسقدر فرصت بھی نہین دی کہ غیر قومون پر حکمرانی کی آئین
سیکھتے۔ البتہ اُن کے مشیرون اور صلاحکارون مین بعض یونانی اور ہسپانی تو ضرور تھے۔ مگر صرف

اسقدر ثبوت سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا)۔ کیونکہ انہی معدودے چند مشیروں کی حسن تدبیر سے
کسی اور جگہ (شاید یونان میں) ایسے عمدہ نتائج پیدا نہیں ہوئے۔ اور نہ ہسپانی مشیر باوجود اپنی استعداد
مستحکم ہونے کے گاتھ کی تشدد آمیز حکومت کو رعایائے اسپین کے لئے قابل برداشت کرسکے۔ برعکس
اس کے مسلمانوں کے زیر حکومت لوگ فی الجملہ اسقدر خوش اور آسودہ حال تھے جس قدر کہ ایک
مفتوح قوم اپنے فاتحان غیر مذہب و غیر ملت کے زیر حکومت ہو سکتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ
اپنے ہم مذہب و ہم مشرب شاہان گاتھ کے عہد سے اب بدرجہا زیادہ خوش و خرم تھے۔ آغاز
حکومت میں مسلمانوں کو جو دقتیں پیش آئیں ان میں مذہبی اختلاف کی دقت اول درجہ پر تھی مگر
بعد کو یہ بھی دقت مفقود اور وبال جان ہو گئی تھی۔ اہل اسپین در اصل سچے سُنت پرست تھے۔ کیونکہ
قسطنطین نے جس نئے مذہب کی اشاعت ملک میں کی تھی اس نے ان پر نہایت خفیف اثر کیا تھا
چنانچہ ابتک کئی لوگ بُت پرست روما مذہب رکھتے تھے۔ قطع نظر اسکے اہل اسپین کو مذہب
کی چنداں احتیاج نہ تھی جو کچھ چاہتے تھے وہ صرف یہ تھا کہ کوئی ایسی روک ہو جس سے
ان کی دنیاوی زندگی اطمینان اور فارغ البالی سے بسر ہو۔ اور یہ بات انکو اس نئے عہد میں
حاصل ہو گئی تھی۔

شروع شروع میں اگرچہ انقلاب سلطنت کے صحیح اور لازمی نتائج یعنی فتنہ و فساد کا ایک
مختصر دور دورہ اور اسوجہ سے چاروں طرف تاخت و تاراج کشت و خون اور آتشزدگی کا بازار
گرم رہا۔ مگر تھوڑے دنوں میں ان خرابیوں کا بہت جلد انسداد کر دیا۔ چنانچہ امن و امان قائم ہونے
کے بعد رعایا نے خلاف توقع اپنا حال بہ نسبت بہتر پایا۔ بلکہ کچھ عرصے کے بعد ان کو پورا یقین
ہو گیا کہ یہ تبدل مذہب اور انقلاب سلطنت ان کے حق میں ہر گونہ مفید ہے۔ گورنمنٹ اسلام
نے ان کو عام اجازت دیدی کہ اپنے قدیم قوانین بدستور جاری رکھیں اور اپنی ہی قوم میں سے
مجسٹریٹ منتخب کریں۔ چنانچہ وہ خود عدالت گستری کرتے تھے۔ ٹیکس وصول کرتے تھے۔ اپنے
باہمی قضیے فیصل کرتے تھے۔ وہی بزرگ (رؤسا) جو کہ قطع کر دی ہیں جمیع اخراجات سلطنت کے
ذمہ وار ہوتے تھے۔ اب صرف ایک ہلکا سا ٹکس یعنے جزیہ ادا کرتے تھے اور باقی ہر طرح بری الذمہ
تھے۔ البتہ اراضی مزروعہ رکھنے کی حالت میں انہیں کچھ خراج بطور زرلگان بھی دینا ہوتا تھا۔ جزیہ کا
اندازہ اداکنندگان کی حیثیتوں پر منحصر تھا۔ بارہ درہم سے اڑتالیس درہم یا تین پونڈ یعنی تیس روپیہ
سے بارہ پونڈ یعنی ایک سو بیس روپیہ تک فی کس فی سال واجب الوصول تھا۔ اور صرف
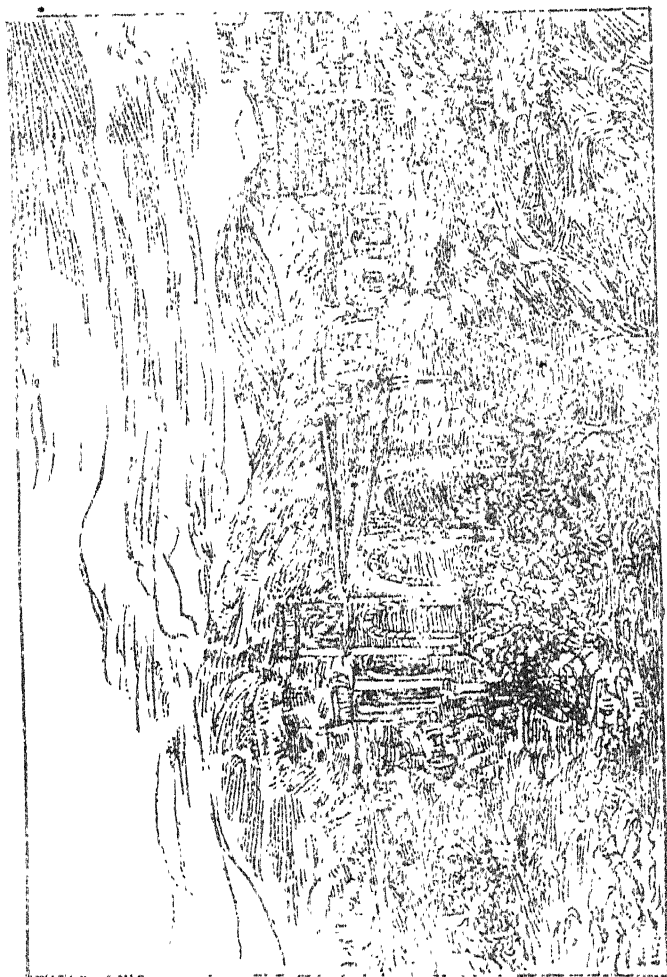
غیر از اسلامیان یعنی مسیحیون اور یہودیون تک محدود تھا - اسکے برخلاف زر لگان یا یون کہو کہ
زر مالگذاری جسکی شرح زمین کی حیثیت اور پیداواری پر منحصر تھیں - اسلامیان اور غیر از
اسلامیان سے یکسان لیا جاتا تھا جب کہ قاعدہ سے گورنمنٹ اسلام نے ہر قسم کے حقوق و
حبوب بابت امصار اور املاک بدستور سابق تسلیم کر لئے - صرف اراضیات وقف چرچ اور
وہ جاگیرین جن پر پہلے پناہ گزینان کوہستان شمالیہ کی قابض تھے - ضبط کر کے اُنہی حلقہ بگوشان
مزارعین کو جو پہلے سے کاشت کرتے تھے بطور ہبہ دیدین - ان مزارعون کو بجائے زر لگان
پیداوار زمین کا ایک خاص حصہ یعنی ۱/۳ سے ۱/۴ تک اپنے نئے زمینداروں کو دینا ہوتا تھا
باقی ہر طرح ازاد تھے - علاوہ ان آسانیون کے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ مسیر بلہ اور
اوری ہیولا وغیرہ شہرون کے باشندون نے اپنی حسن خدمات اور لیاقت سے گورنمنٹ اسلام
کو خاص خاص حقوق تفویض فرمانے پر راضی کیا - اور بادائیگی ایک محصول مقررہ ہر قسم کی
اشیائے آمد و برآمد اور پیداوار زمین سے مستفید ہونے کی اجازت حاصل کی - خلاصہ یہ کہ جزیہ کے
علاوہ مسیحیون پر اور کوئی گرانبار ٹیکس نہ تھا اور اگر تھا تو اُن کے حریف مسلمانون پر اُن سے
پہلے تھا - بلکہ حق انتقال جائداد جس کے عہد گاتھ میں وہ مطلقاً مجاز نہ تھے اسی مبارک
عہد میں حاصل ہوا - مذہبی آزادیون میں اُنھیں کسی قسم کی شکایت ہی نہ تھی - ص - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - ص - کیونکہ برخلاف شاہان گاتھ کے جنہون نے یہودیون کو طرح طرح کی
اذیتین دینے کے علاوہ اُن سے جبراً اقبالِ مذہب کرایا تھا - مسلمانون نے مسیحیون کو
اُن کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ جس چیز کی چاہین پرستش کرین اور جسکو چاہین معبود بنائین -
چنانچہ جزیہ کی رقم بیت المال کا اسقدر مبارک اور قیمتی حصہ خیال کی جاتی تھی کہ سلاطین
قرطبہ ایسے سرگرم واعظین اسلام کو بہ نسبت جرأت دلانے کے باز رکھنے کی طرف زیادہ
مائل تھے جو سلطنت کو اسدرجہ کثیر المنفعت وسیلہ آمدنی سے محروم کرنے کی کوششون مین
لگے رہتے تھے - اس پالیسی کا آخری نتیجہ ہوا کہ مسیحیون نے حکومت اسلام کو بطیب خاطر
قبول کر لیا - اور اس عہد گاتھ یا فرانسیسی عہد پر کھلم کھلا ترجیح دینے لگے - حتیٰ کہ اُن کے
پریسٹ یعنی مذہبی سردار بھی جن کا زور اب بہت گھٹ گیا تھا - موجودہ انقلابات اول اول
کچھ یونہی بجائے نام برہم ہوئے جنکی تصدیق قدیم افسانہ آئی سی ڈورا یا آدیجا سے ہو

سنہ ۵۶۷ء مین بمقام قرطبہ تصنیف ہوا تھا خوب ہوتی ہے۔ افسانہ مذکور مین نیک دلینت بہت
ایسے نامبارک صلاحت سے بھی آزردہ نہیں ہوا جو متقود والخیر یا یون کہو کہ مرحوم شاہ ادارزق
کی بیوہ اور موسے کی بیٹی کے نکاح سے پیدا ہوا تھا۔ اس سے بھی بڑھکر مسیحیون کا اپنے
فاتحون سے خوش رہنا اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی آٹھ متواتر صدیون کی حکومت
مین مذہبی بنا پہ ایک دفعہ بھی بغاوت نہیں ہوئی۔

اور تو سب کچھ تھا ہی مگر یہ انقلاب سلطنت بجارت غلامون کے لیئے زیادہ مبارک
ہوا جو گاتھ اور رومن کی سختیون سے از بس تنگ آگئے تھے۔ ضابطہ غلامی بشرطیکہ ایک
متشرع مسلمان کے اختیار مین ہو۔ اسلام کا نہایت نرم اور شائستہ قانون ہے۔ کیونکہ
رسول عربی (صلعم) جب عرب کے اس قدیم قانون کی تنسیخ نکر سکے جو عربی طرز معاشرت
کے لیئے ہر طرح مضر ہوتی۔ تو اسکو سہل کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ چنانچہ انکا
قول ہے کہ "تمہارے ابنائے جنس کو خدا نے تمہارا زیردست بنایا ہے۔ پس جس شخص کے
مقدر مین خدا نے اپنے ابنائے جنس کا زیردست ہونا لکھدیا ہے۔ چاہیئے کہ جو کچھ خود کھاؤ
وہی اُسے کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہی اُسے پہناؤ۔ اور ہرگز ایسے ایسے کام کی تکلیف نہ دو جو
اُسکی طاقت سے باہر ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو شخص اپنے غلام کو بُری طرح رکھیگا ہرگز بہشت مین نہ داخل
ہوگا" اسلام کے اخلاقی اصول مین سب سے زیادہ مستحسن اور پسندیدہ غلامون کی آزادی ہے
جس کے قایم کرنے کی علت غائی بالخصوص یہی تھی کہ بعض غیر واجب اور خلاف انصاف
سختیون کا مرافعہ ہوجائے۔ خاص اندلس مین وہ غلام جو ایسی زمینون پر متعین تھے جو اب
مسیحیون سے مسلمانون کے پاس منتقل ہوگئی تھین قریب قریب مزارعین کی حیثیت
رکھتے تھے۔ اُن کے مسلمان زمیندارون نے جن کا پیشہ سپہ گری تھا اور جو کاشتکاری
اور محنت کشاورزی کو ذلیل سمجھتے تھے۔ اُن کو زمینون پر کاشتکار دخیل کار تسلیم کرکے بہ شرط
کرتے تھے کہ بجائے زرلگان ہر سال پیداوار ارضی کا ایک معمولی حصہ دیدیا کرین۔ اسی طرح مسیحیون
کے غلام بھی پہلے کی طرح بالکل مایوس اور ہمیشہ کے لیئے حلقہ بگوش نرہے تھے۔ اُن کے
لیئے بھی آزادی کا نہایت آسان اور سیدھا راستہ موجود تھا۔ صرف اتنی تکلیف اُٹھانا ہوتی تھی
کہ کسی عزیز مسلمان ہمسایہ کے پاس جاکر کلمۃ الاسلام (اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و
اشہد ان محمد الرسول اللہ) باواز بلند پڑھدین اور آزاد ہوجائین۔ کیونکہ اسلام

قبول کرنے مین آزادی لازمی تھی پس ایسی صورت مین اسپین کے غلام مشرف باسلام
ہوکر حریت یعنی آزادی کے لیئے اگر سرگرم اور شوقین تھے تو کیا تعجب تھا - افسوس کہ تھلاک
پریسٹ ہی نے اُن کے داون کو برکات نصرانیت سے لبریز کرنے مین بہت کم تکلیف
اُٹھائی تھی - اُن کو اپنی ملک جایداد کی نگرانی انتظام اور فرقہ امرا کی روحانی تعلیم سے اتنی فرصت
کہان تھی کہ اِن نادا قفان حقیقت کے روحانی تشتتہ رفع کرکے اپنا فرض منصبی پورا کرتے - ادہر
نیم بت پرستی - نیم نصرانیت کو ترک کرنا اور اسلام کے اصول جو اسیقدر غیر معقول تھے قبول
کرنا محکوم اور غلامی پسند دلون کے لیئے کچھ ایسی مضبوط کشش نہ تھی - اسلام کے نئو عقیدتمند
نہ صرف فقد غلامان ہی تک محدود تھے بلکہ اکثر بڑے بڑے جاگیردار اور معزز رئیس بھی اسکی
ارادتمندی کا دم بھرتے تھے جس سے شاید با تو جزیہ سے بچنا یا اپنی جاگیردان کو محفوظ رکھنا مقصود
تھا اور غالبًا یا یہہ کہ وہ درحقیقت اِس آخری دین توحید کی سادہی عظمت کو دل سے پسند کرتے تھے
مگر ان تارکان ملت یا یون کہو کہ نو مسلمون نے سلطنت مین آخرکار رخنہ اندازی کی جیسا کہ ہم آیندہ
بیان کرینگے - مسلمان ہونے سے حسب قاعدہ وہ اگرچہ متساوی العزت اور ہم مرتبہ شمار کیئے
جاتے تھے مگر حقیقت مین اُن کو وہ آزادی اور وہ مراعات حاصل نہ تھین جو اصل عربونکو تھین
بلکہ گورنمنٹ کے نزدیک خارج از ملازمت اور غیر معتبر تھے اور اُن لوگون مین شمار کیئے جاتے تھے
جو رکابیا مذہب رکھتے ہین اور دین کو دنیا کے عوض بیچ دیتے ہین - یہ امتیاز اور تفریق مدارج
بالآخر رفع تو ہوگئے مگر ملک مین خرابی ملک طغیانیان پیدا کیئے بدون رفع نہ ہوئے -

یہان تک قوم مفتوح کو تعلق تھا - حکومت اسلام اُن کے لیئے باعث بہبودگی ہوئی -
کیونکہ اِس نئے عہد مین تمام اُمرا اور مزاوران گرجا کی غیر محدود جاگیرین اور ناجائز مقبوضات
ضبط ہوکر چھوٹی چھوٹی ملکون کی شکل مین بدل گئے - بڑے بڑے رؤسا گرانبار ٹیکس کی ذمہ داریون سے
بری ہوگئے اور ٹیکس صرف جزیہ رہ گیا جو غیر از اسلامیان سے بعوض حفاظت از حملہ آفات ارضی لیا
جاتا تھا اور لگان اراضی تک جو اسلامیان اور غیر از اسلامیان سے یکسان لیا جاتا تھا محدود
ہوگیا - اور جس طرح غلامون کو آزاد کرنے کے لیئے دور و نزدیک کوششین کی گئین - اسی طرح
غلام رہنے کی صورت مین اُن کی حقیقتاً اصلاح حال کرنے مین بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین
ہوا چنانچہ فرقہ آخر الذکر اپنے مسلمان زمیندارون کے ماتحت جو خود کاشت نہ کرتے تھے قریب قریب
خودمختار یا حصہ دار کاشتکار بن گیا تھا -

مگر فاتحین کی حالت ایک طرح عام خیال کے برخلاف تھی۔ اس سے زیادہ کوئی غلطی نہین کہ اہل عرب کو جو اسقدر حیرت مین ڈالنے والی تیز ترقی سے آدھی مہذب دنیا مین پھیل گئے تھے ہم کسی پہلو پر ایک قوم متحد تصور کرین۔ سچ یہ ہے کہ یہ تصور اسقدر بعید از حقیقت ہے کہ اگر حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رسول عربی باوجود اپنی تمام نادر الوجود حکمت عملی اور اُس مسلم الثبوت کمال کے جو پیغامبری یا سفارت کی دلکش شکل مین دنیا کی نہایت مخالف قومون کو باہم شیر و شکر کر دیا کرتا ہے۔ بحین حیات اور بہ نفس نفیس کوشش کرتے تو اہل عرب مین اتفاق و اتحاد کا صرف ایک نمونہ پیدا کر سکتے۔ اہل عرب کیا تھے؟ بہت سے مخالف فرقون اور قبیلون کا ایک مجموعہ تھا جن مین سے اکثر کئی کئی پشتون سے باہمی ستیزہ آرائیون اور خونریزیون مین مشغول چلے آتے تھے۔ اور جو تمام گروہی حسد سے اسدرجہ مغلوب تھے کہ یہ جوش اُن کے دلون سے پوری طرح کبھی رفع نہوا۔ اگر نو پیدا سلطنت اسلام صرف عرب کے ریگستانون اور میدانون تک محدود رہتی تو کچھ شک نہین کہ ان فرقون اور قبیلون کی باہمی مخالفت اُسکو بہت جلد متزلزل کر دیتی چنانچہ اس دعوے کے ثبوت مین یہی دلیل کافی ہے کہ حضرت محمد صلعم کی وفات کے ساتھ ہی عموماً تمام قبائل عرب ایک دوسرے سے برگشتہ اور سرکش ہو گئے تھے۔ اسلام کو استحکام اور اشاعت اُسیوقت حاصل ہوا جبکہ اُسکے پیروون نے سپاہیانہ ٹھاٹ بدلا اور جہاد پر کمر باندھی۔ اور جب یہ ہوا تو فتوحات کی سریع الرفتار ترقی نے مذہب کو بچا لیا۔ چنانچہ اہل عرب کچھ دنون کے لیے اپنی آپس کی لڑائی جھگڑے چھوڑ کر لوٹ مار کی گرم بازاری مین شریک ہونے کے لیئے تیار ہو گئے اور اگرچہ اُن کی اس کمربستگی کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے مقابل دشمنان خدا اور رسول خدا تھے۔ پس اُن کے نزدیک گویا یہ ایک جہاد تھا اور جو شخص جہاد یعنی راہ خدا مین جان دیتا ہے وہ یقیناً شہید جام شہادت سے شاد کام ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ دین اللہ کی اشاعت مین جو اُن کو اسقدر جوش و خروش تھا اُس کی ایک وجہ قیصران روما اور خسروان فارس کے مالا مال خزانون۔ اردگرد کی سلطنتون کے زرخیز صوبون اور دولتمند شہرون کی طمع بھی تھی۔

فتوحات کی شہر آشوب ترقی ابھی پورے اطمینان و استحکام سے مبدل نہوئی تھی کہ قدیم مخالف گروہ اور قبیلے جو موجودہ ترکتازیون اور اُن کی منفعتون مین مصروف ہونے کے سبب اپنا قدیم سبق بھول گئے تھے۔ پھر تیغ و سپر ہو بیٹھے۔ ان کی باہمی عداوت اور گروہی مخالفت

کی آگ جملہ اطراف واکناف بلاد نو مفتوحہ مین آناً فاناً پھیل گئی - حتی کہ خلیفہ دمشق بھی
اُس کے اثر سے نہ بچ سکا - چنانچہ دور و دراز صوبون کے گورنرون کا عزل و نصب صرف
اسی ناجائز جوش پر مبنی تھا - بالخصوص صوبہ اوندلس مین جہان کے گورنر یا یون کہو کہ
"امیر اوندلس" کا تقرر یا تو گورنر افریقہ یا خاص خلیفہ دمشق کے اشارہ سے ہوتا تھا - اِس
تفرقہ نے حکومت اسلام کے اوّل پچاس برس تک ملک کے آرام و انتظام مین سخت
رخنہ اندازی کی - گورنرون کا عزل و نصب یا تو اُس فریق کی مرضی سے موافق ہوتا تھا
جو عنان حکومت فریق مدینہ مین سے کسی کے ہاتھ مین نہ دیکھ سکتا تھا - یا کسی شخص من قبیل
کے کو پسند نہ کرتا تھا - یا خیل مین کے کسی ممبر کے تقرر پہ سخت معترض تھا - اور تاریخ اسپین سے
ہمکو خوب دریافت ہوتا ہے کہ عہد اسلامیہ مین اوّل سے آخر تک یہ زبون اثرات سلطنت
کو کس درجہ نقصان پہونچاتے رہے ہین -

علاوہ اُن متعدد خرابی جتھون کے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اسلامی اسپین یا اندلس
مین ایک اَور ایسا ہی قوی دست اور غالب گروہ بھی تھا جو قابل بیان ہے - یہ تو ظاہر ہے
کہ فتح اسپین صرف اولوالعزم طارق اور اُسکے بربری دلاورون کے ہاتھون سے ہوئی تھی -
اسیواسطے اُن لوگون کو سلطنت کے نئے انتظامات مین ترجیح و تقدم تھا - بربری اسپین
کے رومن تہذیب یافتہ باشندون کی طرح متنزل اور خستہ حال نہ تھے بلکہ مذاق زندگی سے خوب
واقف اور سپاہیانہ جوش رکھتے تھے - وہ قدرتی سنگلاخ قطعے جو مصر اور بحر ظلمات کے درمیانی
میدانون مین ایک مہیب سلسلہ بندی کرتے چلے گئے ہین - اُن کے قلعون مین انہی بربریون
کے بے شمار اور مشہور بہادر قبیلون نے باہم ملکر اہل عرب کا استدر سخت مقابلہ کیا تھا کہ فارس
اور روما کی قوی ہمدوان فوجین بھی نہ کرسکی تھین - اکثر طریقون مین وہ اپنے حملہ آورین کی مشابہ
تھے - چنانچہ اہل عرب کی طرح وہ بھی مختلف قبیلون اور فرقون پر منقسم تھے - جمہوری طرز حکومت
پسند کرتے تھے - عالی خاندانون کی عزت کرتے تھے - ناتربیت یافتہ اور وحشی قومون مین
جمہوری سلطنت کے خوفناک آثار بہت سے داخل ہوئے - حتی کہ اُن کے جنگ و جدل
کا طریقہ بھی عربون جیسا تھا - سترہ برس کامل - یہ دونون خانہ بدوش قومین زور آزمائی کرتی
رہین - اور اگرچہ بالآخر پالا عربون ہی کے ہاتھ رہا - مگر بزور شمشیر نہین بلکہ فریق ثانی کی رضامندی
سے - چنانچہ بربریون نے اُن کو اجازت دیدی کہ وہ عمل مند رہے تو بیب اپنا دارالحکومت

بنائین اور بے تکلف دربار کرین۔ مگر اُن کی متفرق خودسر حکومتون سے کچھ تعرض نہ رکھین اور
نہ اہل ملک سے کسی طرح کا غلامانہ برتاؤ کرین۔ بلکہ اُن کو اپنا بھائی سمجھین۔ یہ برادرانہ طریقہ کچھ
عرصہ تک بے شک مفید اثر پیدا کرتا رہا۔ اہل بربر نے جن کی ضعیف الاعتقادی ہمیشہ سے
مشہور تھی۔ اور جو کسی نئے مذہب کے قبول کرنے پر ہر وقت بخوشی تیار رہتے تھے دعوت اسلام
اسقدر ذوق و شوق سے منظور کی کہ اہل عرب کی قوی الاعتقاد طبیعتین بھی اُن کے دلون مین
یہ جوش نہ پیدا کر سکتین۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ مین تمام بربر اختلافات مذہبی کا گویا مخزن بنگیا
اور اسلام کے خشک اور بیرنگ اصول اُن پرجوش مگر مخفی اصول مین شامل ہوگئے جو
وسوسہ پسند اور کمزور طبیعتین اور مذہبون کی طرف خواہ وہ کیسے ہی ہون اکثر منسوب کردیا کرتی
ہین۔ اور مذہب اسلام کے آزاد خیال پیرون نے (یعنی وہ حضرات جو اُسکے پاک اصول مقررہ کا
اتباع لازمی نہین خیال کرتے) جب عرب جیسے راسخ العقیدت اور دیندار ملک مین اپنی کسادبازاری
دیکھی اور وہان سے نکال دئیے گئے۔ تو یہان چونکہ اُنھون نے اہل بربر کے سادہ لوح دلون کو
اپنے اصول کے نقش و نگار قبول کرلینے کے زیادہ قابل پایا۔ مذہبی جوش سے متاثر ہونے کی
بھی استعداد جو شروع مین اسقدر باعث انقلاب ہوئی تھی کہ صرف طارق نے بارہ ہزار جوانون
سے تمام ملک اسپین کو مرید بنالیا تھا۔ اب بھی باعث ترقی ہوئی۔ غرضکہ اہل بربر کے ضعیف
اعتقاد دلون پر مارابوت[1] اب اسقدر مضبوط اور پائیدار اثر پیدا کرنے لگے کہ اُن کی خودسر
حکومتون کے اُلوالعزم سردارون یا خاص عربی گورنرون سے بھی ممکن نہ تھا۔ اُن کو اپنے محراب و منبر
کے گرد حیرت و استعجاب سے تکتے ہوئے ارادتمندون کا ہجوم کرنے کے لیئے کچھ ایسی بہت
قوی کشش کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ صرف چند جھوٹی سچی کرامات کافی تھین۔ ہر دل عزیز بننے اور
تسخیر القلوب کرنے کا یہی طریقہ عربی گورنرون نے اس عمدگی اور صفائی سے اختیار کیا کہ گویا
یہ اُنھی کا ایجاد تھا۔ یعنی جب اُنھون نے ایک معمولی پریسٹس (پریسٹ یعنی قسیس کی
بی بی) کی شعبدہ بازیون کا جادو سادہ مزاج بربریون کے دلون پر اسدرجہ کارگر دیکھا تو خود بھی
اُسی راستہ پر ہولیے۔ اور ان شعبدون (یا جو لفظ مثلاً سیمیائی قوت یا قوت جاذبۃ الروح
یا کوئی خارق عادات۔ اس مفہوم کو تعبیر کرسکتا ہے) مین بہت جلد نہ صرف کمال بلکہ خوب
کامیابی بھی حاصل کی۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قوم اسقدر سہولیت سے مغلوب ہوجائے

---

[1] مارابوت۔ جس سے دلی واعظ مذہبی وکیل یا پریسٹ یعنی قسیس مراد ہے۔ ۱۲

جسکی تکمیل مذہبی گروہ کے ہاتھ مین ہو - اور جو ہر امر مین اُنہی کی پیروی کرے - ہمیشہ اُسکی حالت کو دفعتہً اور سخت انقلاب لازمی ہے - اور یہ انقلاب اُس کے ہانکنے والون کے ذراسی اشارہ پر ممکن ہے - چنانچہ جسقدر عزل و نصب اور انقلاب سلطنت کہ اخیر زمانہ مین شمالی افریقہ کے اندر واقع ہوئے - اُن مین سے اکثر انھی حضرات کی فقرہ بازیون کی بدولت ہوئے - فاطمیون کے قدم ملک مین کسنے جمائے ؟ مرودیون کو بربر اور اسپین مین کس نے فتحمند پھرایا - اور پھر مہدیون کے ہاتھون کس نے اکھاڑ پھینکا ؟ انھی حضرات سے - غرض عربی حکومت کرتے ہی اُنھون نے عربی گورنرون کے خلاف سازشین شروع کردین - اور جب ایک دفعہ اُن کے ایک سردار نے اپنی رنگ رلیون کے لیئے رعایا پر ظالمانہ تہدید روا رکھی تو موقعہ پاکر انہون نے تمام بربریون کو برانگیختہ کر دیا - چنانچہ ایک ذراسی اشارہ پر تمام وہ شہر اور قلعے جو بحیرہ روم کے جنوبی مغربی کنارہ پر پھیلے ہوئے تھے یک بیک بگڑ بیٹھے نتیجہ یہ ہوا کہ عربون کو شکست فاش ہوئی - تاہم سپہ سالار کی ایک فوج تازہ دم ملک شام سے بھیجی گئی - کہ نقصان کی تلافی کرے - شامیون اور نیز پہلی فوج کے باقیماندہ عربون نے جو افریقہ مین ادہر اُدہر جان چھپائے پھرتے تھے ملکر پھر حملہ کیا مگر ایک سخت ہنگامۂ کُشت و خون کے بعد پھر پسپا ہوئے - جو جیتے بچے وہ قلعہ سوطا مین محصور ہوکر مدت دراز تک بجائے رسد اور کمک - قحط اور مری کا انتظار کرتے رہے -

اُندلس کے بربریون کو اپنے دُور افتادہ اور سمندر پار ہموطنون سے جو قدرتی اختصاص و تعلق تھا - وہ ہرگز اس امر کا مقتضی نہ تھا کہ افریقہ مین ایسا سخت انقلاب واقع ہو (۱۲۲ھ) اور وہ خاموش بیٹھے رہین - علاوہ ازین اسپین کے غنائم مین جو اہل عرب نے بے ہاتھ پانون ہلائے اعلٰے حصہ لے لیا تھا - اسواسطے بھی اُن کا حسد بیجا نہ تھا - کیونکہ فتح اسپین کی سر بفلک کشیدہ یادگارین صرف اُنھی کے تیر و تفنگ کے کرشمے تھے - اہل عرب جو فتح کی منفعتون مین ہاتھ رنگنے عین وقت پر آموجود ہوئے تھے - جب ملک کے نہایت زرخیز اور سرسبز حصے اپنی حکومت کے لیئے مخصوص کر چکے - تو بیچارے بربریون نے دیکھا کہ اُن کو ملک کے وہ ناپسندیدہ اضلاع بود و باش کے لیئے ملے جو استری میجورا کے گرد و غبار سے لبریز میدانون اور لی اون کے بے برگ کوہستانون پر منقسم ہین - ان حصون مین آرام و آسائش تو درکنار - برعکس اُن ہی آفات کا سامنا تھا جو افریقہ کی گرم خشک آب و ہوا کا شدید اثر چہرۂ فطرت پر پڑنے سے پیدا ہوئی

ہین۔ مگر ساتھہ ہی اسقدر شتبہ فائدہ بھی تھا کہ ان مقامات کی سکونت سے عربون اور شمالی
مسیحیون کے درمیان وہ گویا ایک حرف مشدد تھے۔ غرضکہ آباد ہوتے ہی ناراضی کی علامات
ظاہر ہونے لگین۔ اور سب سے پہلے طارق کے ایک ماتحت جرنیل مسمی منوسا نے جسنے ایوڈینر
نواب ایکوئی ٹائین کی دختر سے نکاح کر لیا تھا۔ اپنے ہموطنون کے مصائب و آلام کی خبر سنکر
علم فساد بلند کیا۔ اور جب عربون کی شکست اور بربریون کی فتح کی نوبت پہونچی تو کل شمالی
صوبون مین یکبیک آگ سی پھیل گئی۔ اور صوبجات گالیشیا۔ میریڈا۔ کوریا مع اضلاع
سرحدی و دیگر اضلاع قرب و جوار کے بربری باشندے آمادہ فساد ہوکر جنوب ٹولیڈو طلبطلہ
کاسڈوا (قرطبہ)۔ الجیسیراس (الجزیرہ) کو چلے تاکہ وہان سے جہازون مین سوار
ہوکر اپنے وطن اور ہموطنون کے شریک حال ہون۔

وقت اور موقع بیطرح نازک اور اندیشناک اور عبدالملک امیر اندلس ایک عجیب ضغطہ
مین گرفتار تھا۔ نہ تو اسکو اپنی سرکش بربری عایا سے دیکر حملے ہی کرتے بنتی تھی اور نہ
اُن کی سرکوبی کے لیئے شامیون سے مدد مانگتے۔ کیونکہ اس سے ذرا پہلے جب شامیون
نے قلعہ سوطا مین محصور ہوکر اُس سے مدد مانگی تھی تو اُس نے صاف جواب دیدیا تھا۔ پس
اب اپنے اڑے وقت پر کس مونھہ سے اُن سے مدد مانگتا اور بالفرض اگر مانگتا اور وہ دے بھی
دیتے تو اسکو یہ خوف تھا کہ مبادا یہان آکر وہ لوگ بجائے معین و محافظ ملک ہونیکے اہل ملک
کے حق مین ملک الموت بن جائین اور موجودہ خطرہ سے زیادہ خطرناک ہوجائین۔ غرضکہ
عبدالملک اس کشمکش اور ہجوم خیالات مین کسی طرح فیصلہ ہی نہ کر سکتا تھا۔ لیکن آخرکار
اُمید و بیم کی ایک سوہان روح حالت مین اُس نے جہاز بھیجکر شامیون کو بلا ہی لیا۔ مگر ان سے
اس امر کا وعدہ واثق لے لیا کہ اپنا کام کر چکنے کے بعد فوراً ملک خالی کر دین اور جہان سے
آئے ہین چپ چاپ وہین چلے جائین۔ چنانچہ شامیون کی مدد سے عربون نے سرکش
بربریون کی خوب سرکوبی کی۔ اور اُن کو شکست فاش دیکر اور نہایت بیرحمی سے قتل
کرکے اور مار کے اُن کے پہاڑی قلعون مین بھگا دیا۔ اور اب سب سے آخیر وہ وقت آیا
جس سے بچنے کے لیئے عبدالملک کی دُور اندیشی نے بہت کچھ کوششین کی تھین یعنی
شامیون نے بمقابلہ اندلس کے زرخیز صوبون اور بہتر زندگی کے افریقہ کے اُجاڑ بیابانون
اور بربریون کے تیر و تفنگ سے مخدوش زندگی کو پسند نہ کیا اور یہ ٹھان لی کہ عبدالملک کو

معزول اور قتل کرکے اپنے مین سے ایک شخص کو بے تکلف تاج شاہی پہنا دیا۔ اس ناجائز
عزل و نصب کا یہ نتیجہ ہوا کہ قدیم عربون اور نو وارد شامیون مین عرصہ دراز تک نہایت سخت
جنگ و جدال رہی جس سے بیشمار خونریزیان ہوئین اور ملک تباہ ہو گیا۔ آخرکار جب خلیفہ
دمشق سے ایک لائق اور عقلمند شخص کو اپنی طرف سے گورنر کر کے بھیجا تب اس قضیہ کا فیصلہ
ہوا۔ اُس نے یہان آکر متنازعہ زمین کو آباد ہونے کے لیئے ایک دوسرے سے دور و دراز زمینین اور
شہر بسیے اور اُن مین جو سرکش اور باغی فساد تھے اُن کو جلا وطن کرایا۔ افواج شامیان مین
جو لوگ مصر کے رہنے والے تھے اُنکو سکونت کے لیئے صوبہ مرشیا ملا جس کا نام اُنھون نے
مصر رکھ دیا۔ اور جو فلسطین کے باشندے تھے وہ سیڈونیا اور الجیراس مین آباد ہو گئے۔ اسی طرح
جارڈون کے رہنے والے ریجیو (مالاگا) مین۔ اور دمشق کے رہنے والے البیرا اگرچہ ناڈا یا
غرناطہ) مین۔ کنسرین کے باشندے جیئین مین آباد ہوئے۔ اسوقت اندلس کی ہمسایگی اپنی
مین ایک بازو تو ٹوٹ گئی۔ مگر گروہی مخالفت ہنوز ہمونش زرکاستہ تھی۔ اور ایسا بہت
سا اوقات محفوظ و مامون حکومت طوائف الملوکی سے مبدل ہو جاتی تھی۔ آخرکار یہ شکایتین
بالکل اسوقت رفع ہوئین جب خاص دمشق کے شاہی خاندان کے ایک ایسے لائق اور مدبر نوجوان
نے اندلس مین آکر عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی جو اصول سیاست مدنی اور حکمت عملی کے
اسلحہ سے آراستہ تھا اور جس کے مُشتبین چہرہ سے سطوت شاہی کے آثار نمایان اور خون مین دبدبہ و
رعب و داب ملے ہوئے تھے جو نسل خلافت کا مایۂ ناز تھا۔ غرضکہ اس عجیب و غریب شخص نے
عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی ملک کو خس و خاشاک سے بالکل صاف اور تمام مخالف گروہون اور
قبیلون کو ایک قوم متحد کی شکل مین سلطان قرطبہ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کر دیا۔ عجیب یہ ہے کہ یہ
شخص وہی عبدالرحمن تھا جس کے استقبال اور قتل کے لیئے شارلیمین فرانس سے آیا تھا اور
ناکام واپس گیا تھا۔

سلاطین ٹرکی اب تک اپنے تئین اس لقب کا مستحق ثابت کرتے ہین مگر لفظ خلافت کے
اصلی اور قدیم مفہوم کے لحاظ سے اب کوئی خلیفۃ اللہ نہین ہے۔

سب سے پہلے جس صوبہ نے خلیفۂ دمشق کی اطاعت سے انحراف کیا وہ اندلس تھا - یاد
رکھنا چاہئیے کہ ان خرابیون کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ جسقدر خلفا ایک دوسرے کے بعد
مسند نشین ہوئے وہ بموجب خاندانی ارث مسلسل نہین ہوئے چنانچہ اول چار خلفائے راشدین
یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد جن کا انتخاب کم و بیش عوام الناس کی رائے پر ہوا تھا - نواب
شام نے جو اسوقت تک اسکا نائب تھا حضرت امیر معاویہ کو منصب خلافت سپرد کیا انہون
نے خاندان بنی امیہ کی بنیاد ڈالی (کیونکہ ان کا مورث اعلیٰ امیہ نامی ایک شخص تھا)
اور دمشق کو دارالخلافت قرار دیا۔

اس خاندان کے چودہ نامور فرمانروایون[۵۲] نے سو برس سے زائد عرصہ یعنی سنہ ۶۶۱ع سے
سنہ ۷۵۰ع تک حکومت کی آخر السفاح نامی ایک شخص نے اس خاندان کو معزول کرکے خود عنان
سلطنت اپنے ہاتھ مین لی اور خاندان بنی عباس کا بانی ہوا - (کیونکہ اسکا مورث اعلیٰ حضرت عباس
رسول عربی صلعم کے عم بزرگوار تھے) خلفائے بنی عباس[۵۳] نے بجائے دمشق کے بغداد کو دارالخلافت

---

[۵۳] خلفائے عباسیہ کی تعداد [illegible] سنہ ۱۲۵۸ع [illegible] خلافت رہی (۱) عبداللہ السفاح
(۲) ابوجعفر منصور (۳) ابو عبداللہ المہدی (۴) الہادی [illegible] (۵) الرشید ہارون (۶) الامین [illegible]
(۷) المعتصم [illegible] (۸) الواثق [illegible] (۹) [illegible] (۱۰) المنتصر [illegible] (۱۱) المستعین [illegible]
(۱۲) المہتدی [illegible] (۱۳) المعتمد علی اللہ ابوالعباس (۱۴) المعتضد باللہ ابوالعباس (۱۵) المکتفی باللہ ابومحمد (۱۶) المقتدر
باللہ ابوالفضل (۱۷) القاہر باللہ ابو منصور (۱۸) الراضی باللہ ابوالعباس (۱۹) المتقی للہ ابواسحاق (۲۰) المستکفی باللہ
ابوالقاسم (۲۱) المطیع للہ [illegible] (۲۲) الطائع للہ [illegible] (۲۳) القادر باللہ ابوالعباس (۲۴) القائم بامر اللہ
(۲۵) المقتدی بامر اللہ ابوالقاسم —
(۲۶) المستظہر باللہ ابوالعباس
(۲۷) المسترشد باللہ ابو منصور —
(۲۸) [illegible] ابو [illegible] —

اصل مین بنی عباس کا سلسلہ [illegible] عبداللہ ابن عباس [illegible]

بنایا اور ۱۳۲ھ اوسکے طوفان مثل گردی تک برابر حکومت کرتے رہے۔ معزول شدہ خاندان
بنی امیہ کا ایک ممبر عبد الرحمن نامی ایک شخص بھی تھا جسکے تمام اعزہ و اقارب کے
ساتھ سنگدل عباسیوں نے نہایت جابرانہ سلوک کئے تھے اور جس جگہ اُن کا نشان ملتا تھا
ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیا تھا۔ انہیں مظلوموں کے ساتھ عبد الرحمن بھی جان بچا کر بھاگا تھا مگر
قسمت کا زبردست تھا۔ دریائے فرات تک صحیح و سالم پہونچ گیا۔ اور یہاں ایک گاؤں کے قریب
بودوباش اختیار کی۔ ایک دن جبکہ وہ خیمہ میں بیٹھا اپنے نوعمر بیٹے کے کھیل تماشہ سے دل بہلا
رہا تھا تو بچہ دفعتہً سراسیمہ اندر بھاگ آیا۔ عبد الرحمن اسکے خوف کا سبب دریافت کرنے باہر نکلا
دیکھا تو تمام گاؤں میں تہلکہ پڑا ہے اور عباسیوں کا سیاہ پھریرا افق ہوا میں لہرا رہا ہے یہ
دیکھکر وہ سخت پریشان ہوا۔ مگر پھر کچھ سنبھلا اور بچہ کو گود میں اٹھا کر دریا کی جانب بھاگا۔
وقت بہت تنگ تھا دشمنوں نے پیچھے سے آلیا۔ اور جب چند قدم چلا کہ کشتی کی طرح طرف سے
اطمینان ہوا تھا کہ اس نے ایک دشمن کو دیکھا دریا میں کود پڑا۔ اسکا ایک بھائی جو
اسکے ہمراہ تھا منکا تیرہ برس کا تھا اور اسوقت تیر کھا کر درماندہ ہو گیا تھا تشنہ و قوت
پانی کر دریا میں اتر پڑا۔ دیکھتا تھا کہ دشمن سے تنہا ہو گیا مگر عبد الرحمن نے ذرا بھی
پروا نہ کی اور تیرتا ہوا اپنے نوعمر بیٹے اور ایک غلام کو ساتھ لیکر دریا پار چلا گیا۔
آخر کار وہ پہونچکر یہاں سے شمالی افریقہ میں سفر کرتا ہوا قرطبہ پہونچا۔ جہاں کہ اسکے
اپنے قبیلے کے باقیماندہ لوگ بھی مل گئے اور خاندان بنی امیہ کے اس تنہا ممبر کو فرصت
ملی کہ اطمینان سے بیٹھکر اپنی پیشانی کے پیش آئیوں پر غور کرے۔

عبد الرحمن کی عمر اسوقت پوری بیس برس کی تھی اور اسکا دل جوانی کی امنگوں سے
لبریز تھا۔ گویا قدرت نے اسکو عمر کے اس دلکش حصہ میں داخل کر دیا تھا جہاں پہونچکر انسان
کو اپنی امید و آرزو کا نخل ہر وقت سرسبز اور باردار دکھائی دیتا ہے۔ دنیا بھر کی کامیابیاں
کہربائی کشش سے اپنی طرف کھینچتی نظر آتی ہیں۔ اور اسکے نوجوان حوصلے عقابی نظروں سے انکی طرف
بڑھکر بلند پروازی کیا کرتے ہیں۔ لیکن عبد الرحمن کو قدرت نے سیرت اور صورت دونوں میں
خصوصیت کے ساتھ حصہ بھی دیا تھا۔ اسکے اعلیٰ درجہ کے قوائے ذہنی اور عقلی اور اسکا بلند
اور موزون قد۔ اسکے قوائے جسمانی اور دلیرانہ شکل شباہت یہ سب اس دعویٰ کو ثابت کرتی ہیں
لیکن لین پول صاحب اس بارہ میں کچھ اور ناگوار اضافہ کرتے ہیں اور اسکو یک چشم اور قوت شامہ سے

معدود لکھتے ہین۔ عبدالرحمن کے ابتدائی طور وطریقون کو دیکھکر معبران وقت نے اُسکی آیندہ
ناموری اور اقبالمندی کی بابت بہت کچھ پیشین گوئی کی تھی چنانچہ ہر چند کہ موجودہ آفتون نے اُسکے
خاندان کا نام ونشان تک مٹانے مین کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی مگر اُس کی بلند حوصلگی اور علو ہمتی
مین ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ غرض یہان پہونچکر سب سے پہلے اُسکا خیال شمالی افریقہ کی جانب
متوجہ ہوا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ خاندان عباسیہ کی بنیاد نے موروثی ملک مین اُسکی سرسبزی کا
کوئی موقع نہین چھوڑا۔ لیکن پانچ برس تک سواحل بربر پر خراب وخستہ پھرنے کے بعد اُسکو ثابت
ہو گیا کہ عربی گورنران افریقیہ کا استیصال کچھ ہنسی کھیل نہین۔ علاوہ ازین اہل بربر بھی اپنی نئی حاصل
کی ہوئی خود سر حکومت کو ایسی خفیف اور بیرنگ خوشی پر کیون بطیب خاطر نثار کر دیتے جو اسصورت مین
اُنکو ایک شخص از قبیل بنی امیہ کے زیر حکومت رہنے سے حاصل ہو سکتی تھی۔ غرض جب عبدالرحمن
کی کوششین اسطرف ناکامی پر ختم ہوئین تو اب اُسکو اندلس سوجھا۔ یہان البتہ اچھے سامان
دکھائی دیے۔ کیونکہ یہان کی خانہ جنگیون اور باہمی مخالفت کے سبب روز روز کے جھگڑون سے
اسقدر گنجایش باقی تھی۔ کہ اگر کوئی زیرک دعویدار سلطنت اور بالخصوص عبدالرحمن کے ایسے موروثی
استحقاق کا جائز دعویدار زور دعوے لیکر بیٹھے تو ناکام نہ رہے۔ چنانچہ عبدالرحمن نے اپنے غمخوار غلام
بدر کو سرداران فریق شام کی خدمت مین اوندلس بھیجا۔ چونکہ ان سردارون مین اکثر اُمیہ نسل
کے آزاد خیال لوگ بھی تھے جو بموجب اپنے قومی معاہدہ کے اپنی نسل کے ہر افتادہ شخص کی
دستگیری پر مجبور تھے۔ پس بدر کو یہان پہونچکر کسی دقت کا سامنا نہین ہوا۔ تمام سرداران اس درخواست
کے موافق اور شہزادے کے لیے پر بخوشی آمادہ ہوگئے اسی طرح مخالف گروہون مین خفیف سی
بحث کے بعد فریقین مین سے کئی نے ہر طرح امداد و اعانت کا وعدہ کرلیا اور بدر تمام پخت وپز
کر کے کامیابی کے ساتھ واپس افریقہ ہوا۔

اُسوقت عبدالرحمن سمندر کے کنارے نماز مین مصروف تھا جو دور سے وہ جہاز دکھائی دیا جسمین
بدر نوید کامیابی لیے آرہا تھا جب اوندلس کا سب سے پہلا ایلچی شہزادے کے سامنے آیا تو
جیسا کہ مشرقی دنیا کا دستور ہے کہ محض بے اصل اور خفیف واقعات گرد وپیش سے نیک وبد شگون
لے لیا کرتے ہین۔ عبدالرحمن نے بھی اُس کے نام **ابو غالب التمام** (فتحیابیون کا باپ)
سے اپنی آیندہ اقبالمندی اور خوش طالعی کا ثبوت لیا۔ اور جوش مسرت مین چلا اُٹھا "ہم ضرور
کامیاب ہونگے اور فتح پائین گے"۔ غرضکہ عبدالرحمن نے مع اپنے معدودے چند جان نثارون

بالا تو وقت جہاز مین سوار ہو کر ۷۵۵ء مین اسپین کا رخ کیا - اسپین مین ایک ایسے شخص کی آمد آمد
کی خبر خیالی فسانون کی عجیب تر بلکہ بعید القیاس واقعات سے کچھ کم وقعت نہ رکھتی تھی جو خاندان
بنی امیہ کے مردہ شوکت و اقبال کو زندہ کر دینے والا اور بہ حیثیت مجموعی گویا اس ملکی تحریک کا
باعث تھا جسکی نظیر ہمکو ہزار برس بعد اسکاٹلینڈ کی تاریخ مین ملتی ہے جبکہ ۱۷۴۵ء مین ینگ پری
ٹنڈر ہائی لان وارد ہوا چنانچہ خبر مذکور دفعتاً آگ کی طرح تمام ملک مین پھیل گئی - خاندان بنی امیہ
کے قدیم ہوا خواہ نذر لیکر دوڑے - جو اس خاندان مین تھے وہ فوراً آ ملے حتےٰ کہ یمانی قبیلے جنسے
اقبالمند شہزادے کے ساتھ کسی قسم کی خاص دلسوزی یا دلی ہمدردی ظاہر ہونے کی امید نہ تھی مگر انہین
ہوا خواہی کی دیکھا دیکھی حسب قرارداد سابق وہ بھی مدد دینے پر آمادہ ہو گئے - یعنی امیر اندلس کے
ہاتھ کے طوطے اڑ گئے جسقدر بہت سا لشکر بھی ٹوٹ ٹوٹ کر دشمن سے جا ملا تو ناچار اُسے بھی فوج
کا انتظار کرنا پڑا - اسی اثنا مین موسم سرما کے بے موقع عشوقت یعنی طوفان خیز بارشون نے
عرصہ جنگ اسپر اور بھی تنگ کر دیا اور عبد الرحمن کو اپنی فوجی طاقت بڑھانے اور مضبوط کرنے کا
خاطر خواہ موقع دیا - سال آئندہ کے موسم بہار مین لڑائی کا رنگ جمنا شروع ہوا - عبد الرحمن اول
سیویل اور آساکی ڈونا آیا جہان کے باشندون نے بڑی دھوم دھام سے اُسکا استقبال
کیا یہان سے خوب طرح مسلح اور تیار ہو کر بخط مستقیم قرطبہ کیجانب بڑھا - ادھر سے یوسف گورنر قرطبہ
بھی اُسکے مقابلے کے لیئے نکلا - مگر وادی الکبیر کی مستانہ موج زنی نے طرفین کے جوش ڈھیلے
کر دیئے اور دونون فوجین دونون کنارون پر ایک دوسرے کے مقابل بیتابی سے اس بات کا انتظار
کرنے لگین کہ دیکھیئے پہلے کیا قرطبہ پر قبضہ کرتا ہے - بالآخر عبد الرحمن نے یوسف کو صلح کا چکما
دیکر مطمئن کر دیا - اور اس فریب آمیز تدبیر سے جو ہرگز شایان اولو العزمی نہ تھی خود مع فوج
دریا عبور کر کے بے خبر قرطبیون پر دفعتہً جا پڑا ایسے موقع پر لڑائی کے موافق فیصلہ مین کیا شک
ہو سکتا ہے - چنانچہ عبد الرحمن مظفر و منصور شہر مین داخل ہوا - فوج کی لوٹ مار سے روک کر
اہل شہر کو امان دی اور یوسف کے حرم سرائے کو ہر طرح عفت و عصمت کے ساتھ محفوظ کیا -
القصہ بالتمام سے پہلے پہلے تمام اسلامی اسپین پر مسلط ہو کر اس خاندان بنی امیہ کی بنیاد ڈالدی
جسکو قریباً تین سو برس تک قرطبہ مین حکمران رہنا تھا -
اگرچہ عبد الرحمن ملک پر قابض ہو گیا - مگر مدتون بہت سی ایسی لڑائیون کے مستحکم نہ ہو سکا -
یہ سچ ہے کہ اسکو تخت حکومت خاص سرداران قرطبہ ہی کی بدولت ملا تھا - مگر یاد رکھنا چاہیئے

ایسے سرداروں کا گروہ اُن بے شمار فریقوں سے نسبتاً بہت کم تھا جو اُس وقت سلطنت کی اجزا بنے ہوئے تھے۔ تاہم اُلوالعزم شاہزادے نے ان مفسد اور جنگجو جتھوں میں بڑی دلیری سے قدم جمائے رکھا۔ عبدالرحمان مہمات ملکی میں ایک خاص قسم کی آمادگی اور مستعدی ظاہر کرتا تھا۔ ہر طرح چست و چالاک تھا۔ ہر امر میں قطعی فیصلہ پسند کرتا تھا۔ مگر کسیقدر شکی اور وسوسہ پسند تھا۔ کبھی نہایت درشت بلکہ جابرانہ طریقے۔ کبھی خود مطلبی کے حکیمانہ اصول اختیار کر لیتا تھا۔ غرضکہ عام پالسی کے لحاظ سے حسب ضرورت وقت و موقع جائز ناجائز طریقے اختیار کرنے والا یا زیادہ صریح لفظوں میں ابن الوقت اور مطلب پرست تھا۔

اسپین میں آتے ہوئے عبدالرحمان کو زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ ابن مغیث جنگی جہازوں کا ایک پورا بیڑا لیکر افریقہ سے چلا تاکہ اوندلس کو سلطنت عباسیہ کے مفادات میں داخل کرے۔ اور یہاں پہونچکر صوبہ بیجا کے ایک بندر میں اُترا۔ مدد و اعانت طلب کرنے کی کچھ ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ بہت سی جدت پسند طبیعتیں نہ صرف اس لیے کہ وہ عبدالرحمن کی حکومت سے ناخوش تھیں بلکہ اس لیے کہ اُن کو نئے معاملات میں حصہ لینے کا شوق تھا۔ خود بخود غنیم کی طرف مائل ہو گئیں۔ انجام یہ ہوا کہ عبدالرحمان کارمونا میں محصور ہو گیا۔ یہ وقت اُس کے لیے نہایت نازک اور مخدوش تھا۔ کیونکہ ہر ایک دن جو گذرتا تھا محاصرین کو فوجی طاقت بڑھانے اور رسد بہم پہونچانے کا ایک نیا موقع دیجاتا تھا۔ دو ماہ کامل سخت محاصرہ رہا۔ مگر عبدالرحمن جو شدید سے شدید موقعوں پر بھی تدبیر اور حکمت عملی کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا ہر وقت موقع کی تاک میں رہا۔ چنانچہ جب اُس نے دیکھا کہ محاصرین بوجہ غلبۂ غفلت اور سہل انگاری سے کام لے رہے ہیں تو فوراً سات سو جانباز تلواروں کی ایک جمعیت محصورین میں سے منتخب کی آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے سب نے اپنی تلواروں کے میان اُسمیں جھونک دیئے جس سے یہ مراد تھی کہ جب تک موت یا نصرت سے اپنی آزادی کا پورا فیصلہ نہ کر لینگے ہرگز شمشیر بے نیام نہ ہونگے اور پھر اپنے سر بکف سردار کے پیچھے پیچھے آن واحد قلعے سے نکلکر بے خبر عباسیوں پر دفعتہً بجلی کی طرح جا پڑے اور اُن کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ اس موقع پر بھی عبدالرحمان نے اس وحشیانہ ظلم سے باز نہ آیا جو اُسکے

اخلاقی جرأت پر کبھی کبھی بدنمائی کا دھبہ پیدا کر دیتا تھا۔ یعنی اُس نے جمیع سرداران فوج عباسیہ
کے سروں کو تن سے جدا کر کے ہر ایک کا نام ایک پرزۂ کاغذ پر لکھ کر اُس کے کان میں مدت
لٹکا دیا۔ پھر ان سب سروں کو ایک بیگ میں بند کر کے ایک حاجی کے سپرد کیا جو
مکہ معظمہ جاتا تھا۔ برسولان بلاغ باشد و بس۔ اُس حاجی نے یہ قابل قدر اور قیمتی
تحفہ بے تکلف منصور خلیفہ بغداد کے ہاتھ میں جا دیا۔

جب منصور نے بیگ کو کھولا تو نہایت غضبناک ہوا اور طیش میں آ کر بولا
الحمد للہ و شکرا کہ میرے اور اس شخص کے درمیان میں سمندر حائل ہے اور اگرچہ کامیاب
سلطان قرطبہ کو اس موقع پر اس نے دلی نفرت اور حقارت سے یاد کیا لیکن باوجود اسکے
کارروائی اور بہادری پر تحسین کرتا رہ گیا۔ چنانچہ عند التذکرہ اکثر اسکو "نسل قریش کا باز"
کے نام سے یاد کرتا اور کہتا کہ سچ تو یہ ہے کہ عبد الرحمن کی جرأت۔ دانشمندی اور
حسن تدبیر سے مجھے سخت حیرت ہے۔ خطرناک راستے میں پڑنا۔ اپنے تئیں دور دراز
اور دشوار گذار سرزمین میں پھینک دینا۔ وہاں کے مخالف گروہوں کے باہمی حسد و عداوت
سے مستفید ہونے کے موقع نکالنا۔ ان کو آپس میں تیغ و سپر کر کے خود بچاؤ بچا جانا۔ اور
ان سب سے زیادہ یہ کہ تمام رعایا کو رضامندی سے مطیع کر لینا اور بالآخر تمام دقتیں رفع کر کے
درویست جزیرہ نما پر خود سر حکومت کرنا۔ یہ سب ایسے حیرت انگیز واقعات ہیں! سچ یہ
ہے کہ ایسا کسی کا حصہ تھا نہ کسی نے کیا اور نہ کرے گا۔

عباسیوں کی شکست فاش نے عبد الرحمن کے لیے کامیابیوں کے نئے راستے
کھول دیئے۔ اہل طلیطلہ نے تو لیدو ہا اگرچہ عرصہ دراز تک مقابلہ پر اڑے رہے مگر آخر
اُس نے اپنی حکمت عملی سے ان کو بھی بشرط بے اذنی کر لیا اور یہ شرط ٹھہری کہ وہ اپنے تمام
سرغنوں کو اس کے حوالے کر دیں۔ عبد الرحمن نے ان سب کو ایک اول بڑی ذلت سے قید
رکھا اور پھر طرح طرح کی اذیت سے مار ڈالا۔ اسی طرح فریق یمن سے بھی خوفناک آثار دیکھ کر
اُس نے یہی سلوک کیا۔ یعنی ان کے سب سے بڑے سرغنہ سے طریق ملاطفت جاری
کر کے اول اُسے حرم سرائے میں بے روک ٹوک آنے کی اجازت دی۔ اور جب اس طرح
اس کا ڈر نکل گیا تو ایک روز موقع پا کر بذات خود پیش قبض سے پیش آیا۔ یمنی سردار بھی تنومند
کم قوی ہیکل اور تیز مزاج شخص نہ تھا۔ دندان شکن جواب دینے پر فوراً آمادہ ہو گیا مگر عبد الرحمان نے

اپنے چند خواص کی مدد سے اُسے خوابِ زندگی سے بیدار کر دیا - اس واقعہ کے بعد فوراً ہی بربریون نے حسب عادت حدود شمالیہ مین علم فسا د بلند کیا اور عبدالرحمٰن کو دس برس کی سخت لڑائیون کے بعد اُن کو مطیع کرنا پڑا - اسی اثنا مین فریق مین اپنے مقتول سردار کا بدلا لینے پر آمادہ ہو گئے - اور جب عبدالرحمان حدود شمالیہ مین بربریون کی سرکوبی کر رہا تھا تو موقعہ پا کر اُنھون نے اُنہین اطراف مین شورش مچائی - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کمبختون کو سلطان عبدالرحمٰن کی چالاکی اور عیاری کا کبھی تجربہ نہ ہوا تھا جو اس طرح خوشی خوشی بگڑ بیٹھے - وہ ایسی دھمکیان مین بہلا کب آتا تھا - فوراً ایک ایسی دلچسپ چال چلا کہ سب دیکھتے رہ گئے - یعنی اوّل تو اُس نے اپنی حکمت عملی سے بربریون کی باہمی خفیف عداوتون کو اسقدر برانگیختہ کیا کہ وہ سب کمزور ہو کر مطیع ہو گئے - اس کے بعد فریق مین کی طرف متوجہ ہوا - چونکہ افواج یمن مین بیشتر بربری تھے - پس اوّل اُس نے اُنہین سے سازش کرنے کی کوشش کی - اور اسمین یہان تک کامیاب ہوا کہ تمام بربری جوانون نے عین وقت پر بیچ میدان اہل یمن کا ساتھ چھوڑ دیا - سلطان کا لشکر مور و ملخ یہ حالت دیکھکر مصیبت زدہ یمنیون پر آفت ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑا اور تیس ہزار جوانون کو تہ تیغ کیا جنکا عظیم الشان مقبرہ مدت دراز تک عبرت بین اور متجسس نظرون کا منظر بنا رہے گا - اس واقعہ کے بعد تین مفسد سردار اُن اور شامی امین کے درمیان وہ خوفناک سازشین ہوئین اور وہ منصوبے بندھے جنھون نے سلطان عبدالرحمن کی جانفشانی سے بلند کی ہوئی عمارت کو مسمار کرنے مین ذرا بھی کسر نہ چھوڑی تھی - مگر نوشتۂ تقدیر! کہ جس شخص کے استیصال اور قتل کے لیئے وہ متفق ہو کر سازشین کرین - وہ تو اونگلی تک نہ اٹھائے اور سرا سر گوشرا کا عبرت خیز میدان اور سران مس ویلیز کے ہیبت ناک درے قرار واقعی اُسکا فرضی قصاص لین -

سران مس ویلیز کے معرکے نے جس طرح شارلیمین کی اُمیدون کا خون کر دیا تھا - اسی طرح عبدالرحمٰن کے مصائب و آلام کو بھی ہمیشہ کے لیئے وہین مدفون کر دیا تھا - کیونکہ اس واقعہ کے بعد ملک مین پھر کوئی مزاحمت باقی نہ رہی اور اب ہمارے شیردل سلطان کو فرصت ملی کہ اپنی عرق ریزی سے حاصل کیئے ہوئے فتوحات سے دل کھول کر لطف اٹھائے - یہ وہ وقت تھا کہ تمام مخالف گروہ اُس کی جابرانہ مرضی کے تابع تھے - عربی سردار

جن کی مغرور تلواریں اُس کی تیغ خون آشام کے مقابلہ ہونے کا دم بھرتی تھیں اُسکے سامنے جبہ سائی کر رہی تھیں۔ تمام مفسد سرداروں کے مارے جانے یا قتل ہونے سے میدان بالکل صاف تھا اور عبدالرحمان گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ اب کوئی میری ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ لیکن ناظرین کو یاد رہے کہ عبدالرحمن کے ایسا ظلم آفرین تہدید اور فریب آمیز تشدد اپنی پاداش آپ ہی لیتا ہے۔ زبردست اگر زیردستوں کو مغلوب کر سکتے ہیں تو کیا اُن کے دلوں پر بھی فتح پا سکتے ہیں؟ زور شمشیر سے حاصل کیا ہوا تخت حکومت اگر ٹھیر سکتا ہے تو نوک شمشیر ہی پر ٹھیر سکتا ہے۔ راستباز اور صاف باطن لوگ عبدالرحمن کے ایسے بے رحم آقا کی مشغولی سے معزولی بہتر سمجھتے ہیں جو اُس سرگرمی کے ساتھ بلائے اور اس سرد مہری کے ساتھ پیش قبض سے روح قبض کرے چنانچہ اُن ہستہ قدیم ہوا خواہوں نے جنہوں نے اُسکو بڑی آرزو سے افریقہ سے بلایا تھا اور اُسکے مبارک قدموں کو اپنے سر و آنکھوں پر لیا تھا۔ جب مظلوموں کا خون بہانے میں اُسے اسد جبہ شمشیر بے ہنر پایا تو سب سے پہلے وہی کنارہ کش ہوئے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ اُس کے وہ عزیز رشتہ دار جنہوں نے عباسیوں کے مظالم سے تنگ ہو کر اُسکے دربار کو اپنا ملجا و ماوا بنا لیا تھا اُسکی جابرانہ سختیاں نہ سہ سکے اور اُسکے اُکھاڑ پھینکنے کے لیئے سازشوں پر سازشیں کیں مگر جان دینے کے سوا کچھ نتیجہ نہ ملا۔

افسوس! عبدالرحمن کی تنہائی اور بیکسی کو دیکھکر بیحد رحم آتا ہے۔ اُسکے تمام پُرانے دوست اُسکو بالکل چھوڑ بیٹھے۔ اُسکے زبردست دشمن اگر کچھ نہیں کر سکتے تو دلی قلوں سے بد دعائیں ہی دیتے ہیں۔ ان خرابیوں کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ جو عنفوان آغاز سلطنت کے مفسدوں اور باغیوں سے لڑتے لڑتے اُس کے دل سے صفات انسانیت بالکل زائل ہو گئی ہیں۔ اور اُن کے بجائے جنگجوئی اور خونخواری کی خو بو طبیعت میں پیدا ہو گئی ہے اور کچھ یہ بھی ہے کہ بے رحمی اور سفاکی اُس کی سرشت میں مرکوز ہیں۔ عبدالرحمان اب وہ ہر دل عزیز سلطان عبدالرحمن نہیں رہا کہ قرطبہ کے خوبصورت اور شاندار بازاروں میں پہلے کی طرح تمام محبوں کے ساتھ ایک آزاد زندگی کا لطف اُٹھائے۔ بلکہ اب اُسکا چہرہ اور تنگئی دل ہر وقت جانگزا خیالات سے لبریز اور اپنے مظالم کے سوہان روح یاد میں غرق رہتا ہے۔ اُسکی گھبرائی ہوئی نظر گردش کرتی ہوئی جس چہرے پر پڑتی ہے اُسی کو اپنا نور زندگی

تیرہ گردیتے۔ الاپاتی ہے۔ اس حالت کے ساتھ جب کبھی بازار مین نکلتا ہے۔ تو شمشیر
برہنہ محافظین کا پورا دستہ اس کے گرد حلقہ باندھے ہوتا ہے۔ چالیس ہزار افریقی جوان
جو بوجہ اپنی جان نثاری اور وفاداری کے اسقدر مقبول سلطان ہین جس قدر کہ بوجہ اپنی نفرت
اور بدبختی کے مردود ہوا نام اسکا باڈی گارڈ بناتے ہین جسکی آڑ مین وہ زیردست رعایا کا شکار
کرتا ہے۔ اپنی تباہ اور برباد حالت مین عبد الرحمٰن نے ایک خرما کے درخت پر جو اس کا
ہموطن تھا ایک نظم لکھی۔ کیونکہ بہت سے اندلس کے عربون کی طرح وہ بھی شاعری
مین قدر رکھتا تھا جسمین درخت مذکور کو مخاطب کرکے اسکی جلاوطنی پر تاسف ظاہر کیا
ہے۔ اس نظم کے ایک دو شعر کا ترجمہ بطور نمونہ ہم اس موقعہ پر نقل کرتے ہین۔

وھو ھذا

"میری طرح تو بھی اپنے عزیزون سے جدا کیا گیا ہے۔ تو ولایت غیر مین پیدا ہوا تھا مگر اب
اپنے وطن سے کسقدر دور و دراز فاصلے پر کھڑا ہے"

جن مقاصد کی طرف عبد الرحمان کو اس کے تو خیز حوصلون نے پہلو گدگدا کر بڑھایا تھا
اور جنکو پورا کرنے کے لیئے خود اسنے غریب الوطنی کی حالت مین تن تنہا غیر ملک کی فتح کا
احرام باندھا تھا ان کی تکمیل مین اگرچہ اب کچھ شک نہ رہا تھا کیونکہ عرب اور بربر دونون ملکر
اسکے سامنے دست بستہ تھے۔ تمام ملک مین امن و امان کا دور دورہ تھا۔ اور مخالفت کا ظاہر
کہین نشان نہ تھا تاہم یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب کچھ محض رعایا کی ناجائز دل آزاری کی بدولت
تھا۔ مگر آہ! متلون مزاج زمانہ کا ورق اسکے انقلاب سے نقش و نگار سے کس درجہ آراستہ
ہے! ایک وہ زمانہ تھا کہ عبد الرحمان کو اٹھتی جوانی کا جوش۔ حوصلون کی بلند پروازی و جاہ
کی امید کی مجبوری۔ ایک ناموراور صف شکن بہادر ہونے کا وعدہ و بربریون کے دل اور
زبانون پر فتح پالی لائی تھی۔ یا اب یہ وہ زمانہ ہے کہ وہی عبد الرحمان صرف تیس برس کے
بعد اپنے ناتراشیدہ مظالم کی بنیادین سرشار کشت و خون سے حاصل کیئے ہوئے
تخت حکومت کو ان مستاجر سپاہیون کی پناہ مین لیئے ہوئے جن کی وفاداری اور انتہا فروشی
صرف رعایا کے مال و دولت کا بدل تھی۔ ہمیشہ کے لیئے آغوش لحد مین سونے جاتا ہے! چونکہ
مورث اعلےٰ نے سلطنت کا مرکز نوک شمشیر قرار دیا تھا لہذا اسکے جانشینون کو بھی اسکا
اتباع کرنا پڑا جیسا کہ مسلمانون کا مشہور مورخ لکھتا ہے بے شبہ ایسا طریقہ ڈھونڈھکر

دریافت کرلینا کچھ آسان نہ تھا جس سے عرب اور بربر جیسی فتنہ پرداز قومین تین کی شرارت مین فساد موجود تھا۔ سرکوبی کا سخت طریقہ اختیار کیے بدون بدعملی سے باز اور خاموش رہ سکتین۔ کیونکہ دونون مین سے ایک بھی محکوم ہونے کی تکالیف کو برداشت کرنیکی عادی نہ تھی۔ اصل یہ ہے کہ اس طرح کے ہر ایک خودسر اور مطلق العنان گورنمنٹ قطع نظر اُن تمام زیب و زینت اور کامیابیون کے جو اُس کے قدرتی بدنما چہرے کو برائے نام آراستہ کردیا کرتی ہین۔ ایک خوفناک نقشہ پیش نظر کرتی ہے۔

ایک قدیم عربی مورخ ابن حیان سلطان عبدالرحمن کی عادات اور چال چلن کا اس طرح فوٹو کھینچتا ہے ..... عبدالرحمن بڑا رحمدل اور شائستہ مزاج شخص تھا۔ اُسکی تقریر نہایت فصیح و بلیغ اُسکی قوت مدرکہ نہایت تیز اور نکتہ رس تھی۔ معاملات پر گو رائے دیر مین قائم کرتا تھا مگر قائم کرلینے پر پورے استقلال اور قائم مزاجی سے اُسکی تعمیل اور تکمیل کیطرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ عموماً چیت و چالاک اور زندہ دل عیش و عشرت سے سخت درجہ متنفر تھا۔ اور جس طرح امور مملکت کو دوسرون پر منحصر رکھنے کے بجائے خودسر انجام دیتا تھا۔ اس طرح اہم معاملات در پیش ہونے کی صورت مین سلطنت کے تجربہ کار مدبرون سے مشورہ کرنے مین بھی دریغ نہ کرتا تھا جانباز اور دلاور صف شکن تھا اور میدان جنگ مین سب سے پہلا حملہ آور ہوتا تھا اُسکا غصہ نہایت خوفناک اُسکی مخالفت سخت دشوار۔ اُن کا چہرہ دوست و دشمن دونون کے لیے یکسان ہیبت اور جلال ظاہر کرتا تھا۔ تابوت یا جنازون کے ساتھ جانا معیوب نہ تھا۔ جمعہ کے دن مسجد جامع مین اکثر خطبہ پڑھتا۔ بیمارون کی عیادت کو جاتا۔ اور عام خوشی کے جلسون مین شوق سے شریک ہوتا تھا۔ مورخ صاحب جو کچھ لکھتے ہین ہمکو اُسمین ذرا بھی شک و شبہ نہین۔ مگر افسوس یہ اُس زمانہ کے حالات ہین۔ جبکہ عبدالرحمن عمر کے ابتدائی حصے مین تھا اور ابھی رعایا کی مخالفت اور سازشون نے اُسے جابر اور ہر شخص سے بدظن نہ کیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ قوت جس طریقے سے قومی بخون کو اُن کے مظالم کے مکافات دیتے ہی وہ نہایت خوفناک ہے۔

ایک مطلق العنان بادشاہ کے انتقال پر سب سے پہلا سوال ہر ایک دل مین عموماً یہی پیدا ہوتا ہے کہ "اب کون جانشین ہوگا" جسکا معمولی جواب یہی ہے کہ انقلاب اور طوائف الملکی کی جو سخت حکومت کی بلاء کی دعا پر ٹھہرا ہوا ہو وہ باپ سے بیٹے پر آسانی سے منتقل نہین ہو سکتا

تاہم عبد الرحمٰن نے اسپین مین جس خاندان کی بنیاد ڈالی تھی وہ اُس کے ساتھ ہی منہدم نہین ہوا اور اگرچہ عیسائیون کو امید تھی کہ وہ مفسد گروہ جن سے گویا ملک لبریز تھا اور جنکو اُس نے بڑی تن دہی سے زیر کیا تھا اُس کے مرنے کے بعد میدان صاف پاکر پھر ایک خواب خرگوش سے چونک اُٹھین گے۔ مگر ایسا نہین ہوا کیونکہ اُس نے اپنی زندگی ہی مین اُنکے حوصلے پست کر کے اُن مین دوبارہ سر اُٹھانے کی طاقت نہ چھوڑی تھی۔ اور بالفرض اگر کچھ بھی تو اُس کے جانشین کے عادات پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ نے جو اُس سے ہر طرح برعکس تھا اُن کو اس قسم کی جرأت سے باز رکھا۔ غرض امن و امان کا سلسلہ کچھ عرصے کے لیئے اور بھی منقطع رہا۔

ہاشم ۷۸۸ء مین باپ کا جانشین ہوا۔ قدرت نے اُسے اُن صفات حسنہ سے صرف آراستہ ہی نہین کیا تھا جو عزت و محبت سے لبریز دلون کو اپنی طرف کھینچتے ہین بلکہ کشش کا کام دیتے ہین بلکہ اُسکو خیر و خوبی کا گویا ایک پُتلا بنا دیا تھا۔ باین غرض کہ **ہاشم** اس مختصر عمر حیات مین اپنی اُن صفات کو رعایا کے مقابلے مین سرگرمی سے استعمال کرے ایک نجومی نے یہ پیشین گوئی کی کہ اُس کی زندگی کے صرف آٹھ برس اور باقی ہین۔ چنانچہ **ہاشم** نے اس قلیل عرصے کو سفر آخرت کے تہیہ مین صرف کیا۔ عالم شباب مین اُس کا دربار عالمون صوفیون اور شاعرون کا گویا مخزن تھا۔ جن کی سرپرستی کر کے اُس نے اس خوردی مین بزرگی حاصل کی تھی۔ وہ نہایت کریم النفس۔ رحمدل۔ عاجزون اور مسکینون کا پشت و پناہ تھا۔ سلطنت کے دور و دراز حصون مین بدنظمیون اور عام تکلیفون کی تفتیش اور انسداد و نیز ترقی رفاہ خلائق کے لیئے جاسوس مقرر کرتا۔ اکثر خود بھیس بدل کر شہر کے گلی کوچون مین **شب گردی** کرتا تا کہ لوگون کے آرام مین خلل ڈالنے والے اسباب کو بند کرے جو روپیہ اوباشون اور شہدون سے اس طریق پر بطور جرمانہ لیتا۔ وہ ان پاک باز خدا پرستون مین تقسیم کرتا جن کی رات کی با جماعت نمازین موسمی آفتون کے نذر ہو جاتی تھین۔ بیمارون کی عیادت کو بذات خود جاتا تھا۔ اور اکثر اوقات طوفان خیز راتون کو بعض محتاج اور چلنے پھرنے سے معذور خدا دوست لوگون کے لیئے آپ کھانا لیجاتا۔ اور صبح تک اُن کے سرہانے شب بیداری کرتا۔ باوجود اسدرجہ رقیق القلب کریم الطبع ہونے کے وہ کچھ بزدل بھی نہ تھا مسیحیون کے مقابلہ پر اکثر اُس نے خود فوج کی سپہ سالاری کی ہے۔ جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ اُسمین عربی تعلیم و تربیت کا پورا اثر موجود تھا - اور اگرچہ فرط محبت سے لوگ اُسکو
"ابھی ایبل اینڈ جسٹ" (سلیم الطبع اور منصف مزاج) کے نام سے پُکارتے تھے
مگر اُسکی متانت اور قایم مزاجی کا پورا ثبوت اُسوقت ملتا ہے جبکہ اُسکا مختصر عہد حکومت
اُس کے چچاؤن کے خلاف سازشون سے محل خطر مین تھا - باڈی گارڈ کی تعداد بہ نسبت
پیشتر کے اب زیادہ ہوگئی تھی - اور ایک ہزار محافظین کے لیئے حکم تھا کہ دریا کے دونون کنارون پر
حاضر رہکر ہر وقت محلسرائے کی نگہبانی کرین - شکار کا بہت شایق مگر ساتھ ہی اسقدر محتاط
تھا کہ جب اُس نے قرطبہ کے پُل کو جو ہمیشہ کے لیئے اُسکی زندہ یادگار رہے - نئے سرے سے بنایا
اور سُنا کہ لوگ اس عظیم الشان عمارت کو بجائے رفاہ عام کے اُس کے سیر و شکار اور
آسانی سے آنے جانے کے لیئے بنایا جانا تصور کرتے ہین تو اُس نے قسم کھالی کہ آیندہ اس
پُل سے نہ گزرون گا - اور بیشک جب تک جیا کبھی نہ گذرا - ابھی پیشین گوئی کے آٹھ برس
بالکل ختم نہ ہوئے تھے کہ سلطان ہشام نے جو تمام سلاطین کے لیئے ایک مثال تھا اپنی قوت بازو
سے حاصل کی ہوئی بہشت جاودانی مین آرام کیا - ناظرین خود غور کر سکتے ہین کہ ایسے آزاد
اور نیک نہاد فرمانروا کے انتقال کے بعد خود اُسی کی نکالی (از روشنی طبع تو برمن بلا شدی)
سلطنت مین ایک تازہ مفسد مادہ کے امتزاج بلکہ اشتعال مین کہان تک مدد دیسکتی ہے -

یہ تازہ مادۂ فساد - اسلامی پریسٹ کا حد سے زیادہ اقتدار تھا - اگرچہ لفظ پریسٹ
جس کے معنی قسیس ہو سکتے ہین اپنے اصل مفہوم کے لحاظ سے اس موقع پر صحیح تطبیق
نہین ہو سکتا - کیونکہ اسلام مین مذہب رومن کیتھولک کی طرح پریسٹ کوئی خاص فرقہ
نہین ہوتا مسجدون کے امام - خطیب - واعظ وغیرہ ہونے کے لیئے خاص شرائط نہین
اکثر رکن امامت یا دیگر ارکان مذہبی پورے کرنے کے لیئے عام دوکاندارون اور پیشہ ورون
مین سے عندالضرورت وقت کے وقت پر منتخب کرلیئے جاتے ہین - فرقہ دینی و دنیوی
مین کچھ تمیز نہین - ہر دنیا دار دیندار ہو سکتا ہے - لیکن پھر بھی ایک گروہ مین کم و بیش
ایسی تخصیص ضرور ہے جو لفظ پریسٹ کے مفہوم کو کسیقدر پورا کرتی ہے - چنانچہ تمام
اسلامی ممالک مین ہر جگہ ایسے لوگ موجود ہین جن کی زندگی وقف مذہب ہے - خواہ وہ
ایک خاص مشرب یا طریقہ کے درویش ہین - خواہ صرف مذہبی علوم پڑھنے والے یا کسی
ایسے متبحر عالم کے شاگرد ہین جس کے اصول نے اُن کے دلون کو ایک غیر معمولی جوش و

جذبے سے لبریز کر دیا ہے خواہ بعض مسجد کے امام یا مفتی یا مکتبون کے ملّا ہین۔ خلاصہ یہ کہ
تمام اسلامی دنیا مین ایک مذہبی فرقہ ضرور پایا جاتا ہے اور خاصکر اسلام مین شمار ہوتا ہے
جیساکہ قاہرہ مین مسجد ازہر کے طلبا۔ قسطنطنیہ کے صوفی اور اور بہت سے مشرقی شہرون
کے ملا جنسے فتنہ خیز زمانون مین اکثر وہ علامات ظاہر ہوئے ہین جو دینی حرارت یا زیادہ موزون
لفظون مین زیادتی تعصب کے نتایج ہوتے ہین۔ یہی وہ طاقت تھی جس کا ظہور اندلس مین
عنقریب ہونیوالا ہے۔

عبدالرحمن اول کے انتقال کے بعد سب سے پہلا علم بغاوت اُن اطراف مین بلند ہوا
جہان سے ایک اُنگلی تک اُٹھنے کی توقع نہ تھی۔ نہ مسیحیون نے فساد کیا۔ نہ عرب یا بربر کے
خاص ملکی فرقون نے طغیانی کی۔ اگر کی تو کسنے؟ قرطبہ کے فقہا نے! جنکو خالص فرزندان
اسلام کہلانے کا فخر حاصل تھا۔ اصل مین یہ لوگ بیشتر یا تو خود نومسلم تھے یا نومسلمون کی
اولاد تھے۔ ہم بیان کر چکے ہین کہ اہل اسپین نے دعوت اسلام بطیب خاطر قبول کی اور
جیساکہ نومذہبون کا قاعدہ ہے۔ عام مذہبی پابندیون مین اصل مسلمانون پر بھی سبقت
لے گئے۔ عبدالرحمان تو ایسا کم تجربہ کار و کم انجام بین نہ تھا کہ ان مذہبی پیشہ لوگون کو بالخصوص
جن کی رگین ابھی بھی خون سے خالی نہین ہوئی تھین۔ سلطنت مین کوئی غالب حصہ دیتا۔ مگر
صلح کل اور نیک مزاج ہاشم اس فتنے سے بالکل بےخبر تھا۔ اور بالفرض اگر خبردار بھی ہوتا
تو ہمکو کسی طرح اُمید نہین کہ وہ اس آفت کو اصلی آفت جانتا۔ جبکہ بہ نسبت عام لوگون کے
اس فرقہ پر اُسکو زیادہ اعتماد تھا اُن کے چال چلن کو شریعت کے عین موافق اور اُن کی
ذات کو اُن عام پسند دنیوی فضولیون سے بالکل معرا جانتا تھا۔ جو ناجائز ولولون اور نئے
حوصلون کی دلکش صورتون مین دنیوی جاہ و جلال کی محبت دل مین پیدا کر دیا کرتے ہین۔ غرضکہ
ہاشم نے اُنکا غلبہ کچھ ناموزون نہ سمجھا۔ ادہر حسن اتفاق سے اُن دنون اُس کا سرگروہ ایک نہایت
چست و چالاک اور باکمال شخص مقدس شہر مدینے کے ایک مشہور عالم کا شاگرد رشید تھا۔ یہ
نامی گرامی شخص جس کا مایہ خمیر دینی جوش اور دنیوی ولولون کے مساوی الوزن اجزا سے امتزاج
پایا تھا علامہ یحیی تھا جسکو ہم آیندہ سے ڈاکٹر یحیی لکھین گے۔ ڈاکٹر یحیی نے ہاشم
کی دینداری اور رحمدلی کی آڑ مین قرطبہ کے مذہبی گروہ کے ملکی اقتدار کو حد سے زیادہ بڑھا
دیا جب تک یہ گروہ اپنی قدیم وضع پر چلتا رہا تب تک ملک بھی فتنہ و فساد سے پاک رہا۔ مگر جب

سنہ ۹۷۶ء میں قدسی تن ہاشم نے گلزار ارم کو ہمیشہ کے لیئے اپنا مسکن بنا لیا تو ملکی سٹیج کا
تمام سین فوراً بدل گیا۔ نیا سلطان حکیم لا مذہب یا کم از کم رند مشرب نہ تھا البتہ اُسکے
سمرو رالوقت اور صحبت یافتہ ہونے میں شبہ نہیں۔ وہ مادر فطرت کے بیبہا عطیہ اپنے
زندگی کو زہد و تقوی کے نقش و نگار سے آراستہ نہ کرتا تھا بلکہ جس سادی وضع سے اُسپر بدل
ہوتی تھی بسر کرتا تھا۔ ایسا طریقہ متعصب مولویوں کو ہمیشہ اعتراض کا موقع دیتا ہے۔ چنانچہ
اُنھوں نے سلطان کو شرعی دھمکیاں دین۔ تمام مذہبی جلسوں یا پنجگانہ نماز کے بعد اُسکی
ہدایت کے لیئے خدا سے نجات کی دعائیں مانگیں اور جب اسپر بھی وہ سیدھا نہ آیا تو برسر عام نفرین
و ملامت کی جانے لگی۔ یہ ہوکر اُس کے معزول کرنے اور ایک آور شہزادے کو تخت نشین
کرنے کا منصوبہ ہوا جو بالآخر کامیابی پر ختم ہوا۔ اور بہت سے سرغنہ معہ چند متعصب مولویوں
کے مصلوب ہوئے۔ مگر قاعدہ ہے کہ جب تک مسلسل نامرادیوں کے ساتھ کوئی نابرداشتنی
اذیت نہیں پہنچتی تب تک ہر نامرادی تن بیجان میں تازہ روح پھونکنے سے باز نہیں آتی۔
متعصب ملاؤں کو اپنی کوششوں کے ایسے مہلک نتائج پر بھی تسکین نہ ہوئی اور سنہ ۱۰۰۶ء
میں لوگوں کو برانگیختہ اور آمادہ فساد کر کے پہلے کی طرح سیکڑوں خون ناحق کرائے۔ ادھر سرداران
طائفہ بربر پہلے سے سرشورش تھے اسوقت دھوکے سے ولیعہد کے پھندے میں پھنسکر
تمام قتل ہوگئے۔ مگر عجب تو یہ ہے کہ اُن کی قسمت کے ایسے خوفناک فیصلے بھی تو اہل قرطبہ کو
برخلاف تیغ تازہ تر گل کھلانے سے باز نہ رکھا۔

یوم الخندق یعنی طلیطلہ کے قتل کے لرزانے والی یاد نے قرطبہ کے متعصب ملاؤں کو
کامل سات سال تک سر نہ اُٹھانے دیا۔ مگر جوں جوں یہ یاد دل سے محو ہوتی گئی اُن سے بغاوت
کے علامات ظاہر ہوتے گئے۔ عوام الناس نہ صرف سلطان ہی سے بدظن تھے کیونکہ وہ بھبوت
رمائے ملنگ تھا۔ گدڑی پہنتا تھا۔ اپنے آپکو صاحب زہد و تقوی نہ جتلاتا تھا۔ بلکہ اُس کے
محافظوں سے بھی سخت متنفر تھے۔ جو حبشی یا غیر از عرب ہوتے اور عربی زبان اول و سمجھ
نہ سکنے سے عجمی (یعنے گونگے) کہلاتے تھے۔

عجمی بازاروں میں جوق جوق نکلتے تھے۔ اگر ایک دو نکلتے تو لوگ فوراً حملہ کر کے مار ڈالتے
تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عجمی سے بیخودی میں کسی شخص کے ہاتھ لگ گیا نتیجہ یہ ہوا
کہ تمام شہر بگڑ بیٹھا۔ فقہا جو حنبلی حاشیہ شہر پر بستے تھے۔ اور ایسے موقعوں پر ہمیشہ غالب حصہ

لیتے رہتے تھے فوراً مدد کو آپہونچے۔ یہ سب ملکر یہان سے تا بن واحد چڑھے اور حرم سرائے سلطان
پر اس بلا کی تیزی اور استحکام سے دفعتہً جھکے کہ گویا معلوم ہوتا تھا کہ فصیلین باوجود لوہا لاٹ
ہونے کے آن کے ہلہ کو نہ سہ سکین گی۔ سلطان حکم نے قلعہ کی بلندی سے اس
طوفان بے تمیزی کی طرف نظر کی اور دیکھا کہ دلاور حملہ آور بین ایک اٹھتے ہوئے جوش مذہبی
سے اُس کے قواعددان اور شائستہ سپاہیون کو پسپا کیئے دیتے ہین لیکن ایسے نازک اور
مخدوش وقت مین بھی وہ اپنی اُس دائم مزاجی اور اطمینان سے باز نہ آیا جو اولوالعزم اور
عالی ہمت لوگون کا گویا خاصہ ہوتا ہے۔ کمرے مین واپس آکر اپنے خادم سے روغن زباد کی
ایک شیشی منگوائی۔ اور اس خوشبودار تیل کو پورے اطمینان اور دلجمعی سے سر اور ڈاڑھی
پر ملنے لگا۔ حسن کو (جو خادم کا نام تھا) ایسے وقت مین جبکہ مفسد فصیل شہر پر پہنچنے کے
لیئے چلے آتے تھے۔ آقا کے اس بے موقع مشغلے پر سخت تعجب ہوا۔ اور گھبرا کر سبب دریافت
کرنے لگا۔ حکم جو اپنی طاقت سے بخوبی واقف تھا۔ نہایت متانت سے بولا چپ
رہو! احمق! اگر آج ہی میرے سر مین خوشبودار تیل نہ ہوا تو مظفر و منصور باغی عام سرون
مین سے میرا سر کیسے پہچان سکین گے؟ اس کے بعد فوجی سردارون کو بلا کر چارہ کار مین
مشورہ کیا۔ سچ یہ ہے کہ جو چال اُسکو سوجھی وہ اگرچہ بالکل سیدھی سادی تھی مگر کام کر گئی۔
سوارون کی ایک مختصر جمعیت اپنے چچازاد بھائی کے ماتحت۔ دوسرے راستہ سے بالا بالا
جنوبی حاشیہ شہر پر جو فقہا کا مسکن تھا روانہ کی۔ انھون نے وہان پہونچتے ہی آگ لگا دی۔
باغیون نے جب یہ تازہ آفت دیکھی تو محاصرہ چھوڑ کر افتان خیزان اہل و عیال کو بچانے بھاگے
آن کا پشت دینا تھا کہ حکم نے مع باقیماندہ محصورین آن کو پیچھے سے لیا۔ اور اس طرح دونون
طرف سے دیکر تمام مفسد سُرمہ کی طرح پس گئے۔ کربہ المنظر تھی مصیبت زدون کو ٹاپون سے
روندتے فریادیون کی فریاد اگر تھم سکتے تو آن کو نظر انداز کرتے شہر کے اِس سرے سے اُس
سرے تک نکل گئے۔ خلاصہ یہ کہ حکم کی حکمت عملی نے اگرچہ بغاوت کو قتل عام تو نہ ہونے دیا مگر
ساتھ ہی حرم اور اہل حرم کو بھی تباہی سے بچا لیا۔

عین نصرت کے وقت سلطان حکم نے اپنا ہاتھ روک کر فوج کو زیادہ جد و جہد سے منع کر دیا۔
اور اس کامیابی کو یہین تک چھوڑ کر باغیون کی صرف خانمان بربادی اور جلاوطنی پر اکتفا کیا چنانچہ
ان مین سے علاوہ عورتون اور بچون کے قریب پندرہ ہزار تو بھاگ کر سکندریہ مین پناہ گزین

ہوتے یہان سے وقتاً فوقتاً جزیرہ کریٹ (قریطیہ یا قریطش) مین نقل مکان کرتے رہے - اور
باقی آٹھ ہزار رفیض مین جو افریقہ کا مشہور نخلستان ہے جا کر آباد ہو گئے - ان مغرورین مین اکثر
اسپین کے وہ نومسلم تھے جو ہمیشہ ایسے موقعہ کے بخوشی منتظر رہتے تھے کہ کس طرح اُس ازلی
نفرت کا ثبوت دین جو عربی حکومت سے طبعاً اُن کے دلون مین جاگزین تھے - اس فتنہ کے
بانی مبانی فقہا تھے جو ہمیشہ سزاؤن سے بالکل بری رہے - بے شک کچھ تو اس لیئے کہ وہ
عربی نژاد تھے اور کچھ اس لیئے کہ مذہبی پیشہ تھے - چنانچہ انہین دنون مین جب ایک فقیہ
سردار جرم بغاوت مین ماخوذ ہو کر سلطان کے حضور مین پیش ہوا تو عند الاستفسار اُس نے فرمایا
جواب مین جواب دیا کہ سلطان سے نفرت کرنا عین اطاعت خدا ہے -
اسپر حکم نے ایک عجیب اور فقرہ کہا -
"جو تجھے مجھ سے نفرت کرنے کا حکم دیتا ہے - وہی مجھے تجھ سے چشم پوشی کرنے کا حکم دیتا
ہے - جا اور خدا کی ظل حمایت مین زندگی بسر کر" فقط -

پانچوان باب

عبد الرحمن ثانی اور مسیحی شہدا

سلطان حکم نے (۲۶) برس کی حکومت کے بعد انتقال کیا اور اپنے بیٹے عبد الرحمن ثانی
کو جانشین چھوڑا - اسوقت مُلک مین ہر طرح امن و اطمینان تھا - قرطبہ کے نومسلم تباہ
ہو کر جلاوطن ہو چکے تھے - متعصبین جنہون نے جائز ناجائز پوشش مذہبی کی آڑ مین مُلک
کو فتنہ و فساد کا شکار گاہ بنا لیا تھا کچھ کم موثر سبق نہ لے چکے تھے - غرضکہ بغاوتون
کی پیوستہ سرکشیون اور اُن کی وقتاً فوقتاً سرکوبیون کے اندر کوئی آشفتگی باقی نہ تھی - عبد الرحمن
کو سلطنت کے ساتھ ایک مسرور الوقت اور خوش گذران زندگی کا مذاق بھی باپ سے وراثتاً
ملا تھا - مگر باپ کی طرح اُسے بھی وہ سنجیدگی اور قائم مزاجی نہ تھی جو انسانی اور نفس پرستی کو
کی حد تک پہونچنے سے بچاتی ہے - سلطان عبد الرحمن ثانی نے جس طرح قرطبہ کو شان و شوکت مین
مرشک بغداد بنایا اسیطرح خود بھی ہارون الرشید جو دنیاوی زندگی کی

ابھی کنارہ کش ہوا تھا اور فرض کرو کہ ایک برتر زندگی کی اُمید پر کنارہ کش ہوا تھا [illegible] کی
بوالفضولیون کی تقلید کی۔ اُسنے شاندار محل بنائے۔ خوشنما باغ لگائے۔ اور عالی شان
مساجد و عمارات اور خوبصورت پلون سے قرطبہ کو زیب و زینت بخشی۔ تمام تعلیم یافتہ او مہذب
مسلمان بادشاہون کی طرح اُسکو شعر و سخن سے پوری دلچسپی تھی۔ اور خود بھی کچھ کم مرتبہ کا شاعر ہونے
کا دعوی نہ کرتا تھا گو اُسکی تصانیف غیر لوگون سے نتائج طبع [illegible]
دیتا تھا مگر فی الجملہ اُسکا مذاق نہایت شائستہ طبیعت نہایت [illegible]
جلد قابو مین آجانے والی تھی۔ مدت العمر جمیع معاملات سلطنت چار خصلتون کی [illegible]
رہے۔ فاریاب فن موسیقی کا ایک [illegible] زمانہ۔ [illegible] ایک مشہور فقیہ۔
طرب سلطان کی دلربا ملکہ۔ نصر ایک حبشی غلام۔ ان مین [illegible]
تھا جسنے پچھلے عہد مین فرقہ فقہا کو بخلاف سلطان برانگیختہ کر دیا تھا۔ مگر اب سلطان کا بیحد
عزیز الوجود مشیر کار بن گیا تھا کہ باعتبار امور سلطنت اگر ہم اُسکو اندلس کا نفس ناطقہ کہین تو
زیبا ہے۔ نصر اور ملکہ طرب بھی قریب قریب اسیقدر معتمد علیہ اور مشار الیہ تھے لیکن
فاریاب نے اپنے حوصلون کو عام تکلفات اور جسمانی آلایشات سے [illegible] رکھا۔ ملکداری
کے ذلیل قضیون مین الجھنا پسند نہین کیا۔ اصل مین وہ ایران کا باشندہ اور بغداد کے مشہور
کلاونت مسمی اسحق کا شاگرد رشید تھا۔ ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کے حضور مین
بدقسمتی سے اپنے اُستاد پر سبقت لے گیا۔ لیکن یہ تھا صرف تلمیذ الرحمن ہی کے
آئینہ کا جوہر نہین۔ حاسد اُستاد نے آخرکار موقع پاکر بوساطت سلطان اُسکو موت یا
جلاوطنی پر مجبور کیا۔ فاریاب نے صورت اخیر پسند کی اور سبع وطن کو خیرباد کہکر
اسپین کا رخ کیا۔ یہان زندہ دل سلطان عبد الرحمن اُمید سے زیادہ عزت و منزلت کے ساتھ
پیش آیا اور فوراً ایک مناسب رقم بطور پنشن علاوہ جملہ لوازمات اکل و شرب و سامان سکونت
معہ دیگر حقوق و خوبیہ ضروریہ مقرر کر دی جس سے خوش نصیب فاریاب کو ایک معقول
آمدنی ہوگئی۔

عبد الرحمن فاریاب کی لیاقت و دانائی سے اس قدر محظوظ تھا کہ اکثر ساتھ بٹھا کر کھانا
کھلاتا اور گھنٹون بڑے ذوق شوق سے گانا سنتا۔ فاریاب بھی صرف گویا ہی نہ تھا بلکہ
بسا اوقات بادشاہ کو گذشتہ زمانہ کے عجیب و غریب فسانے دلچسپ حکایات حکمت آمیز

کلمات سنا کر خوش کرتا - کیونکہ بوجہ کثرت مطالعہ اُسکے معلومات نہایت وسیع تھے - ہزار
سے زیادہ راگ راگنیاں اُسکو حفظ یاد تھیں جن میں سے ہر ایک نرالے سروں اور نئی بندشوں
سے ادا کرتا تھا - اور جن کی بابت اُس کا بیان تھا کہ مجھے جنات سے حاصل ہوئی ہیں - اُس نے
بربط میں پانچواں تار اُسی کا لگایا ہوا ہے - اُس کے الاپ بھرنے اور گانے کا طریقہ سب سے
الگ اور کچھ ایسا محو و از خود رفتہ کر دینے والا تھا کہ جس نے ایک مرتبہ سن لیا تھا پھر دوسرے کا
گانا کبھی خاطر میں نہیں لایا - اُسکا طرز تعلیم بھی تمام اُستادوں سے نرالا ہی تھا یعنی شاگرد کو
اپنے پاس بٹھا کر اول اونچے سے اونچے سُر میں گانے کی کوشش کراتا - آواز کمزور ہونے
کی صورت میں اُس کی کمر میں ایک پٹکا باندھ کر گواتا - اگر زبان میں لکنت یا آواز میں لرزہ یا
کسی قسم کی خرابی ہوتی تو لکڑی کا ایک اس قدر بڑا ٹکڑا منہ میں رکھوانا جس سے دونوں جبڑے
زیادہ سے زیادہ فراخ ہو جائیں - ان سب تدابیر کے بعد اگر اُسکی آواز بلند سر لینے میں ٹھیک
میں تلفظ کے بخوبی ادا کر سکتے تو اُسکو اپنی شاگردی میں لیتا ورنہ رخصت کر دیتا تھا - واریاب
تہذیب و شائستگی - ذکاوت اور بالخصوص حریت کا زیب ہونے میں بے نظیر شخص تھا -
اسی واسطے بہت جلد ہر دل عزیز اور مثل پیرونیس یا بیو برمل طرز معاشرت کے ہر امر
میں مجسم فیشن مانا جاتا تھا - اُسنے بال رکھنے کا عام طریقہ بدل کر اپنا طریقہ ایجاد کیا اندلس میں
گول کباب اور ایک قسم کی ترکاری کا استعمال جسکو اسپی - سری - گس (ناگ دون)
کہتے ہیں اُسی سے شروع ہیں - ایک قسم کی رکابی مدتوں اس کے نام پر قاب الزریاب
مشہور رہی ہے - بجائے دھات کے کانچ کے کوزے چرمی بستر چرمی دسترخوان اور اور
بہت سے اسباب معاشرت کا استعمال اُسی نے شروع کیا - موسمی لباس تبدیل کرنے کا طریقہ
جو اُس نے ایجاد کیا وہ سب سے زیادہ دلچسپ تھا یعنی بجائے دفعۃً تبدیل کرنے کے موسم کے
ساتھ ساتھ بتدریج لباس بھی بدلا جاتا تھا - غرضکہ یہ شخص جس کے اصول قدیم حکمائے یونان
کے فرقہ ایپی کیورین (متنفر الرنج) کے اصول سے مشابہ تھے خواہ کتنی وضع پر پہلیا - تمام
فیشن ایبل جنٹلمین اُسکے پیچھے پیچھے ہوتے تھے اُسمین کوئی بات ایسی تھی - جو
عوام الناس کی نظروں میں پسندیدہ اور قدردانی ہو -

لیکن جس وقت دربار قرطبہ پُر تکلف دسترخوانوں پر طعام نو ایجاد کی لذتوں میں محو اور
بالوں کے فیشن ایبل تراش میں موشگافیاں کرتا تھا - تو خاص سلطانی محل حمایت میں دارالخلافت

ہی کے اندر ایسے پُرجوش لوگ بھی تھے جو زیادہ گہرے خیالات مین مستغرق اور اسلامی سلطنت کے درپے امن و امان تھے مگر ناظرین کو ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ امن خلائق کو اس طرح منغص کرنیوالا کسی طاقتور غنیم کا حوصلہ تھا - یا کم از کم کوئی بیرونی آفت تھی - نہ یہ وجہ تھی کہ سلطان الوقت یعنی عبدالرحمن بزدل تھا کیونکہ اُس کے شیر دل اور رزمی نیکنامیون کا مشتاق ہونے مین ذرا بھی شک نہین - اُس کے مُلکی حریف یعنی وہ مسیحی جو شمالی صوبون مین آباد تھے لوی دی ڈیبا تیلو کی مدد سے گو سرحدی شہرون کو تاخت کرتے رہتے تھے مگر عبدالرحمان بھی ہمیشہ اُن پر فوجکشی کر کے کامیابی حاصل کرتا رہتا تھا - پس ایسے بے حقیقت اور معمولی واقعات مُلک مین ہرگز رخنہ انداز نہین ہو سکتے - یہ شورش زنی تو ضرور کسی مار آستین کی تھی کیونکہ مسلمانون کے ابتدائی زمانہ حکومت مین ہمیشہ خویش و بیگانہ ہی باعث ویرانہ ہوئے ہین چنانچہ موجودہ آفت بھی خاص قرطبہ ہی کے چند دلیر اور جوشیلے مسیحیون کی لائی ہوئی تھی جن کے حوصلے اب ذرا حد سے بڑھ گئے تھے - مسیحیون کی حالت عموماً اس قدر متنزل اور متبذل تو ہرگز نہ تھی کہ وہ اپنے مذہب کا استحکام و محافظت ضروری خیال کرتے کیونکہ مسلمان اُن کے ساتھ بڑی مہر و محبت سے پیش آتے تھے - مذہبی فرائض ادا کرنے مین اُن کو کماحقہ آزادی دی تھی کوئی امر حارج نہ تھا اور وہ خود بھی اپنے ہمسر مسلمانون کی طرح حرفت و تجارت سے بے تکلف ہاتھ رنگتے تھے - دنیوی جاہ و جلال کے اسباب فراہم کرتے تھے - پس جب اُنکو دارین کے فوائد حسب دلخواہ حاصل تھے - تو پھر بجز اپنی قدیم موروثی سلطنت کے اور کسی چیز کی آرزو باقی نہ تھی - اور چونکہ اس آرزو کا پورا ہونا تا نیا حال ناممکن تھا - لہذا مناسب تھا کہ خوش گذران رہتے اور ایسی سلیم الطبع اور آزاد منش گورمنٹ کی رضاجوئی سے ہر طرح مستفید ہوتے -

یون تو اوندلس بھر مین تقریباً ہر جگہ ایسے پُرجوش لوگ موجود تھے - مگر بالخصوص قرطبہ مین بعض حضرات اس قدر زیادہ عالی خیال یا زیادہ صریح لفظ مین یون کہو کہ متعصب تھے کہ اُن کو سرے سے اہل اسلام کی حکومت ہی ناگوار تھی - وہ ابھی تک اپنے کلیساؤن کی گذشتہ عظمت و دولتمندی کو بھولے نہ تھے خصوصاً کلن جی مین ایسے دشمنان دین مسیح کے ساتھ نفرت کرنے سے باز نہین رہ سکتے تھے جنھون نے اُن کی موروثی عزت و عظمت کو خاک مین ملا کر اُن کے مُلک مین ایک دین (باطل) شائع کر دیا تھا - ہمارے نزدیک

گورنمنٹ اسلام کی آزاد پالیسی نے یہ تمام گل کھلائے (مورخ صاحب نے یہ فقرہ طنزاً
لکھکر درحقیقت اُس ناحق شناس گروہ کی گوشمالی کی ہے جو اشاعت اسلام کو زور شمشیر کیجانب
منسوب کرتا ہے) یہی وجہ تھی کہ ان ناعاقبت اندیش لوگون نے قدیم زمانہ کے تارک الدنیا
پارساؤن کی طرح نابرداشتنی اذیتون کو بخوشی برداشت کیا۔ اور جام شہادت کی تمنا کی
یہ مسلمانون سے سخت بیزار تھے۔ کیونکہ وہ ان کو امر حق کے لیئے اذیت جھیلکر آسمانی حکومت کا
موقع نہ دیتے تھے۔ بالخصوص مسلمانون کی شگفتہ طبعی سے یہ طرز معاشرت تو وہ کسی طرح دیکھ
ہی نہ سکتے تھے۔ تمام لطف و لذات زندگی۔ اُن کے دلکش مزامیر و لوازمات و سرود حتی کہ
اُن کے علوم و فنون ان تارک الدنیا اور جفا پسند لوگون کی نظرون مین گویا خار تھے خوش عقیدہ
تو اُن کے نزدیک وہی شخص تھا جس نے تمام عمر ریاضت و تقوی مین گذاری۔ روزے رکھنا
اپنے گناہون کا منفعلانہ اعتراف کرنا اور بذریعہ عقوبات جسمانی اُن کا کفارہ دینا۔ مجاہدات
تزکیہ نفس کرنا۔ جسم کو تکلیف دیکر روح کو دنیاوی آلایشون سے صاف کرنا مقتضائے پیدایش
سمجھا۔ حالانکہ ان تمام عقیدہ مندیون سے دین مسیح کے ایک نئے فرقہ یعنے اہل تصوف کا محض
ایجاد و اظہار مقصود تھا۔ لیکن دفعتاً اُن کی تمام یہ حالتین بھی منقلب ہوگئین۔ لاپروائی اور
بے غرضی جو اس وقت تک خصوصیت کے ساتھ اُن کا شعار رہا تھا ایک غیر معمولی جوش و جذبہ
سے مبدل ہوگئین۔ اور تمام مسیحی اسپین مین یک بیک جام شہادت کا دور چلنے لگا۔

مُلک کی حالت اسوقت نہایت خوفناک تھی۔ اچھے معقول آدمیون کو اپنی اور ساتھ
مین جوشِ سرون کی جانین محض ایک خام خیال کے لیئے تلف کرتے دیکھنا افسوس اور رحم کو اپنی
طرف متوجہ کرتا تھا۔ جس طرح قدیم زمانہ مین (Baal) بال کے خودکش پریسٹس
نے اپنی مبارک جانون پر آپ حملے کیئے تھے۔ جس طرح ہندوستان کے صحرا نشین جوگی لمبے
ناخن بڑھا کر ترک لذات نفسانی کا ثبوت دیتے ہین اسی طرح ان کمبختون نے کیا۔ حالانکہ عقلاً
اور مذہباً ان نفس کشیون کی کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ بس جوش جنون سے تنگ ہو کر شہداء
اسپین نے اس درجہ بے تکلفی سے مذہب پر جانین قربان کین۔ مانا کہ وہ کسی جائز پر جانبازی کا نتیجہ
تھا تو یہ اُن کے مجنون اور خارج از عقل ہونے کی قوی تر دلیل ہے۔ کیونکہ دین مسیحی یا کسی مذہب نے
کو ہرگز ایسی لغو تعلیم نہین دیتا کہ موت اور زحمت کو بلا وجہ کفارہ گناہ سمجھکر بلا ضرورت اختیار کیا جاوے
قرار دین اور اس بے بنیاد مسرت پر محض از راہ نفسانیت اپنی عزیز جانین نثار کرین قلیل الذہن

یہ حالت اس لیئے بھی نہ تھی کہ یہودیون کی طرح اُن کو سخت اذیات پہونچی تھین - یا رسوم مذہبی
ادا کرنے مین کوئی امر خارج تھا - نہ اس لیئے تھی کہ مسلمان دین مسیحی سے ناواقف اور محتاج تلقین
تھے کیونکہ عام مسیحیون سے تو اُن کو انجیل کا علم زیادہ تھا - وہ حضرت عیسٰے کا نام مبارک
بدون علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ لیتے تھے - اسلام حضرت یسوع مسیح کی مُلہم و مبعوث
ذات کو خوب پہچانتا ہے اور اُن کو دلی عزت و حرمت کی نظر سے دیکھتا ہے - غرضکہ مُسلمان
دین مسیحی سے تو ناواقف نہ تھے مگر اپنے دین کو اور ادیان کے ساتھ اُسپر بھی ترجیح دیتے تھے
لیکن جبکہ وہ مسیحیون سے "لکم دینکم ولی دین" سے پیش آتے تھے تو پھر حضرات
آخر الذکر کے لیئے نابرداشتنی اذیات جھیلکر اپنے آپکو راسخ العقیدت ثابت کرنے کا کون سا موقع
تھا - یہ سراسر آپھین کا قصور تھا - جہاد سے درجۂ شہادت حاصل کرنے کا اُن کو سر دست کوئی
شرعی حیلہ نہ ملتا تھا جبکہ رسوم و فرائض مذہبی ادا کرنیکی اُن کو پوری آزادی تھی - انجیل کا وعظ اور
درس تدریس بے روک ٹوک کر سکتے تھے - ایسی حالت مین مذہبی بنا پر عقوبات جھیلنے کا
کوئی معقول طریقہ نہ تھا مگر یہ کہ شرع مسیحی سے انحراف کرین اور اپنے شارع متین کی اس حدیث
متبرک کو بھلا دین کہ اپنے دشمنون سے محبت اور نفرت کرنیوالون سے نیک سلوک کرو
اور حقیر جاننے اور تکلیف دینے والون کے حق مین دعائے خیر کرو - حالانکہ ان کے ساتھ
کسی طرح کا ذلیل یا شدید برتاؤ نہ تھا بلکہ برعکس عام مسیحی ہر طرح مطمئن اور آسودہ حال تھے - اور
اگرچہ اُن کے پرلیسیٹ کبھی کبھی بازاری آدمیون اور آوارہ گرد بچون کا ضحکہ بن جاتے تھے مگر
شریف و وضعدار مسلمان ایسے نامہذب مجمعون مین کبھی شریک نہ ہوتے تھے - پھر بھی مسیحی
اپنے برگزیدہ نبی کی حدیث کی یہانتک پابندی کرتے تھے کہ قطع نظر ایسے نرم اور رحمدل
دشمنون سے محبت کرنے کے چلتے چلتے ٹھہر گئے اور اُن کو اور اُن کے مذہب کو
خواہی نخواہی دوچار صلواتین سنا دیتے تھے - اور اگر [illegible] دریافت کیجئے تو درجۂ شہادت - تمام
اسلامی ممالک مین یہ ایک مشہور قانون ہے کہ جو شخص حضرت محمد صلعم یا اُن کے مذہب کو [illegible] یا بے ادبی
کرے وہ گردن زدنی ہے - گو یہ ایک نہایت سخت اور وحشیانہ قانون ہے مگر دنیا جانتی ہے کہ
ایسے قانون کی تعمیل سپین مین ہوئی یا اسمتھ فیلڈ اور آکسفورڈ کے میدانون مین لکڑیون کے مشتعل انبارون پہ

(میری ملکہ انگلستان کے زمانے مین عجیب رواج تھا [illegible] پروٹسٹنٹ [illegible] اسمتھ فیلڈ اور آکسفورڈ
کے میدانون مین زندہ جلا دیئے جاتے تھے - جسکو مسیحی "دی بلڈی کوئین" یعنی خونی ملکہ کہتے ہین مظلومون مین سے تھے -

گئے اور اُس نے ہرچند زجر و توبیخ کے ساتھ اُسکو ایسے بیان سے باز رکھنا چاہا مگر آخر اُسکے ہٹ سے تنگ ہوکر قاضی شہر کے پاس لایا یہاں فلوریا پر ارتداد مذہب کا جرم قائم ہوا کیونکہ مسلمان کا بچہ خواہ مسیحی ماں کے بطن سے ہو شرع محمدی میں مسلمان سمجھا جاتا ہے اور ارتداد کی شرعی سزا موت ہے (اس قانون کا اب تک بھی ٹرکی میں بخوبی عملدرآمد ہے حالانکہ گذشتہ ۴۰ سال تک اس کی آیندہ منسوخی کے لیئے پوشیدہ طور سے کامل غور ہوتی رہی - جب اسوقت یہ حالت ہے تو آج سے ہزار برس پہلے ان مسلمانوں کی طرف بھی کمتر توجہ ہونی چاہیئے) مگر با اینہمہ جب فلوریا ملزموں کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئی تو مجسٹریٹ نے اُسکی بدنصیبی پر سخت افسوس ظاہر کیا اور ہرچند کہ وہ فتوا سے موت دینے پر قانوناً مجبور تھا لیکن قید تک کا حکم بھی نہ دیا بلکہ صرف شدید جسمانی عقوبت دینے کے بعد بھائی کے سپرد کر دیا تاکہ گھر لیجا کر دین اسلام کی تلقین کرے مگر ثابت قدم لڑکی نے یہاں آکر پھر وہی مصدر گردانا شروع کر دیا اور پھر ایک روز پوشیدہ بھاگ کر اپنے ہم مذہب رفیقوں میں جا چھپی - یہاں وہ اول مرتبہ یولوجیس کی زیارت سے مشرف ہوئی جس نے پری جمال عفیفہ کو دلی مہر و محبت و ملکوتی تقدس کی نظر سے دیکھا - فلوریا کی روحانی بزرگی جو عام نظروں سے پوشیدہ تھی - اُس کا زہد و تقویٰ جو دلی ذوق و شوق اور خلوص نیت کے زیور سے آراستہ تھا اُس کی مغلوب نہ ہونیوالی جسارت جو اس موقع پر اُس سے ظاہر ہوئی - ان سب خصائل نے مل کر یولوجیس کی نظروں میں اُسے ایک ولی ثابت کیا - اس سب سے پہلی ملاقات کی مفصل کیفیت جو شاید کبھی اُس کے دل سے فراموش نہ ہوئی ہوگی - چھ برس بعد خط لکھتے ہوئے اسطرح یاد دلاتا ہے -

"پاکباز بہن! یہ تمہاری عنایت بندہ نوازی تھی کہ تم نے مجھے اپنی نازک گردن جو دُرّوں کے صدمہ سے لہولہان اور اُن لمبی لمبی سیاہ زلفوں سے خالی تھی جو کبھی اُس کے دونوں طرف بل کھاتی ہوں گی کھول کر دکھادی - یہ بے تکلفی تمہارے اس حسن ظن کا ثبوت تھا کہ تم مجھے اپنا دینی باپ اور مثل اپنے باپ کے سمجھتی تھیں - اور میں نے بھی پدرانہ دست شفقت سے زخموں کو چھوا - کاش مجھے اسقدر جرأت ہوتی! میری آرزو تھی کہ اپنے پاک لبوں سے چوس کر اُن کے اندمال کی کوشش کروں - [illegible] میں تم سے رخصت ہوکر جدا ہوا تو [illegible] ہوتا تھا کہ گویا میں عالم خواب میں ہوں اور دمبدم سرد آہیں کھینچتا تھا"

یہان سے فلورا اور اُسکی ایک بہن جو اُسکی ہمدرد اور ہمخیال تھی ایک محفوظ مکان مین لیجا کر چھپا دیگئین اور اس کے بعد مدت دراز تک یولوجیس کو اپنی دینی بہن کے دیکھنے کا کوئی موقع نہ ملا۔ اسی اثنا مین قرطبہ کے مسیحیون کا شوق شہادت یوماً فیوماً ترقی پکڑتا جاتا تھا۔ اول ہم اسقدر پرفکٹس نامی ایک پریسٹ (قسیس) نے کی۔ جسنے جوش وحشت مین اسلام کی توہین کی اور اُسکی سزا مین عین عید الفطر کے دن جبکہ تمام مسلمان رمضان المبارک کی نعمت بالخیر پر خوشیان منا رہے تھے قتل ہوا۔ جمیع مسلمان قرطبہ بلاقید اناث و ذکور آجکے دن نہایت شادمان اور مسرور الوقت تھے اور بالخصوص مجرم پریسٹ کے قتل نے اُن بشاش چہرون پر ایک تازہ جوش پیدا کر دیا تھا۔ جو نہایت بے تکلفی سے شہر کے کوچہ و بازار سے جوق جوق گذر کر اور مرحوم ہاشم کی زندہ یادگار پُل قرطبہ سے عبور کر کے عیدگاہ کے وسیع الفضا میدان مین پہنچ رہے تھے۔ القصہ بدنصیب پریسٹ۔ بیرحم اور استہزا کرنے والے شخص اور ان کے مقتدین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور مذہب اسلام کی توہین کرنے کے سبب آج قتل ہوا۔ قرطبہ کے مجتہد نے قسیسون اور دیگر مسیحیون کے مجمع سمیت لاش لیجا کر سینٹ اسکلس کی تعظیم و تکریم سے اُسکی تجہیز و تکفین کی اور چونکہ مرحوم ڈائی گلیشن کے گرجا سے متعلق تھا لہذا شہید "ڈائی گلیشن" کا خطاب دیکر فوراً شاہ ولایت بنا دیا۔ اسی شام کو دو مسلمان دریا مین ڈوب گئے جس سے مسیحیون نے یہ نتیجہ نکالا کہ عادل حقیقی نے پرفکٹس کے خون ناحق کا قصاص لیا ہے۔ اسی سال حبشی غلام نصر نے بھی انتقال کیا۔ اور چونکہ یہ اس قتل مین خصوصیت کے ساتھ شریک تھا اس لئے ہمارے ضعیف الاعتقاد مسیحیون نے فوراً مشہور کر دیا کہ پرفکٹس نے پہلے ہی اُسکی موت کی پیشین گوئی کی تھی وہ اُسی عادل حقیقی کا شاید یہ دوسرا فیصلہ ہے "

واقعہ مذکور الصدر کے بعد ہی ایک راہب مسمی اسحٰق اسلام کی تلقین کے بہانہ قاضی شہر کے پاس آیا۔ قاضی نے جو ایک متبحر عالم تھا مذہب کے اصول ہنوز پوری طرح بیان بھی نہ کئے تھے کہ مبہوت راہب یا تو ارادتمند بن کر ایمان لانے آیا تھا یا نوبت سے منہ پھیر کر درشت الفاظ مین مذہب کی توہین کرنے لگا۔ قاضی نے طیش مین آکر اُس کے ایک دھول لگا کر کہا "کمبخت! تو نہین جانتا کہ ہماری شریعت مین ایسی بدزبانی کرنے والے کی سزا موت ہے"۔ اسحٰق نے جواب دیا مین خوب جانتا ہون۔ بے شک تو میری موت کا

فتویٰ دے میری بھی یہی خواہش ہے کیونکہ ہمارے پیشوا نے فرمایا ہے "مبارک ہین
وے لوگ جو اُس حق کے لیئے جان دیتے ہین۔ آسمانی بادشاہت اُنہین کی لیئے ہے"
قاضی نے اس شخص کی بدنصیبی پر افسوس کیا اور سلطان سے چشم پوشی کی درخواست کی
مگر قبول نہ ہوئی۔ آخر اسحٰق مارا گیا۔ اور حسب معمول شاہد ولایت بنا گیا اور مسیحیون نے
ہر طرح ثابت کر دیا کہ نہ صرف بچپن سے بلکہ پیدایش سے بھی پہلے سے اُس سے بہت سی
کرامتین ظاہر ہوئی ہین۔ انھین دنون مین سلطان کے باڈی گارڈ کے ایک سپاہی مسمی
سانکو نے جو یولوجیس کا مرید تھا۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
کی توہین کی اور قتل ہوا۔ اگلے اتوار کو چھ اَور راہبون نے قاضی کے سامنے آکر دیوانہ وار
چلا کر کہا "ہم بھی اپنے دینی بھائی سانکو اور اسحٰق کے ہمزبان ہین" اور حضرت
محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے اور کہنے لگے "اگر تجھ مین طاقت
ہے تو اپنے پیشوا کی توہین کرنے والون سے بدلا لے اور جسقدر وحشیانہ ظلم سے چاہے
سزا دے" غرضکہ یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین مل گئے۔ اسی طرح اور تین راہبون کے
سر پر خودکشی کا جنون سوار ہوا اور یہ بھی گویا خود جلاد کے سامنے گردن جھکا کر جا کھڑے ہوئے
خلاصہ یہ کہ ۸۵۱ء کے موسم گرما مین دو مہینے سے کم عرصے کے اندر اندر گیارہ شخصون نے
جام شہادت نوش فرمایا۔ یا وحشت! ع ہلال عید قربان جانتے ہین تیغ عُریان کو —
مسیحیون کی بزرگ تر جماعتین اپنے بھائیون کے اس بیہودہ جوش و جذب سے
سخت کبیدہ خاطر تھین مگر ہمکو بھولنا نہ چاہیئے کہ اہل اسپین مذہبی حمیت اور پاسداری
مین کچھ ایسے مشہور نہ تھے چنانچہ برکات مذہب سے نہایت کم متاثر ہونے کے سبب
اُن مین سے اس کثرت کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے کہ صرف سو برس سے کچھ زیادہ عرصے
مین دونون شریعتین تمام مذہبی تکلفات بالائے طاق رکھکر باہم شیر و شکر ہو گئی تھین
مسیحی اپنی قدیم زبان لاطینی اور لٹریچر (علم ادب) سے نفرت کرنے لگے تھے۔ عموماً
عربی زبان پڑھتے تھے۔ اور اُسمین جلد ترقی کرکے عربون جیسی لیاقت پیدا کر لیتے تھے چنانچہ
اس انقلاب پر خود یولوجیس بھی افسوس کرتا ہے اور لکھتا ہے "پادریون کی تصانیف
اور کتاب مقدس کے بجائے جو گویا اُن کے آسمانی صحیفے ہین مسیحی عربی نظمون اور فسانون کو
بڑے ذوق شوق سے پڑھتے ہین۔ قوم کے نوخیز عربی کے سوا اور کچھ نہین جانتے۔

عربی کی کتابیں بڑی خوشی سے پڑھتے ہیں۔ انہیں سے اپنے کتب خانے معمور اور آراستہ
کرتے ہیں انہیں کو دلچسپ اور پسندیدہ سمجھتے ہیں۔ اپنی زبان کی کتابوں کی طرف غلط انداز
نظر سے بھی کبھی نہیں دیکھتے۔ افسوس! مسیحی اپنی قدیم زبان اسقدر بھول گئے ہیں اور
بھولتے جاتے ہیں کہ ہرگز میں امید نہیں کرسکتا کہ ہزار میں سے ایک شخص بھی لاطینی زبان
میں ڈھنگ سے خط لکھ سکے۔ حالانکہ عربی میں شعر بھی پسندیدہ کہتے ہیں۔ پولوجیلیس
درست کہتا ہے بے شک مسیحی عربی فسانوں اور نظموں کو پادریوں کی تصانیف سے زیادہ
دلچسپ سمجھتے تھے۔ اور جس طرح روز بروز عربی تہذیب اور شائستگی اور عام طرز معاشرت
میں ترقی کرتے جاتے تھے اسی طرح مذہبی تفریق میں تنزل۔ وہ اہل عرب ہی کے مشکور
تھے جو ان سے اس درجہ مہر و محبت کرتے تھے۔ اپنے مسیحی بھائیوں سے ایسے بغض عناد
اور بیوفائی کے آثار دیکھکر انھیں سخت حیرت اور کوفت ہوتی تھی۔ چنانچہ اس خطرناک
طوفان کو دور کرنے کی غرض سے انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کو ان کی کمینہ چال چلن سے
متنبہ کیا۔ ان سے بحث مباحثے کیے۔ مسیحیوں کے مقابلے میں گورنمنٹ اسلام کی
آزاد پالیسی۔ انجیل کا بے تکلف درس تدریس۔ اور یحیی واعظ کا یہ قول یاد دلایا کہ "کفر کبھی
کبھی نہ بخشا جائے گا" انھوں نے یہ بھی جتلایا کہ مسلمان ان خودکشیوں سے جسکو تم
اپنے زعم میں شہادت سمجھ بیٹھے ہو ذرا بھی آزردہ نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہارا مذہب
سچا ہوتا تو خدا اپنے شہیدوں کا قصاص ضرور لیتا۔ تو خشک ان لائق مگر معمولی درجہ کے
لوگوں نے رہبانوں کی خدمات اور سادہ وضع پر ارکان نماز ادا کرنا ہی جانتے تھے
اور نہیں جانتے تھے کہ روحانی عظمت ناحق موقعوں پر کیا اثر پیدا کرتی ہے۔ اپنی ہی
ہٹ کی آخر جب دیکھا کہ ان کی مشفقانہ نصیحتیں اس بیہودہ جماعت کی سمجھ میں نہیں
سمائیں تو انھوں نے یہ بات اڑایا کہ مذہبی توہین اور اسکی پاداش میں سزائے قتل کا یہ سلسلہ
رفتہ رفتہ فاتحوں کی اصلی تہدید اور تشدد پر ختم ہوگا۔ بلکہ خود پولوجیلیس بھی ہر چند کہ
اسوقت جماعت قریش فرقہ کی طرف سے گویا امام فن مناظرہ تھا اور ہمیشہ کتب متعلقہ انجیل
اور انبیائے کرام کی سوانح عمریوں کے حوالے سے فریق مخالف کے اعتراضات کا
جواب دیتا تھا۔ مگر اس نتیجہ میں ان کا ہمخیال تھا۔ لیکن با اینہمہ پر جوش دلوں میں
اس کے سوا کچھ اثر نہیں تھی کہ جس طرح ہو بگڑے میں تشدد کی آگ بھڑک اٹھی۔ آخر کار

مذہبی سرداروں نے مصلح اندیش فریق کی تقریروں اور تحریروں سے متاثر ہوکر اور نیز گورنمنٹ اسلام کا اشارہ پاکر آیندہ اس قسم کے فساد کا قرار واقعی انسداد اور مفسدین کی گوشمالی کرنی قرین مصلحت سمجھی۔ چنانچہ تمام مجتہدین کی ایک کونسل جسکا صدرنشین سیوائل کا مجتہد اعظم تھا منعقد ہوئی۔ اور اسمیں یہ فیصلہ ہوا کہ اس وقت تک جس قدر لوگ شہید ہوچکے ہیں چونکہ تمام کلیسائیوں نے بالاتفاق اُن کو شاہ ولایت تسلیم کرلیا ہے لہٰذا وہ ہر قسم کے جرم و سزا سے بری کیئے جاویں مگر آیندہ جو شخص اُن کا اتباع کرے گا وہ مجرم اور خارج از مذہب سمجھا جاوے گا۔ اور اس فیصلہ کے عملدرآمد اور استحکام کے لیئے تمام مفسد سرداروں کو قید کردیا۔ ان سرداروں کے ساتھ یولوجیس اور فلورا کو بھی مجلس کی سیر کرنی پڑی اور یہاں وہ دونوں پھر ایک دوسرے کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ایک دن جبکہ فلورا گرجا میں نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ تسبیح اور تہلیل میں مشغول تھی تو اُس نے اپنے برابر ایک اور ہمخیال عفیفہ کو دیکھا جو اُسی آسحٰق کی بہن تھی جو شروع میں شہید ہوا تھا۔ میری یا مریم جو اس لڑکی کا نام تھا اسوقت بڑی تضرع اور زاری سے ہاتھ اُٹھائے اپنے جنت مکانی بھائی کے جلیس ہونے کی دعا مانگ رہی تھی۔ یہ دیکھکر فلورا نے بھی اُسکا ہمسفر بننا چاہا۔ اور دونوں یہاں سے اُٹھکر سیدھی قاضی صاحب کے مکان پر پہنچیں (نہیں بلکہ "قاضی صاحب کی قبر پر پہنچیں") اور حسب معمول جہاں تک ہوسکا اسلام اور بانئ اسلام کی توہین کرنے لگیں۔ جس سے صرف یہ مقصود تھا کہ نیک مزاج قاضی برانگیختہ ہوکر موت کا فتوے دیدے۔ مرادوں پر آئی ہوئیں پری جمال لڑکیاں اسوقت عجیب بیباختہ پن سے قاضی کے سامنے کھڑی تھیں اور جس قدر خلوصیت سے اپنے مذہب کا ایسے لفظوں میں "دنیا کے لیئے امن اور اہل دنیا کے لیئے حسن ظن" اقرار کرتی جاتی تھیں اُسیقدر نفرت سے مذہب اسلام کو "عمل الشیطان" کہکر اُسکا انکار کرتی جاتی تھیں۔ مگر سلیم الطبع مجسٹریٹ ایسا تنگ ظرف نہ تھا کہ بچوں کا سا گدلا ہو جاتا۔ اس قسم کے لایعنی جملے سنتے سنتے اور مجنونانہ حرکات دیکھتے دیکھتے اُسکا جی اُکتا گیا تھا اور اکثر ایسے موقعوں پر جبکہ کوتاہ اندیش لوگ خود موت کے مُنہ میں چلے آتے تھے وہ بہرا بن جاتا تھا۔ چنانچہ اسوقت بھی بجائے برانگیختہ ہونے کے اُسے لڑکیوں کی اُٹھتی جوانی پر رحم آگیا اُس نے ہر چند کوشش کی کہ وہ ان ہزلیات سے باز آئیں اور جو کچھ کہہ چکی ہیں اُسکو واپس لے لیں یا کم از کم یہی خیال کریں کہ اُس نے تو سُنا ہی نہیں مگر

افسوس! کور عقل لڑکیاں سفر آخرت کا احرام باندھکر آئی تھیں کیسے باز رہتیں اور کیونکر
اپنے دلیر ارادے کو فسخ کرتیں - آخر تنگ ہو کر قاضی نے اُن کو قید خانہ میں بھیجدیا -

قید کے دراز اور بظاہر ختم نہ ہونے والے زمانہ نے جام شہادت کی تشنہ لڑکیوں کے حوصلے آخر پست کر دیئے اور وہ اسی کشمکش و پیچ میں تھیں کہ اپنے دلی ارادے کو کس طرح فسخ کریں جو اُن کے تذبذب کو استحکام سے بدلنے اور اُن کی جانیں لینے کے لیئے کہاں سے یولوجیس آور آمد ہوا (بموجب فیصلہ کونسل مجتہدین) سچ یہ ہے کہ اُس شخص کا دل اُسکے کام دل کی مانند نہایت سخت تھا. ایک عورت کو جسپر وہ ہزار بار جان سے نثار تھا جرأت دلاکر مرنے پر راضی کرنا اور بادصف اپنی انسانی ہمدردی اور طبعی دلسوزی کے سنگدل بن کر دوسروں کے آتش جوش کو شوق شہادت کے شعلوں تک بلند کرنا ع
این کار از تو آید و مردان چنین کنند ! اُسکا موجودہ فکر ایسی فلورا کو ملک الموت کے حوالے کرنا) گو ہر وقت کا ایک سوہان روح فکر تھا مگر اُسکی کوششیں اس کام میں ہرگز سست نہ ہوئیں جسکو وہ اپنے اعتقاد کے بموجب امر حق سمجھتا تھا - چنانچہ خاص فلورا ہی کی خاطر کے لیئے اُسنے اخیر ایک پورا رسالہ بھی لکھا - اور اسمیں شہادت کی فضیلتیں بڑی شرح و بسط سے درج کیں (گو فلورا کو ایسی تحریک کی بہت کم ضرورت تھی) وہ اپنا تمام وقت لکھنے پڑھنے میں گذارتا تھا "تاکہ پری تمثال فلورا کی صحبت اور اُسکی قریب پہونچنے والی ساعت کا خیال کا و لیئے آتش افسوس اُسکو [illegible] الارادہ ترک کرتے مگر نہیں اُس کا ارادہ ... بالجزم بن جاتا تھا - اور بالآخر قاضی صاحب کی بیٹیاں اُن گوشہ نشین لڑکیوں کا نوشتہ تقدیر نہ سا سکیں تو ناچار فتویٰ موت سنا دیا اور ۲۴ - نومبر ۸۵۱ء کو فلورا کی ذبح (اقدام) اور اُسکی ہمدم و دمساز مریم دنیا کے ہنگامہ پریشان سے بکمال اطمینان کے ساتھ اور نہا مہربان کی آغوش میں جا سوئیں - یولوجیس نے اس واقعہ کی یادگار میں جسکو وہ اپنے عقیدہ میں "مذہبی کامیابی" سمجھتا تھا ایک نہایت شگفتہ نظم لکھکر اظہار مسرت کیا ہے اور ایک موقع پر اُس مذہبی کامیابی کے سرور میں وہ پری تمثال عفیفہ کی آخری ملاقات کو اس طرح بیان کرتا ہے -

" وہ مجھکو گویا اسوقت ایک حور دکھائی دیتی تھی - اُسکا روشن اور معصوم چہرہ بشاشت کے خوشنما رنگ میں رنگا ہوا تھا. نور کی شعاعیں آسمان سے نازل ہو کر اُسکے گرد گویا ایک ہالہ

بنائی تھین - اور وہ خود پیش از وقت اپنے مکان الامکان سے مسرور الوقت معلوم ہوتی تھی -
جب مین نے اُسکی معجز بیان زبان سے وہ شیرین الفاظ سُنے جنکو شاید مین مدت العمر بھولونگا
تو اُسکو زیادہ صادق الارادت اور ثابت قدم کرنے کی غرض سے مین نے وہ نورانی حلّہ اور
مرصع تاج یاد دلائے جو بہشت مین اُسکا انتظار کر رہے تھے - مین اس قدسی نفس عفیفہ کے
سامنے وہین سر بسجود ہوا - اور نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ اپنے خاص خاص اوقات
مین مجھے بھولنا نہین - اور جب اُسکی تقریر سے خوب مطمئن ہو کر مین اپنے مکان کو واپس
آیا تو خلاف توقع مجھے کچھ زیادہ حزن و ملال نہ تھا "

اس واقعہ کے بعد جلد یولوجیلیس اور اورقیس بھی قید سے رہا ہو گئے - اگلے برس عبد الرحمن
نے بھی قید حیات سے خلاصی پائی - اور محمد اپنے فرزند کو جانشین چھوڑا - یہ بادشاہ نہایت
بے رحم ناتراشیدہ خود پسند اور اسقدر تنگ چشم تھا کہ ارکین دربار کی تنخواہ سے بچا کر جمع کرتا تھا
اُسکی تنگ حوصلگی اور نالایقی نے تمام رعایا کو اس سے متنفر کر دیا تھا - اگر اس سے خوش تھے تو
صرف فقہا تھے اور وہ بھی اس لیے کہ اُس نے اسلام اور بانی اسلام کی توہین کرنے والون سے
دل کھول کر بدلے لیے تھے - تمام کلیسا مسمار کر ڈالے گئے اور ایسے شدید اور جابرانہ قانون جاری
کیے گئے کہ اگرچہ بموجب فیصلہ کونسل مجتہدین "شہادت" کی مذہباً ممانعت ہونے پر لوگ بکثرت
مسلمان ہو گئے تھے مگر ان سختیون سے تنگ ہو کر اور بھی زیادہ ہو چکے تھے - لیکن فی الامر عام
مسیحی یولوجیلیس اور اُسکی رفیق الورہ کے ساتھ ہی ان خود کشیون سے تائب ہو گئے تھے
کیونکہ اب رحمدل عبد الرحمن اور اُسکے ارکین کا دور دورہ نہ تھا جو ان کی مجنونانہ حرکات اور
بدزبانیون سے صرف اسلیے بے توجہ ہو جاتے تھے اب ایک ایسا شخص مخاطب تھا جسکی پالیسی ظلم و تشدد
پر مبنی تھی - پس ایسی حالت مین مسیحیون کا ترک مذہب کرنا کچھ تعجب نہین -

گو مسیحیون کی موجودہ حالت دینی و دنیوی اسقدر نازک تھی مگر پرجوش دل ہنوز اُسی شدومد
پر تھے بلکہ ان کے دلی جذبات رفتہ رفتہ حدود قرطبہ سے بھی باہر نکلکر دور دور مقامات تک پہنچ گئے
تھے - چنانچہ باشندگان طلیطلہ کا یولوجیلیس کو اپنا مجتہد بنانے کی خواہش کرنا اور پھر گورنمنٹ
کی نارضامندی دیکھکر عہدہ مذکور کو مدت دراز تک اس انتظار مین خالی رکھنا کہ گورنمنٹ بطیب خاطر
نامبردہ کو متعین کر دے گی اس امر کو تصدیق کرتا ہے - انہین دنون مین فرانس کے دو راہب
"فرات شہدا" کے تبرکات لینے قرطبہ آئے اور ان کی ہڈیان ایک خوبصورت بیگ مین

بھر کر رہ گئے - اور جب سنٹ جرمن ڈسپرس مین پہنچکر پکے دیندارون کو وہ اُن کی زیارت
کرا رہے تھے تو یہان اسپین مین ایک اور نئے اور زیادہ قابل زیارت تبرک کے سامان جمع
ہو رہے تھے جس سے پُرجوش مسیحیون کو ایک سخت دھکا لگنے والا تھا -

یولوجیس کی نظر مین خدا ہی جانے کس قیامت کا سحر آفرین اثر تھا کہ جدہر پڑتی تھی
کارگر ہو جاتی تھی - ایک پاکدامن فلورا کے زاہد فریب حسن اور اُٹھتی جوانی پر جو ابھی پوری
طرح قائم نہ کر چکا تھا کہ دوسرے فلورا کی شامت آئی - ایک اور دوشیزہ نے اپنے والدین کو
چھوڑ کر حضرت یولوجیس کے حلقۂ ارادتمندی مین داخل ہو لی - اور [illegible] بجرم ارتداد
مین ماخوذ ہو کر قاضی صاحب کی عدالت مین مع اپنے اتالیق کے پیش کی گئی - یولوجیس
پر مسلمہ کو اغوا کرنے کا جرم قائم ہوا اور حسب دفعہ سزائے تازیانہ تجویز ہوئی - [illegible] الجثہ
پریسٹ جناب باری مین مدتون تک ریاضتین اور عبادتین کر کے اس قابل رہا تھا کہ ان شدائد
کا متحمل ہوتا اور اگر اپنے پیارے مذہب کے لئے متحمل بھی ہوتا تو کیا اُن کے ہاتھ سے ہوتا جنکو
اپنے زعم مین کافر اور بے دین سمجھتا تھا - ؟ چنانچہ قاضی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر بولا "اے
مجسٹریٹ! تو قتل ہی کا حکم کیون نہین دیدیتا تاکہ میری روح ایک ہی دفعہ مین تن سے نکل کر واصل
ذات ہو جائے - یہ کبھی نہ ہوگا کہ مین اپنے بدن کو درّون سے پاش پاش کرانا گوارا کرون - یہ کہکر
اسلام اور بانی اسلام کی شان مین بے تکلف بدزبانیان شروع کر دین - لیکن چونکہ ایسے معروف
مشہور شخص کو فتوائے موت دینا قاضی صاحب کے حد اختیار سے باہر تھا لہذا مقدمہ کا
چالان کر دیا گیا - اور یہان پرائیوی کونسل کے اجلاس مین پیش ہوتے ہی جب ایک ممبر نے
مجرم سے سوالات جرح کیے تو اُن مین یہ بھی پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تم جیسا عقلمند اور تعلیم یافتہ
شخص دیدہ و دانستہ موت کے مُنہ مین جاتا ہے - مجنون اور بدحواس شخص اگر ایسا کرین تو
تعجب نہین - مگر تم تو ہوشمند ہو - سُنو مین تم سے کہتا ہون کچھ مضائقہ نہین اگر ایک دفعہ
ضرورت وقت سے موافقت کر لوگے - مین تم سے صرف اس امر کی درخواست کرتا ہون کہ
جو کچھ تم نے قاضی کے سامنے بیان کیا ہے اُس سے انکار کر دو اور ابھی بری کیے جاؤ گے -
مگر افسوس خام خیالات کے ہجوم نے یولوجیس کے دل مین ایسی چیزون کی گنجایش باقی نہ چھوڑی
تھی اور اگرچہ حقیقت مین [illegible] شہید گر ہونے کو خود شہید ہونے پر زیادہ ترجیح دیتا تھا لیکن
سخن پروری اور نفسانیت نے اُسے مصلحت وقت سے منحرف کر کے آخر کار موت کا روز سیاہ

دکھلایا۔ چنانچہ اقبال جرم کرنے پر فتوے سنا دیا گیا۔ اور اوندلس کی نوین صدی کا شہید گر
۱۱۔ مارچ ۸۵۹ء کو قتل ہو کر اپنے حورین سے جا ملا۔ مرتے وقت بھی اُسکی جرأت و دلیری
اور جوش مذہبی مین سرِ مو فرق نہ آیا تھا۔

متعصبین کے مارے جانے سے مفسدون کا جتھا گویا بے جان رہگیا۔ اور شکر ہے کہ پھر اسکے
بعد تمام تاریخ مین ہمکو کہین اس جنون کی حد کو پہنچے ہوئے جوش مذہبی کا اثر نہین دکھائی دیتا۔

چھٹا باب

خلیفۂ اعظم

عبد الرحمن ثالث الناصر لدین اللہ

ہمارے ناظرین شاید اس بات سے کسیقدر دل تنگ ہو گئے ہون گے کہ پچھلے
پانچ بابون مین ہم نے خلافت کے تو ایسے فرمانروایان اور واقعات جو تاریخی شہرت اور عظمت کے
مستحق ہون بہت کم قلمبند کیے ہین۔ اور بجائے تخصص واحد کے بہادرانہ تذکرون کے صرف قومون
یا مذہبون کی جنبشون اور طغیانیون کی طرف زیادہ مائل رہے ہین۔ چنانچہ اُن کو یاد ہوگا کہ
افتتاح تاریخ ہم نے اسپین کے اُن مشہور میدانون سے کیا ہے جن مین اولوالعزم طارق
اور اُسکے بربری جانبازون نے وہ عدیم المثال فتوحات حاصل کی ہین جن کے واقعات اگر تاریخی قصے
ہین تو اُنیسوین[۵] صدی کی تاریخ سے کم نہین۔ یہان سے پھر ہم ٹورس کے معرکہ گاہ مین پہنچے
جہان فرانسیسیون اور عربون مین وہ مشہور لڑائی ہوئی جو دنیا کی پندرہ فیصلہ کر دینے والی لڑائیون
مین شمار کی جاتی ہے۔ مگر افسوس اس ہمیشہ زندہ رہنے والے معرکے کے مفصل حالات جو یقیناً نہایت
دلچسپ اور پسندیدۂ ناظرین ہوتے۔ جلدی مین ہمکو چھوڑنا پڑے۔ اس کے مقابلے پر دوسری طرف
رانسس ویلیز کا حیرت خیز میدان ہے جو آج تک فرانسیسی ملا اور دون خصوصاً رولنڈ کو زمانے کی نظرون
سے اپنے دامن شفقت مین چھپائے ہوئے ہے۔ مگر چونکہ اس کے متعلق اکثر واقعات بعید القیاس
ہین لہذا قلم انداز کیے گئے۔ سریع الرفتار زمانے نے اُس وقت اور اس وقت مین جبکہ ہم الولید حبیب
کو مذہب پر مردانہ وار جان قربان کر کے اپنی جذبات کے حوصلے پست کرتا دیکھتے ہین۔ پورے

[۵] دیکھو مترجم کا رسالہ "انیسوین صدی" اور "تاریخ نویسی" ۱۲

سو برس کا تفاوت پیدا کر دیا ہے ! جزیرہ نمائے اسپین کی مختلف قومون اور مذہبی فرقون کے
باہمی قضیے جو اس صدی کے واقعات ہین گو محض خفیف ہین مگر پھر بھی ہم اسقدر کہنے سے
باز نہین رہ سکتے کہ ایسے واقعات جو صفحۂ روزگار پر سُنہری حرفون مین لکھے جانے کے قابل
سمجھے جاتے ہین بیشتر حضرات شعرا کی جودت طبع ہوتے ہین جن کی مبالغہ پسند طبیعتین
حقیقی واقعات کو بجائے ہی صفات رزمیہ کا زیور پہنا کر معمول سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ
دکھلاتی ہین - حالانکہ مذہبون اور قومون کے باہمی نفاق اور زور آزمائیان بھی روز روز کی
باتین ہین جن کو دنیا ہمیشہ سے بلکہ ابتدائے آفرینش سے اسی طرح دیکھتی چلی آئی ہے اور چلی
جاوے گی - لیکن ہمکو بھول کر بھی یہ خیال نہین کرنا چاہئے کہ جن واقعات سے [illegible] باب
لبریز ہین اُن مین چونکہ وہ آب و تاب نہین جو کسی شخص واحد کی ناموارنہ بہادری اور کارنمایان
مین ہوا کرتی ہے - اسواسطے وہ ناظرین کو مسرور الوقت نہین کر سکتے - کیونکہ جاہل اور ناتراشیدہ
سپاہیون سے عرصہ کارزار مین جو خونریزیان ہوتی ہین وہ حقیقی بہادری نہین بلکہ حقیقی بہادری
وہ تھی جو قرطبہ کے وحشت انگیز دَورِ شہادت مین ہزارون بے خبر اور سادہ دل دو عورتون نے
بھی مذہبیت کے پیرایہ مین ظاہر کی - از خود رفتہ کر دینے والے غصّے کی حد تک مشتعل ہو کر
بہادری کے جوہر دکھلانا بہت آسان ہے - لیکن آخیر دم تک قید کی نا برداشتنی تکلیفین
برداشت کرنا ، بجگاہ و اسپین تک موت کی ساعت بد کا مردانہ جسارت سے انتظار کرنا - اور
اس تمام نازک حالت مین ہر وقت صادق الارادت اور ثابت القدم رہنا آسان نہین ہم تسلیم
کرتے ہین کہ یہ بھی شہدا راہ راست سے گم گشتہ تھے بیشک اُنھون نے اپنی عزیز جانون کو
مفت ضایع بھی کیا اُنھون نے جو کچھ کیا فی الجملہ بُرا کیا - لیکن قطع نظر اسکے کیا اُنکی دلاوری
اس قدر قابل تعریف نہین ہوسکتی جس قدر کہ اُن کی عقل قابل ماتم تھی ؟ فلورا اگر کسی نیک
مقصد پر بھی اپنی جان قربان کرتی تو کیا اس سے زیادہ ناموری کی مستحق ہوتی اسی طرح
الولوجیس گو محض جہل مرکب اور خام خیال سے مبہوت تھا - مگر کیا اُس کے حقیقی اور نامور
ہیرو ہونے مین کچھ شبہہ ہے - غرضکہ ان مذہبی اور قومی قضیون مین جرات و استقلال
حمیت و سرگرمی ظاہر کرنے والے بہت ہی ایسے واقعات موجود ہین جو گو تاریخ مین نظرون
کی توجہ سے رہ جائین - مگر فی الحقیقت نامور بہادرون کی ہمیشہ زندہ رہنے والے کارنامون
کی مانند صفحہ یاد کے چمکیلے حروف ہین - انسان نے اپنے نہایت دشوار اور سخت فرائض منصبی

اکثر بہادری کے چھوٹے چھوٹے کامون مین پورے کیئے ہین۔ حالانکہ بڑی بڑی قومون کی
باہمی ستیزہ آرائیون مین ایسے فرائیض بکثرت مل سکتے ہین۔

ایک پوری قوم یا کم از کم شہر کے عموماً تمام باشندون مین رزمیہ صفات پیدا کرنا اسقدر
آسان نہین جسقدر کہ کسی شخص واحد مین۔ اور اب ہم سلسلۂ تاریخ مین ایک ایسے شخص کے زمانے
تک پہنچ گئے ہین جسکی شاہانہ عظمت و اقبالمندی کی بہت کم نظیر ہین۔ جیساکہ قانون قدرت ہے
عظیم الشان بادشاہ ہمیشہ عظیم الشان ضرورت کا مرافقہ ہوتا ہے۔ جب کسی قوم کا جہاز بدنصیبی
سے گرداب بلا مین آپھنستا ہے۔ ہرطرف سے موجون کے سخت تھپیڑے کھا کر ڈگمگاتا ہے
جب ہر لحظہ جو گذرتا ہے خوفناک بربادی کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ اور تباہی سر پر کھڑی چلاتی
ہے۔ تب عظیم الشان بادشاہ خضر خجستہ پے بنکر اپنی قوم کو اس طوفان سے نجات دینے آتا
ہے۔ ملک مین پھیلا امن و انتظام قائم کرتا ہے۔ اور اپنی کوششون سے سلطنت کو صاحب تخت
و اقبال کرکے پھر ایک مرتبہ دلجمعی سے اسپر حکومت کرتا ہے۔ چنانچہ انیسوین صدی کے آغاز
مین سپین کو ایک ایسے ہی فرمانروا کی اشد ضرورت ہوئی۔ قرطبہ کے مسیحیون کا شور و شر
برانگیختہ کرنے والا جوش اگر کسی قدر فرو ہوگیا تھا تو مختلف صوبون مین ملکی فساد کی آگ بھڑک
اٹھی بادشاہ عموماً کمزور ہوئے کیونکہ سلطان منذر جو سلطان محمد کا فرزند اور جانشین تھا
اگر ایک مدبر اور دانشمند فرمانروا تھا تو ع

"اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی" کا مصداق ہوا۔

حاسد بھائی عبداللہ کے اشارے سے ۸۸۸ء مین پوشیدہ قتل ہوا۔ عبداللہ خود اس قدر
لائق نہ تھا کہ اگر عنان حکومت ہاتھ مین لی تھی تو اس فساد اور مہلک مادہ کے اخراج کا بندوبست
بھی کرتا جسنے تمام ملک مین جابجا ناسور پیدا کردیئے تھے۔ منذر کے برخلاف اسکی پالیسی مین
فریب اور زمانہ سازی دونون باتین تھین۔ اور چونکہ ہر امر مین سخت اور نرم دونون طریقے بالترتیب
ایک دوسرے کے بعد اختیار کرتا لہذا ہمیشہ ناکام رہتا تھا۔ علاوہ ازین اسکی عادتین بھی اسدرجہ
ذلیل اور ظالمانہ اور کمینہ تھین کہ ایک مرتبہ تو تمام فریق بالاتفاق اس سے سخت متنفر اور اسکو
معزول کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔

تخت پر بیٹھے ابھی پورے تین برس نہ ہوئے تھے کہ اندلس کا بیشتر حصہ بالکل خود مختار ہوگیا
اور تمام ملکی گروہون کو ایک مرتبہ پھر موقع ملا کہ یکجہت ہوکر مرکز حکومت کی قوت فاعلہ کو اپنی

قوت منفصلہ سے مغلوب کریں - ہر سردار نے عام اس سے کہ وہ بربری - عربی یا قدیم باشندگان اسپین سے تھا - سب سلطان الوقت کو نالائق اور کمزور سلطنت کو بد عملیون سے لبریز پایا تو فرصت کو غنیمت جان کر خاص حصہ ملک جدا گانہ نامزد کرکے خود سر حکومت سے بہرہ مند ہونے لگا - وہ عربی سردار جو اس وقت سلطنت کے رکن بنے ہوئے تھے اور خاص اون اولوالعزم عربون کے اساتذہ تھے جن کی سرکش تلوارون پر فتح اسپین ختم ہوئی تھی - ہر چند کہ مقابلہ اور قومون کے بہت کم تھی اور اس کمی اور کمزوری کی وجہ سے اُمید تھی کہ دربار قرطبہ سے منحرف نہ ہونگے - مگر لطف یہ کہ وہ بھی تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چُن بیٹھی - اور سیویل کو اپنی خود سر حکومت کا مرکز گردان کر قرطبہ کا رقیب بنا دیا - اور شہرون مین بھی اگرچہ عربون کے جتھے استقدر طاقتور تو نہ تھے کہ سلطان سے کامل انحراف کرتے مگر اطاعت بھی براے نام کرتے تھے - صوبہ لوکا اور ترا گونا کے گورنر فی الحقیقت بالکل خود مختار تھے - غرضکہ سلطان اور اُسکے احکام کی یہ وقعت رہ گئی تھی کہ مشاہیر محافظین صرف قرطبہ کی حدود مین لوگون کو شاہی فرمان پر جیسے جس طرح مجبور کر سکتے تھے - حدود سے باہر جہان یہ سپاہی پہنچ سکتے تھے ایک سب بھی نہ سنتا تھا - بربری جو اگرچہ تعداد مین عربون سے زیادہ مگر گورنمنٹ سے باطمن ہونے مین اُن کے برابر تھے پہلے ہی سلطان سے برگشتہ ہو کر اپنی پُرانی وضع پر آ گئے تھے - اور ملک کے مغربی صوبون مثل آسٹری - مجوریا نیز اور صوبجات واقع جنوب پرتگال مین پھیلکر مختلف قبیلون کی تشکیل مین خود مختار حکومتین کرتے تھے - علاوہ ازین خاص اندلس کے بعض شہر اور کارآمد مقامات مثل تھین جیرہ بھی اُن کے قبضے مین تھے - یہ خرابیان تھین سو تھین - آخر کو آرام و اطمینان بھی نہ رہا - بربر کے دھونی قبیلے میں ایک قزاق قبیلہ (موسیٰ ایک نہایت بدذات کمینہ اور مردود خلایق لٹیرا - اور اُسکے تین بیٹے جنمین سے ہر ایک تن و توش اور سفاکی مین باپ کی طرح عدیم المثال تھا) تمام ملک مین وبائے عالمگیر بنکر پھیلگیا - اور جس طرف جاتا تھا شہرون کو جلا دیتا اور اہل شہر کو لوٹ کر قتل کر ڈالتا تھا -

اسپین کے نومسلم جن پر مذہب اسلام نے ساتھ اسلامی تہذیب کا پرتو بھی کچھ کچھ پڑنے لگا تھا - اگرچہ بربریون کی طرح تو ناتراشیدہ نہ تھے مگر سلطان کے پورے مخالف تھے - چنانچہ در روایت صوبہ الجروک کے علاوہ صوبہ اوندلس کے بے شمار خود سر شہر و اضلاع پر قابض تھے

خلاصہ یہ کہ تمام مشہور شہر ضلع اور تمام صوبجات در پردہ یا بالمشافہ سلطان الوقت سے منحرف تھے۔ اور کیا عربی گورنر کیا بربری سردار کیا نومسلم سب یک دل یک زبان ہوکر اُسکے کمزور کرنے پر آمادہ تھے۔ ان سب مین زیادہ طاقتور ابن حفصون نامی ایک مسیحی تھا جس نے صوبہ الویریا کے باشندون کو برانگیختہ کرکے اُن کو اپنی سرداری مین لے لیا تھا اور ایک بھاری قلعہ بوبسٹرو کو مرکز حکومت گردان کر تمام ارد گرد کے قصبون اور شہرون مین اپنے قوانین نافذ کردیئے تھے۔ سلطان نے اسپر پے در پے حملے کیئے اور ہر دفعہ شکست فاش کھائی۔ آخر نرمی کی دلیل تدبیرون پر اُتر آیا۔ مگر ابن حفصون کی عیاریون اور چالاکیون کے سامنے اُسکی ایک پیش نہ گئی۔ اسی طرح صوبہ مرسیا مین بھی ایک نومسلم شہزادہ مختار اور بوجہ اپنی مدبرانہ اور منصفانہ حکومت کے نہایت عزیز الوجود تھا۔ یہ شاہزادہ اگرچہ شعر و سخن کا از حد شائق مگر اُسمین اسدرجہ مستغرق نہ تھا کہ کسی آنے والے روز بد سے غافل رہے۔ چنانچہ پانچہزار سوارون کی ایک جری اور شائستہ فوج ہر وقت طیار رکھتا تھا۔ حضرات طلیطلہ بھی آمادۂ بغاوت پرچم رہے تھے۔ اور یہ صرف شمال کے خود سر مسیحی شہزادون کے باہمی تنازعات اور خانہ جنگیان تھین جو اُن کو اپنی مدت کی گمشدہ حکومت تک نہ پہونچنے دیتی تھین ورنہ اب اندلس مین باقی ہی کیا تھا اُس کی طاقت بے شمار چھوٹی چھوٹی ریاستون پر تقسیم ہوگئی تھی۔ یہ ریاستین بھی عظیم الشان سلطنت کے صوبون کی طرح کچھ اُسکے ماتحت نہ تھین بلکہ انگلستان کے اُن بیرنون کی ریاستین معلوم ہوتی تھین جو خاص شرائط کی پابند ہوتی ہین۔ ایسی حالت مین اگر کوئی اولوالعزم شخص حملہ کرتا تو اندلس کسی طرح اُس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکتا۔

تگر بد عملی کی اس گہری سیاہی مین جو ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک پھیلی ہوئی تھی کہین کہین سفید نقطے بھی چمکتے تھے۔ چنانچہ صوبہ مرسیا اور اُسکے روشن دماغ اور کریم النفس گورنر کا حال ہم اوپر بیان کرچکے ہین۔ قرمونا کا گورنر ابراہیم بھی ارباب شعر و سخن اور عام کاملین کی قدر شناسی کی وجہ سے اسیقدر مشہور تھا۔ اُسکا محلسرا سنگ مرمر کے ستونون پر معلق تھا جسکی دیوارون پر اسی پتھر اور زر سونے سے گلکاری کی گئی تھی محلسرا کیا تھا عشرتکدہ تھا جسمین ہر قسم کے لوازمات عیش و عشرت اور تمام مذاق زندگی موجود تھے۔ ابن حجاج صوبہ سیویل کے عربی گورنر (بلکہ اگر بادشاہ کہین تو زیبا ہے) نے حالانکہ سلطان کی

اپنی رضاجوئی اور دوستانہ ارتباط پر مجبور کر لیا تھا۔ مگر خود ابراہیم کا تابعدار تھا۔ اُسکے پسندیدہ دستور العمل۔ داد رسی حکومت۔ اور شائستہ قوانین نے قرمونا اور اُسکے متعلقات کو ہمہ تن مشکور کر لیا تھا۔ اُسکی شاہی عبا زربفت کی تھی جس کے دامن پر اُس کا نام اور لقب کڑھا ہوا تھا۔ ممالک غیر کے بادشاہ ہمیشہ اُسکو تحائف بھیجتے تھے۔ چنانچہ مصر سے قسم قسم کے خوشنما پشمینے کپڑے مدینہ منورہ سے شمس العلماء بغداد سے مشہور گلاونت آتے تھے۔ ایک خوبرو نازنین "القمر" اسم بامسمٰے جو اپنی شیرین آواز۔ دلکش تقریر۔ اور عمدہ مذاق شعر و سخن کی وجہ سے زینت محفل تھی اس طرح اُس کی تعریف کرتی ہے "میں تمام مغربی دنیا میں پھری مگر ابراہیم جیسا شریف مزاج شخص کہیں نہ پایا۔ جو شخص ایک دفعہ اسکی صحبت سے مستفیض ہو گیا دوسری سرزمین میں رہنا اُس کے لیے خالی از مصیبت نہیں۔" تمام قرطبہ کے شاعر بھی اُسکے پُر رونق دربار میں حاضر رہتے تھے۔ اور در حقیقت اُن کی مدارات بھی یہاں خاطر خواہ ہوتی تھی ابراہیم ابن حجاج مدت العمر میں صرف ایک شاعر کے ساتھ سرد مہری سے پیش آیا وہ بھی اس لیے کہ شاعر مذکور نے اُسکو ارکین دربار قرطبہ کی ہجو سُنا کر خوش کرنا چاہا تھا۔ مگر یہ بات اُسکو سخت ناگوار گذری۔ چنانچہ اختتام نظم پر اُس نے بطور ریمارک کہا "اگر تم جیسا شخص کو اپنی دلیل اور خلاف واقعہ باتیں سُنا کر خوش کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری بڑی غلطی ہے۔"

تاہم طوائف الملوکی کی شہر آشوب تیرگی میں ان خفیف لمعات کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے کیونکہ مسلمان اُس وقت کے کمزور ہونے اور ہر غاصب سردار کے شاہی دعووں نے سلطنت میں جو بدنظمی پیدا کر دی تھی۔ وہ مرشیا۔ قرمونا۔ سیویل جیسے صوبوں کی فتح مندیوں سے ہرگز رفع نہیں ہو سکتی تھی۔ ملک کی حالت ردی ہونے میں کچھ کلام نہ تھا اور جس میں قرطبہ کی حالت تو نہایت ہی مخدوش تھی۔ کیونکہ ابن حفصون اور اُسکے ہسپانی دلیروں کی آرزو کہ فتح سے ہر دم محل خطر میں تھا اور در حقیقت محصور ہونے سے پیشتر ایک سخت محاصرہ کی تمام تکلیفیں سہ رہا تھا۔ چنانچہ عربی مورخ اُس وقت پر لکھتا ہے "قرطبہ کی حالت ایک سرحدی شہر کی حالت سے کم نازک نہیں جو غنیم کے سبب سے پیہم تکلیف اُٹھاتی ہوئی موج کے تھپیڑے سہتا ہے۔ باشندگان شہر رات کو سوتے سوتے اکثر چونک پڑتے ہیں کیونکہ ٹولی کے خونخوار سوار وادیا کے اُس طرف شبخون کرتے ہیں۔ بد نصیب کسانوں کی دردانگیز چیخیں جن کے مظلوم حلقوں پر ظلم کی تلواریں چلتی ہیں۔ رات کی خاموشی میں صاف سُنائی

متعلقہ باب ۱۶ کا ضمیمہ

القصر واقع سوائیل میں "باب بنات البخش"

دیکھنا لکھا تھا اسی طرح اُسکے جانشین کے ہمایون طالع مین اُسی دولت کا غیر مترقبہ اور کامل
عروج دیکھنا لکھا تھا - یہ جانشین سلطان عبد الرحمان ثالث المعروف بہ "خلیفہ اعظم" خلف محمد کا اور
عبد اللہ کا پوتا تھا ۔

عبدالرحمن کی عمر اسوقت اکیس برس کی تھی ۔ اُسکے کئی چچا اور قریب رشتہ دارون
سے پختہ اُمید تھی کہ ایسے نازک وقت اور فتنہ خیز زمانے مین ایک ناتجربہ کار نوجوان کے ہاتھ
مین عنان حکومت دینا شاید قرین مصلحت نہ سمجھین گے مگر شکر ہے کہ کسی مخالفت کے
آثار ظاہر نہین ہوئے - بلکہ برعکس اُسکا جلوس ہر طرف مبارک سمجھا گیا - نوجوان شہزادہ ملک
اور دربار کی خوشنودی حاصل کرنے مین پہلے ہی کامیاب کوشش کر چکا تھا - اصل یہ ہے
کہ اُسکے حسن وجاہت اور شاہانہ انداز نے اُس کے عجیب شائستہ اطوار واجب التسلیم فوائد ذہنی
کے ساتھ بلکہ عطر مجموعہ کی طرح اسمین وہ نرالی اور مست خوشبو پیدا کر دی تھی جسکو ہر دلعزیز
و مقبول انام ہونا کہتے ہین اور اب اہل قرطبہ جن کے سوا مرحوم عبد اللہ نے ملک مین اور
کسی کو رعیت کہلانے کے قابل نہ چھوڑا تھا اور جن کے دل اسوقت تازہ اُمنگون اور نئی اُمیدون
سے لبریز تھے سراپا گوش بن کر نوجوان سلطان کے پہلے حکم کا بیتابانہ انتظار کر رہے تھے - ادھر
عبدالرحمن نے بھی اپنے اصلی ارادون کو ذرا نہ چھپایا وہ خوب جانتا تھا کہ مرحوم دادا کی بیہودہ
پالیسی نے (اول اسقدر نرمی کرنا کہ کمزوری کی حد کو پہونچ جائے اور پھر اسقدر سختی کہ بالکل ظلم سے
مبدل ہو جائے) سلطنت کو کسقدر خوفناک گزند پہونچایا تھا - اسیواسطے اُس نے ان افراط و تفریط
کو یکلخت چھوڑ کر عوام الناس کو خوب آگاہ کر دیا کہ [illegible] کی حدون مین کوئی [illegible] مطیع
نہ رہ سکیگا اور تمام برگشتہ سردارون کو خود بلا کر بلاتکلف اپنے دایرہ اطاعت مین داخل کیا
اور دور و نزدیک منادی کر دی کہ گورنمنٹ اندلس جتنے بھر زمین بھی باغیون کے قبضے مین نہ
چھوڑے گی - سلطان کی دلیرانہ تجویزین شورہ پشت باغیون کے حوصلے پست کر دینے کے
لیئے گو کافی تھین - مگر پھر بھی گمان غالب تھا کہ تمام مفسد ہر طرف سے یکدل و یکجان ہو کر
شیردل سلطان کو جا لین گے - لیکن عبدالرحمان اپنی رعایا کی خو بو اور ملک کی حالت سے خوب
واقف تھا - اسیواسطے اُس کی یہ دلیرانہ تجویزین بیجا تھین - کیونکہ ابن حفصون اور اوسکے
ہم پیشہ باغیون کو علم فساد بلند کیئے قریباً ایک پشت گذر چکی تھی - اُن قدیم شکستہ آن باقی تھا
نہ وہ دل تھے نہ وہ حوصلے تھے نہ نئے جانشینون کے ساتھ وہ نئے جذبات تھے جنھون نے

مُسلمانون مسیحیون اور اہل اسپین کو یکسان برانگیختہ کر کے اپنی آزادی لینے پر آمادہ کر دیا تھا۔ قاعدہ ہے کہ ایسی بغاوتیں اُس پوری کامیابی تک پہونچنے سے پہلے فرو نہین ہوا کرتین جو باغیون کے ابتدائی زمانہ کے ولولے آخرکار حاصل کر لیتے ہین۔ سرعتون کو عموماً موت یا ٹڑنا پیے نے مجبور کر دیا تھا۔ ادھر رفتار زمانہ کے ساتھ اساتذہ کا سلسلہ بھی بدل گیا تھا۔ پس آنکی نسلون پر ایک خاص قسم کی خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ ہر شخص بغاوت کی مزے خوب چکھ چکا تھا اور اب وہ زمانہ آ گیا تھا کہ باغی خود ہی انفعال کے ساتھ اپنے آپ سے پوچھتے تھے ہماری بغاوتون نے کیا نیک نتائج پیدا کیے ؟ اوندلس کو کفار (مسلمانات) سے چھوڑانے کے بجائے برعکس اُن لوگون کے پنجون مین پھنسا دیا جو ننگ اسلام ہین کون ؟ لٹیرون کے سرگروہ ذلیل خانہ بدست متلاشی معاش تمام ملک اِس سرے سے اُس سرے تک قزاقون کا جولانگاہ ہو گیا ہے جنکے زرعون اور انگورستانون کے حق مین وہ ٹڈی بنے ہوئے ہین اور جس طرف نکل جاتے ہین بربادی و ویرانی چھوڑتے جاتے ہین افسوس ! یہ آفت تو تمام ارضی و سماوی آفات سے بڑھ کر ہے نیسے سلطان قرطبہ موجودہ حالت کو اس سے زیادہ اور کیا ردی کرتا چنانچہ ابتدا مین لوگون کی توجہ عموماً اسی طرف تھی کہ دیکھئے اس نئے جلوس سے یہ آفتین بڑھتی ہین کہ گھٹتی ہین۔

آخر جب عبدالرحمان عنان حکومت ہاتھ مین لینے کے بعد باغی صوبون پر یلغار کرنے لگا تو اُن کو اطاعت قبول کرنے پر قریب قریب رضامند پایا۔ نوجوان سلطان کو سپہ سالاری کی حیثیت سے اپنے آگے دیکھکر تمام لشکر مین اُس وقت عجیب جوش پیدا ہو گیا۔ کیونکہ مرحوم عبداللہ کے زمانہ مین اُن کو برسون ایسا دلچسپ نظارہ دیکھنا نصیب نہ ہوا تھا۔ جو نامور سپاہی اسوقت بڑے جوش و خروش سے اپنے میر عسکر کے جلو مین چلے۔ ادہر باغی صوبون کے فساد کامل ہو کر فاسد ہونے کو پہنچ چکے تھے اور وہ آپ اُن سے ہم گتے گئے تھے چنانچہ خفیف مقابلے کے بعد مطیع ہو گئے اور سبنے شہرپناہ کھولدی۔ پھر تو تمام بڑے بڑے شہر بطیب خاطر سلطان کی حلقہ بگوشی قبول کرنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے اوندلس کے جنوبی اضلاع مطیع ہوئے پھر سیوائل۔ اسکے بعد مغربی اضلاع جن مین اہل بربر آباد تھے۔ یہان سے فارغ ہو کر عبدالرحمن الجبرقہ کے مسیحیون کی طرف متوجہ ہوا جن کے کوہستانی قلعون نے کامل تین برس تک ابن حفصون کی دلیر رعایا کو اپنے سنگین دامنون مین چھپائے رکھا تھا۔ اور جنکو فتح کرنے کے وقت اور دشواری کو کچھ عبدالرحمن ہی کا دل خوب جانتا تھا۔ مگر آہستگی اور ثابت قدمی نے

رفتہ رفتہ یہ دامن بھی چاک کر دیے اور سلطان جو ہمیشہ مسیحیون کے عہدنامون کی پوری ایمانداری سے پابندی کرتا اور مغلوب دشمنون سے بہ ملاطفت پیش آتا تھا اُسکی حد درجہ کی ضعف مزاجی اور راستبازی دیکھکر خود بخود قلعہ پر قلعے کھلنے لگے صرف ابن حفصون اپنے قلعہ مین بدستور غیر مطیع رہا مگر چونکہ عمر رسیدہ ہو چکا تھا اس لیئے جلدی ہی مرگیا اور اب سلطانی لشکر کی یہ ایک معمولی جرأت تھی کہ بڑھتے بڑھتے خاص دار الخلافہ یعنی قلعہ بیبسٹرو تک پہنچ جائے چنانچہ کامل فتح کے بعد جب عبد الرحمن نے قلعہ مذکور کی سنگین فصیلون پر کہڑے ہو کر اُس ہیبتناک بلندی سے چارون طرف نظر دوڑائی اور دیکھا کہ سنگلاخ چٹانین اور اونچے اونچے ٹیلے اس مرکز بغاوت کے گرد ایک ہجوم کئے ہوا گرد اور غلام گردش کی شکل مین کس طرح سلسلہ وار حلقہ باندھے ہوئے ہین تو فرط جوش سے بیتاب ہو کر وہین زمین پر گر پڑا اور اس فتح عظیم پر خدا کا سجدہ شکر بجا لایا۔ اس کے بعد رحم و عفو کے ساتھ شہر مین داخل ہوا۔ اور جب تک رہا برابر روزے رکھتا رہا۔ بیبسٹرو کی فتح سے صوبہ مرسیہ نے خود اطاعت قبول کرلی اور اب صرف ایک طلیطلہ باقی رہگیا جس نے اپنی فوجی طاقت اور افراط رسد کے زعم پر سلطانی ظل حمایت مین آنے سے انکار کیا۔ اس مغرور شہر کو اب تک اُن بزدل اور ضعیف الارادہ سپہ سالارون سے کام پڑا تھا جنکو اُسکی لوہا لاٹھ فصیلون نے ہمیشہ ذلت کے ساتھ ناکام واپس کیا تھا۔ مگر عبد الرحمن ایسا نہ تھا بلکہ اولو العزم آیا ہوا تھا۔ چنانچہ اِس غرض سے کہ محصورین موجودہ محاصرہ کی صعوبتون کو ضعیف اور بے ثبات نہ سمجھین اُس نے متصل کی ایک پہاڑی پر جلد ایک مختصر سا شہر آباد کرلیا اور یہان بیٹھکر پورے اطمینان سے طلیطلہ کی ساعت ناگزیر کا انتظار کرنے لگا۔ انجام کار فاقہ کشیون نے محصورین کے جوش ٹھنڈے کر دیئے اور یہ آخری موقعہ تھا کہ سلطان عبد الرحمان ایک باغی شہر مین مظفر و منصور داخل ہوا جس سے اُس سلطنت کی وسعت و عظمت مکمل ہو گئی جو اُسے اپنے ہشام بزرگ (عبد الرحمان) سے ورثہ مین ملی تھی۔

عبد الرحمن کو اپنے اسلاف کے نقصانون کی تلافی مین پورے اٹھارہ برس صرف کرنے پڑے مگر تلافی کما حقہ ہو گئی۔ کیا عربی کیا بربری کیا اہل اسپین تمام مسلمانون اور مسیحیون کے دلون پر اُمیہ حکومت کا پورا سکہ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی کسی فریق کو اُس نے حد سے زیادہ نہ بڑھنے دیا۔ بالخصوص عربون کو اس قدر سختی سے دبایا کہ قدیم

باشندگان اسپین جن کو وہ اذل خلائق سمجھتے تھے اپنے دل آزارون کو قانونی شکنجہ مین
دیکھکر بہت خوش ہوتے تھے۔ سلطان تمام باشندون پر با اقتدار اور مطلق العنان سمجھا جاتا
تھا لیکن ساتھ ہی اسکا اقتدار کبھی انصاف اور رحمدلی سے تجاوز نہ کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ
اسپین والون نے مسلسل بد عملیون کے بعد تمام رعایا نے ایک خودسر حکومت بخوشی قبول
کرلی اور اسکو بخوشی برداشت کیا۔ اسپین کے شہر اچھے بستے تھے نہ کہ ویران ہوتے تھے
نہ لوگ قتل کیے جاتے تھے۔ اور اگر ایک گورنمنٹ صرف خود مختار تھی تو وہ اپنی رعایا
کو بچا [illegible] کا اندیشہ باقی نہ تھی عوام الناس کو ہر طرح امن و امان میسر تھا اور عرصہ دراز
تک یہ امن میسر رہا یعنی لوگ آزادی سے مال و دولت حاصل کرین اور جسطرح چاہین عیش و عشرت
کے سامان بہم پہونچائین۔

ساتوان باب

جہاد

عبدالرحمن ثالث کا اصول سلطنت یہ تھا کہ بادشاہی اقتدار بالکل اپنے ہاتھ مین رکھے
اور عام نظم و نسق ان سردارون کے ذریعے سے کرے جن کے عروج کا باعث وہ خود ہوتا
تھا۔ ان قدیم عربی سردارون کو محض ایسے اختیار رکھتے تھے جن مین وہ حد درجہ کی احتیاط کرتا تھا
مقبولون سے پچھلے عہد مین ایسی زبون ندامتین اٹھانی پڑی تھین اعلی مناصب پر اکثر کمذات
اور [illegible] لوگون کو مقرر کرتا تاکہ یہ لوگ اپنے محسن آقا پر جان و مال نثار کرنے مین ذرا بھی
تامل نہ کرین جنکی بدولت وہ قدیم عربی سردارون کی پائمالی سے بچکر مراتب بلند پر پہونچتے تھے
ایک باقاعدہ شائستہ فوج علاوہ سلطانی باڈی گارڈ کے جو چیدہ اور خاص زرخرید غلامون
سے بنائی جاتی تھی۔ عبدالرحمان کی فوجی طاقت تھی جس پر سلطنت کا دارومدار تھا۔ اصل مین یہ
زرخرید غلام خاص اور صرف سلووینی نسل سے ہوتے تھے۔ مگر انقلاب زمانہ سے رفتہ رفتہ
اس مین فرینک۔ گالشین۔ لومبارڈ اور مختلف نسلون اور قومون کے لوگ شامل
ہوگئے تھے جن کو یونانی اور وینس کے وحشی بردہ فروش جنگ مین پکڑ لاتے تھے اور
مسلمان تاجرون کے ہاتھ بیچ جاتے تھے اور یہان [illegible] بنائے جاتے تھے۔ ان

زرخرید وان مین کبھی شمار ہوتے تھے۔ شائستہ اور مہذب اور اپنے آقا کے سچے وفادار بھی ہوتے
تھے۔ یہ لوگ بعض باتون مین اُس نامور قوم سے مشابہ ہین جن کو شیر دل صلاح الدین
سلطان مصر کے جانشینون نے بطور باڈی گارڈ بھرتی کیا تھا اور جو تاریخون مین مملوک
کے نام سے تعبیر کیئے جاتے ہین۔ یہی وہ مملوک ہین جو عزت اور ناموری مین مالک
سے بھی بڑھ گئے تھے اور جنھون نے سلاطین مصر اور شام کی عظمت کو گرد کر دیا تھا۔
مملوک کی طرح صقالبہ بھی اپنی خدمت مین بطور خود غلام رکھتے تھے۔ سلطان کی طرف سے
جاگیردار و یہاتدار اور [illegible] حیثیت کے خاص شرائط کے پابند ملازم تھے۔ چنانچہ
بعد الضرورت اپنی ماتحت فوج سے بادشاہ کی مدد بھی کرتے تھے۔ مملوک ہی کی طرح بہت
کم عرصے مین اُنھون نے بھی اسقدر اقتدار حاصل کیا کہ سلطان قرطبہ کی حالت تنزل
دیکھکر عبدالرحمن اور اُسکے جانشینون کے بعد ظہور مین آئی۔ فرصت کو غنیمت جانا
اور چاہتے تھے کہ ریاستین قایم کرلین۔ چنانچہ اسپین مین سلطنت اسلامیہ کے زوال پذیر
ہونے کی ایک بڑی وجہ یہی تھی۔

ان زرخرید غلامون کی مدد سے سلطان عبدالرحمن نے نہ صرف قزاقی اور بغاوت
ہی کا قلع قمع کیا بلکہ اپنے ملکی حریف یعنی شمالی عیسائیون پر بھی کامیابی کے
ساتھ فوج کشی کی۔ اصل مین اسلامی سلطنت کو اسوقت قطع نظر طوائف الملوکی اور
دیگر اندرونی آفات کے ایک اور سخت تر خطرہ کا سامنا تھا۔ گویا اُسکو دونون جانب سے
دو ایسے خوفناک اور خونخوار دشمنون نے شکنجے مین دبا رکھا تھا جن مین سے ہر ایک ذرا
آنکھ جھپکنے کا منتظر تھا۔ یعنی جنوب مین تو شمالی افریقہ کا نوپیدا خاندان فاطمیہ ہی کا
خطرہ تھا کیونکہ بربر کے خودمختار بادشاہ یہ بات ابھی نہ بھولے تھے کہ اہل عرب نے
اسپین کے پرفضا میدانون کو صرف اُنہین کی زمین کسطرح اپنا شکارگاہ بنایا تھا
اور اپنی اُس عجیب پالیسی کے ذریعہ سے جو اُن کے علوم سینوی کی طرح نسلاً بعد نسل
ملتے چلے آئے تھے ہمیشہ اس بات پر تُلے رہتے تھے کہ جس طرح ہو اندلس کے زرخیز
صوبے بربر سے ملحق ہو جائین۔ لیکن یہ سلطان عبدالرحمن ہی تھا کہ اپنی حکمت عملی سے
اُن کی گروہی مخالفت کو خانہ جنگیون اور باہمی بغاوتون کی حد تک برانگیختہ کر کے
اُن مین تفرقہ انداز رہتا تھا اور کبھی اُن کو سر اُٹھانے کی فرصت نہ دیتا تھا۔

چنانچہ اس تدبیر مین اُسکو یہانتک کامیابی ہوئی کہ ایک مرتبہ تو تقریباً تمام ساحل بربر کو
خلافت اُمیہ کا مرید بنا کر سیوٹا کے مشہور قلعہ پر قابض ہوگیا۔ اس کے علاوہ جنگی
جہازون کا ایک بہت بڑا بیڑہ دولت کثیر صرف کر کے تیار کیا اور بحیرہ روم کی حکومت
کے لیئے فاطمیون سے خوب لڑا۔ دوسری طرف بربر کے عین مقابل سمت یعنی شمال
مین دولت اُمیہ کو ایک اور ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ مہیب دشمن کا سامنا تھا
صوبہ آسٹریاس کے مسیحیون کا مخرج اگرچہ طوفان نوح کی طرح ایک تنگ و تاریک تنور تھا۔ مگر
اب اُن کی جمعیت اور طاقت کو روز افزون ترقی تھی۔ خاصکر یہ خیال اُن کی ترقی کو زیادہ
سریع الرفتار کر رہا تھا کہ ہم خاص اپنے موروثی ملک کو غاصبون کے پنجون سے چھڑا رہے
ہین۔ مسلمانون کے ابتدائی حملون نے تو اُن کی یہانتک بیخ کنی کی تھی کہ سرسبزی کی
کچھہ توقع ہی نہ تھی۔ اور وہ بھی ناامید ہو کر آسٹریاس کے کوہستانی مقامات مین جا چھپے تھے
جہان مسلمانون کو اُن کا تعاقب کرنے مین خود اُنھین کے دشوار گذار مقام اور خفیف تعداد
مانع رہی۔ پیلیجیس نے جسکو اسپین کی قدیم رزمی نظم مین پیلیو لکھا ہے جب جلاوطن
ہو کر کوادونگا کی غار کو اپنا وزیر گاتھہ نسل کے زمانہ بربادی کے مسیحیون کا ملجا و ماوا بنایا تو کل
(۳۰) آدمی اور (۱۰) عورتین اُن کے ساتھہ تھین۔ فتحمند عربون نے ایسی خفیف سی
جمعیت کے درپے ہونا خلاف انسانیت سمجھا۔ غار کے تاریک اور پوشیدہ گوشے تھے
جسکا راستہ ایک تنگ اور لمبی گھاٹی سے بذریعہ (۹۰) سیڑھیون کی ایک عمدہ سی زبان
کے تھا۔ یہ لوگ عرصہ دراز تک چھپے رہے۔ تعجب ہے کہ یہی حقیر جمعیت بڑھتے بڑھتے اب
اس قابل ہوگئی کہ ایک جری فوج کو دھمکیان دے۔ عربی مورخ مسیحی سلطنت کی ابتدا یہ
حسب ذیل بیان کرتا ہے:۔

ان باسا کے عہد حکومت مین ایک نہایت ذلیل اور حقیر ضرر پیدا ہوا۔ ارض جلیقیہ
گلیشیا مین سر بلند ہوا اور اپنے ہموطنون کو اسقدر ذلت سے محکوم رہنے اور بزدلی سے
جلاوطن ہوجانے پر سخت نفرین اور ملامت کی۔ اور اُن کو اپنی پچھلی اذیتون کا بدلہ لینے اور
غاصبون کو اپنے موروثی ملک سے نکال پھینکنے پر آمادہ کردیا۔ چنانچہ اُسیوقت سے
اوندلس کے مسیحیون نے اپنے مقبوضات مین مسلمانون کے حملون کا جواب دینا اور اپنے
اہل و عیال کا بچانا شروع کردیا۔ یہی آغاز بغاوت تھا۔ مگر انجام کار کوئی شہر یا گاؤن

مسلمانون کے دایرہ اطاعت سے خارج نہ رہا بجز ایک ڈھلوان چٹان کے جہان یہ
پیلیو ایک چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ جا چھپا تھا اُس کے ساتھی مرض فاقہ سے
گھٹتے گھٹتے (۳۰) رہ گئے کیونکہ بجز شہد کے جو یہ لوگ پہاڑ کی اُن غارون مین سے جمع
کر لیتے تھے جن مین وہ خود شہد کی مکھیون کی طرح آباد تھے۔ اُون کے پاس اَور کوئی سامان
خورونوش تھا۔ رفتہ رفتہ انہین کوہستانی غارون اور درون کو پیلیو نے ایک
مستحکم قلعہ کا ہم پلہ بنا لیا۔ مسلمانون کو جب اُون کے ارادہ کی خبر پہنچی تو اُن کی کمی کی وجہ
سے کچھ التفات نہ کیا۔ اور یہی سمجھا کہ (۳۰) ذلیل علوجون کی حقیقت ہی کیا ہے۔ جانورون
کی طرح ایک چٹان پر بیٹھے ہین۔ آج نہ مرے کل مرے اور اسی طرح اُن کو زیادہ مضبوط
اور طاقتور ہونے کا موقع دیا۔ ایک دوسرا مسلمان مورخ اس موقع پر لکھتا ہے "کاش
مسلمان اس چنگاری کو اُسیوقت بجھا دیتے جسنے آخر کار مسلمانون کی سلطنت جلا کر خاکستر کر دیا"
غرضکہ ان پناہ گزینون کی مختصر جمعیت وقتاً فوقتاً تازہ کمک پہنچنے سے بڑھتی ہی
اور اسی طرح شدہ شدہ قوت کو معتبر پا کر غار سے میدانون مین نکل آے۔ اور بالآخر اُن بربریون
کے درپے آزار ہوئے جو سرحدی اضلاع مین آباد تھے۔ اب تو لاچار مسلمانون کو ان شوخ چشم
لٹیرون کا سُراغ لگا کر انسداد کرنا پڑا۔ مگر انجام کار ناکامی ہوئی اور رسوا ہو کر پسپا ہوئے۔ سلسلہ
مین الفنسو والی کنٹبریا اور پی لیو کی دختر کے عقد نکاح نے گویا
عیسائیون کی دو بڑی طاقتون کا عقد کر دیا جس کے بعد فوراً ہی تمام شمالی صوبے مسلمانون
کے مقابلے پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے مغربی ہمسایون یعنی اہل گلیشیا کو ساتھ لیکر
مسلسل کامیابیان حاصل کرنے لگے۔ اور مخالفین کو رفتہ رفتہ جنوب کی طرف ہٹا دیا پھر
تو یہ نوبت پہونچی کہ براگا۔ پورٹو۔ آسٹورگا۔ لیون۔ زمورا۔ لیڈسما۔
سالامانکا۔ سلڈانا۔ سیگوویا۔ اویلا۔ اوسما۔ میرنڈا۔ تمام شہر رفتہ رفتہ
مسلمانون کے ہاتھ سے نکل کر اُن کے سرحدی قلعہ کوامبرا۔ کوریا۔ ٹالاویرا۔
ٹولیڈو۔ گوڈالکزارا (وادی القصر یا وادی الکسری)۔ ٹیوولا۔ پمپلونا
تک پیچھے ہٹ گئے۔ اُدھر عیسائی علاقہ کی سرحد اب کرہیٹ سیرا تک بڑھ گئی۔ لیکن
اصل مین یہ کوئی نئی فتوحات نہ تھین۔ بلکہ وہی پہلا علاقہ یعنی قدیم کتابل لیون
آسٹوریا نہ جو قبضے سے نکل گیا تھا اب الفنسو کی بدولت پھر فتح ہو گیا۔ مگر چونکہ

سلہ اس صوبہ مین مسلمانون کو کبھی قدم رکھنا نصیب نہ ہوا۔

سر دست نہ اُن کے پاس نہ روپیہ تھا کہ قلعہ بناکر اس علاقہ کو مستحکم کرتے۔ نہ حلقہ بگوش مزارع
تھے کہ ایسے رقبے مین اُن سے تردد کراتے۔ پس اُنھون نے اس بات پر قناعت کرنا
مصلحت سمجھا کہ علاقہ نو مفتوحہ کو اپنے اور مسلمانون کے درمیان بطور حد اوسط یا شی
متنازعہ فیہ چھوڑ کر خود خلیج بسکے کے سرحدی اضلاع مین آزاد زندگی کے مزے لین۔ اور
اطمینان سے بیٹھکر اُسوقت کا انتظار کرین جبکہ اُن کی تعداد بڑھکر ایک وسیع تر رقبہ پر قبضہ
کرنے کی قابلیت پیدا کر لے۔ چنانچہ نوین صدی مین وہ اس علاقہ کی طرف متوجہ ہوئے
اور صوبہ لی اون مین پھیلکر سموراسات۔ اسٹون ڈی گورماز۔ اوسما
اور سیما کانس مین قلعے تعمیر کرنے لگے تاکہ دشمنون کو ہیبت ہو۔ آخر نوبت باینجا رسید
کہ متنازعین کے لیئے جو سرحد کے برابر بحالت میدانون مین سرگرمی سے تیغ و سپر رہتے تھے
سرزمین متنازعہ فیہ غیر وسیع بلکہ نہایت تنگ اور ناکافی ہوگئی۔ دسوین صدی کے آغاز
مین سرحدی مسلمانون نے ہاتھ سے نکلے ہوئے اضلاع کو لینے مین دلیرانہ کوششین کین
لیکن مسیحیون نے باامداد حضرات ٹولیڈو (طلیطلہ) اور سانکو شاہ ناوار جو شمالی
اضلاع مین مسیحیون کی حمایت مین تھا۔ اُنکو بیطرح شکست دیکر اُن کے سرحدی علاقہ مین
تاخت و تاراج شروع کر دی مسیحیون کی یہ حرکت مسلمانون کے لیئے آسمانی آفت سے
کسی طرح کم نہ تھی کیونکہ وہ عموماً ناتربیت یافتہ اور جاہل مطلق تھے۔ پڑھنا بھی بہت کم لوگون کو
آتا تھا اسیطرح اُن کے اطوار و طریقے بھی تعلیم کے ہم پلہ تھے۔ اُن کے سفاک طینتی
اور مذہبی تعصب گویا اُن کی وحشت اور ناشایستگی کا لازمی اور متوقع نتیجہ تھا۔ چنانچہ لی اون
کی سپاہ مین کسی مغلوب اور درماندہ دشمن کو شاذ و نادر پناہ ملتی تھی اور اہل عرب جنکی شائستہ
طرز رزم اور آزاد منشی کی پناہ مین مغلوب دشمنون کو ہمیشہ امن ملتا تھا کسی مسیحی کی طرف بُری
نظر سے دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے اہل کسٹائل کی یہ حالت تھی کہ تند اور وحشی لٹیرون
کی طرح جو قلعہ یا شہر فتح کیا محصورین اور ساکنین کو بے تکلف تہ تیغ کیا۔ اگر نہ کیا تو غلام بنا لیا۔
عبدالرحمن ثالث کو عنان خلافت ہاتھ مین لیئے پورے تین برس ہوئے تھے کہ اور ڈونو
ثانی شاہ لی اون نے صوبہ مریڈا کو فصیل شہر تک لوٹ کر ویرانہ کر دیا۔ اہل بادا جو بقول
شخصے کہ "ترکی سپٹے اور عراقی کانپے" یہ حالت دیکھ کر سہم گئے۔ اور اس مصیبت سے بچنے
کے لیئے بہت کچھ بطور خونبہا لیکر رضامند کرنے دوڑے۔ چونکہ دونون شہر قرطبہ سے زیادہ دور

نہ تھے۔ صرف کوہ سرا مورینا کی بلند اور کشیدہ قامت چوٹیان۔ دارالخلافت بنی امیہ کو
اردونو کی ترکتاز اور رہزن جماعتون کی نظرون سے چھپائے ہوئے تھین اس واسطے
موقعہ گویا خطرون سے معمور تھا۔ بے شک اگر نوجوان خلیفہ بزدل یا کمزور ہوتا تو بھی ایسی
حالت مین فوج کشی کرنے سے باین عذر پہلو تہی کرسکتا تھا کہ جب عیسائیون نے سری سے
اطاعت ہی قبول نہین کی تو عیسائیون کی تاخت وتاراج کا انسداد بھی اُس کے ذمہ
نہین ہوسکتا۔ مگر نہین یہ طریقہ اُس کے دستورالعمل اور مزاج دونون کے بالکل خلاف تھا
چنانچہ اپنی بکھری ہوئی فوجین اکٹھا کرکے فوراً جانب شمال روانہ کردین۔ اور جب اُنھون نے
عیسائی علاقون پر کامیاب حملے کیئے تو اگلے سال یعنی ۹۱۷ء مین دوسری مرتبہ فوج کشی کی
مگر اُس مرتبہ اردونو کے ہاتھ بازی رہی۔ اور فوج کو سان ایسٹی وان ڈی گورماس کی
فصیل کے نیچے شکست فاش ہوئی اور نقصان عظیم اُٹھانا پڑا۔ عین جنگ مین جب عربی
سپہ سالار نے میدان ہاتھ سے جاتا دیکھا تو شمشیر بکف دشمنون کی صفون مین گھس گیا۔ اور
اسی طرح لڑتا لڑتا مارا گیا۔ مگر افسوس بادشاہ عیسائیون نے ازراہ بزدلی اور سفاہت کے اُس جانباز
دلاور کی بیباکانہ ادا کی قدرشناسی یہ کی کہ اُس کا سر ایک سؤر کے سر کے ساتھ قلعے کے دروازے
مین لٹکا دیا۔ اس غیر متوقع کامیابی سے عیسائیون کے دل بڑھ گئے۔ چنانچہ لیون اور ناوار
کی متحدہ فوجون نے ۹۲۰ء مین تمام علاقہ کو ڈیلو ڈ تک زیر و زبر کر ڈالا۔ لیکن سلطانی فوجون سے
دو متواتر شکستین کھا کر اُس کی پاداش بھی ان کو جلد ہی مل گئی۔ آخرکار خلیفہ کو عیسائیان کی
گوشمالی کے لیئے ایک شدید اور ہمیشہ کے لیئے ایک مرتبہ فیصلہ کردینے والی شکست کا بندوبست
کرنا پڑا۔ چنانچہ ۹۲۰ء مین خود فوج کی کمان لیکر تیز قدم آگے بڑھا اور جنگ آزمایانہ [illegible] قلعون سے
اوسما کو جا لیا۔ اور قلعہ کو نہ یادگک منہدم کردیا۔ قلعہ سان اسٹوون [illegible] مین
خالی کرکے بھاگ گئے۔ خلیفہ نے اسکی بھی یہی گت بنائی اور پھر ناوار کی طرف متوجہ ہوا۔
اور سانکو کو دو متواتر شکستین دین مگر بعد کو افواج لیون کی کمک پہنچنے سے وہ پھر
تازہ دم ہوکر مقابلے کے لیئے تیار ہوگیا۔ اب کے بلحاظ منزل لشکر اور موقعہ [illegible]
عیسائیون کو تھا۔ اسوقت خلیفہ نے وال ڈی جنکیوراس (وادی العقب یا نیستان) کے
میدان مین صف بندی کی۔ اور اُن کی متحدہ فوجون کو شکست فاش دی۔ اہل عرب کے
سرکشانہ مقابلے سے غضبناک ہوکر اس دفعہ مسلمانون نے خلاف عادت کسی قدر تہذیب

کام لیا۔ اور اہل میورقہ کو قتل کر ڈالا۔ علاوہ ازین خلاف معمول ہمکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اُن لڑائیون مین عموماً اُنھون نے بعض موقعون پر اپنے مخالفین کے وحشیانہ ظلم کی تقلید بھی کی۔ (شاید مورخ کو معلوم نہ تھا کہ مسلمانون کا یہ اصول نہین کہ تمہارے ایک رخسارے پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا سامنے کردو۔

سچ یہ ہے کہ ہزیمت خوردہ مسیحیون کے مردانہ وار عزم آپ اپنی نظیر تھے اُن کے وحشی اور جاہل مطلق ہونے مین شبہ نہین۔ مگر ساتھ ہی دلاور بھی اس بلا کے تھے کہ شکستون پر شکستین کھائین۔ ہزارون نقصان اُٹھائے۔ مگر ہر دفعہ ایک تازہ جوش کے ساتھ اپنی خستہ حالت سے اُٹھے۔ چنانچہ وادی القصب کے معرکے کے بعد اُسی سال اوڈونو اپنی بہادر جماعتون کو لیکر پھر سرحد پر جھک پڑا۔ اور سنہ ۹۲۴ع مین سانکو والئی ناوار نے اس خیال سے کہ اپنے ہمچشم و ہمعصر اوڈونو سے کسی طرح کم نہ رہے بعض مستحکم قلعے مسلمانون سے چھین لیئے۔ اسپر سلطان عبدالرحمان برانگیختہ ہوکر اور عزم بالجزم کر کے شمال کیجانب روانہ ہوا۔ اور جو قلعہ اور شہر راستہ مین آیا بے تکلف لوٹ کر مسمار کر دیا یا جلا دیا تمام علاقے میں ایسا خوف پھیلا کہ جس طرف قدم رکھتا تھا لوگ خود بخود شہر چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ حتی کہ سانکو بھی اُس کی آمد آمد کی خبر سنکر سراسیمہ بھاگ نکلا۔ اقبالمند سلطان پمپلونا کی دارالامارت شہر نادار مین مظفر و منصور داخل ہوا اور بہت سے عالیشان مکانات اور معبد نہایت بے رحمی سے مسمار کر کے شہر پر قابض ہو گیا۔ انھین دنون مین اوڈونو بھی مر کر لی اون کا میدان صاف کر گیا۔ اُس کے جانشین بیٹون کی باہمی نزاع اور خانہ جنگیون نے عبدالرحمن کو اور ضروری امور کی طرف متوجہ ہونے کا موقع دیا۔

ایلغار سے کامیاب واپس آنے کے بعد عبدالرحمن نے ایک نیا لقب اختیار کیا اب تک فرمانروایان اندلس "امیر" "سلطان" "ابن الخلفا" وغیرہ مختلف القاب سے ملقب ہوتے تھے۔ گو سلاطین قرطبہ بنی امیہ کی خلافت کے سچے وارث تھے۔ اور خلافت عباسیہ کو جو ان کے استیصال کا باعث تھی تسلیم نہین کرتے تھے۔ مگر تاہم اُنھون نے اپنا موروثی مذہبی لقب ابھی اختیار نہ کیا تھا کیونکہ اُن کے ذہن مین خلیفہ اُن ائمہ کا زینت نام نہ ہونا چاہیئے تھا جنکو خادم الحرمین (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ) ہونے کا فخر حاصل ہو۔ چنانچہ اسی واسطے انھون نے لقب [illegible] باپ خلفا رکھا۔

خاطر خواہ تلافی اور نئی فوج بھرتی کر دوسری لڑائی کا سامان بھی تیار کر لیا۔ عیسائیون کی اس بے موقع
خانہ جنگیون کی صرف یہ وجہ تھی کہ کسٹائل۔ لیون کی سرداری تسلیم نہ کرتا تھا۔ کسٹائل
کا کاؤنٹ زواب؟ مشہور و معروف فرنانڈ ہ گونزالیز تھا جسکی تعریف اُس وقت سے
اب تک اکثر شاعرون اور بھاٹون کے ہر زبان اور نوک زبان چلی آتی ہے۔ اور لیون کی حکمران
ایک عورت تھی۔ کاؤنٹ کسٹائل جیسا کہ خود نامور اور صف شکن بہادر تھا ویسے ہی
اُسکو بیوی بھی ملی تھی۔ چنانچہ اس عرصے مین وہ دو مرتبہ اپنے ہمسایہ دشمنون کے پنجے مین
گرفتار ہو کر قید ہوا اور دونون مرتبہ اُسکی وفادار (انفنٹا) زوجہ نے اپنی جان پر کھیل کر چھڑایا
اوّل مرتبہ تو شادی سے پیشتر اتفاق ہوا۔ جبکہ وہ اپنی محبوبہ کے باپ گارشیا شاہ نادار
کی خدمت مین اس مقصد کے لیئے حاضر ہوا تھا کہ نکاح کی اجازت لے۔ اور وہان بادشاہ نے
اپنی بہن ملکہ لیون کی خاطر سے بجائے سچی مہمانی کے گو فیانہ مہمانی کی تھی۔ مگر انفنٹا
نگہبانون کو رشوت دیکے اُسکو قید سے رہا کیا اور خود بھی اُس کے ساتھ کسٹائل چلی گئی
دوسری مرتبہ شادی کے بعد اتفاق ہوا۔ اس مرتبہ بھی اسکی جان نثار بی بی نے ایسا ہی خوفناک
اور خطرناک طریقہ برتا یعنی سر شام قید مین جا کر [illegible] اپنے کپڑے پہنا کر نکال دیا اور
خود نگہبانون کے تشدد اور غیظ و غضب کی نشانہ بنی۔ لیکن جو زمانہ کہ فی الحال ہم اپنے ناظرین
کو دکھلا رہے ہین اُسوقت یہ واقعات عوام الناس مین پرانے قصے ہو چکے تھے کیونکہ گونزالیز کی
شادی اور اُسکے اس ارادے کو سالہا سال گذر چکے تھے۔ کسٹائل بجائے لیون کی ماتحتی
کے ایک خود سر گورنمنٹ ہو چکا تھا۔ چنانچہ اسی ارادہ کی بدولت وہ دوبارہ رامیرو کے ہاتھون
مین پکڑ کر قید ہوا۔ لیکن بعد کو یہ معلوم ہوا کہ اہل کسٹائل بجائے اُسکے کسی دوسری حکومت
کو گوارا نہین کرنے کے جتنی کہ اس بات پر آمادہ ہین کہ گونزالیز اگر نہ ہو تو اُسکی مورت ہی کے
سامنے اظہار اطاعت کرینگے تو کاؤنٹ مذکور ان دو شرایط پر رہا کر دیا گیا اوّل یہ کہ وہ تاج لیون
کا ہمیشہ فرمانبردار و ہوا خواہ رہے۔ دوسرے اپنی بیٹی کی شادی رامیرو کے ولیعہد اوردونو
سے کر دے۔ ایسی ذلت اٹھانے کے بعد گونزالیز نے اہل لیون کے ساتھ ہو کر مسلمانون کا
مقابلہ کرنے مین کبھی بھی قدر شوق ظاہر نہین کیا۔ اور خوب دل مین ٹھان لیا کہ لیون کو
بھی اس ذلت کا مزا چکھائے۔ مگر رامیرو کے جیتے جی اُسکو یہ بات میسر نہ ہوئی۔ کیونکہ
سنہ ۹۵۰ عیسوی مین رامیرو نے تلاویرا کے میدان پر مسلمانون کو دوسری ہزیمت دے کر

اُسی جاہ و جلال کے ساتھ [illegible] سال دنیا سے کوچ کیا۔

زنی کامیاب دشمن کے مرنے کے بعد گونزالیز نے پیشہ بادشاہ گری اختیار
کر لیا۔ اور اُس کے جانشین اردونو ثالث کے برخلاف اُس کے بھائی سانکو کا طرفدار
بن گیا۔ اور جب سنہ ۹۵۵ء میں سانکو اس کا جانشین ہوا تو اُسکو تخت سے برطرف کر کے
گونزالیز نے ایک اور [illegible] شہزادے کو اردونو چہارم ملقب بالخبیث کے
نام کے ساتھ بادشاہ بنا دیا۔ سانکو نے تخت لیون سے معزول ہو کر ملکہ تادا کے
پاس جو اُس کی دادی ہوتی تھی۔ پناہ لی۔ ان دونوں نے ملکر خلیفہ قرطبہ سے استغاثہ
اور استمداد کی۔ اسکی مفصل کیفیت یہ ہے۔

سانکو مرض فربہی سے اسقدر عاجز اور تنگ آگیا تھا کہ بلا سہارے کے چل بھی نہ سکتا تھا۔
پس اُس نے ارادہ کیا کہ اطبائے قرطبہ سے جن کی حذاقت کی اسوقت یورپ بھر میں نظیر نہ تھی
رجوع کرے۔ چنانچہ ملکہ تھیوڈا نے اس ضرورت کے لیے خلیفہ کی خدمت میں ایک قاصد
بھیجا۔ ادھر سے خلیفہ نے اُسکے جواب میں ایک نہایت کامل اور حاذق یہودی طبیب
کو جس کا نام حسدائی تھا بھیجا تاکہ سانکو الفربہ کا علاج کرے۔ مگر طبیب کے بھیجنے
سے پہلے خلیفہ نے چند شرائط پیش کیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی شرط تھی کہ سانکو اپنے چند خاص
قلعے خلیفہ کو سپرد کر دے۔ اور ملکہ تادا بذات خود قرطبہ آ کر معاہدہ کرے۔ ہر چند
ملکہ کے نزدیک ایسے لمبے سفر کی مصیبت میں پڑنا اور دشمن خلیفہ کی عظمت تسلیم کرنے
سے نہایت ہی شاق [illegible] مشکل تھا۔ مگر اہل الغرض مجنون۔ چار و ناچار اپنے بیٹے
شاہ نافار اور پوتے معزول شدہ شاہ لیون کو لیکر روانہ ہوئی۔ خلیفۃ الزمان نے بڑی
عالیحوصلگی کا اظہار فرمایا اور [illegible] مراسم آداب شاہانہ کے ساتھ اُن سے پیش آیا اور
ان سب معاہدات کی [illegible] نتیجہ یہ ہوا کہ سانکو نے خلیفہ کی بدولت نہ صرف اپنے موٹاپے کے مرض
سے نجات پائی بلکہ ایک بڑی فوج کی امداد لیکر سنہ ۹۶۰ء میں لیون پر بھی قابض
ہو گیا۔

اگلے برس قبالۃ خلیفہ عبد الرحمن ثالث الناصر الدین اللہ نے ستر برس کی عمر میں
بار سلطنت سے سبکدوش ہو کر [illegible] آرام کیا۔

اُس کے پچاس برس بعد تک حکومت کے انتظام پر اسپین کی حالت میں جو انقلاب

پیدا کیا وہ ایک جاہل سے جاہل اور وحشی سے وحشی شخص کے قیاس مین بھی نہین آ سکتا ناظرین کو یاد ہوگا کہ جب اکیس ۲۱ برس کی عمر مین اُس نے تخت پر پہلا قدم رکھا تو سلطنت کی حالت کس قدر ردّی تھی - ایک طرف (جنوب مین) بربر کا نوبہاد خاندان فاطمیہ چنگل مارنے کو تیار رہتا تھا - دوسری طرف (شمال) مسیحی فرمانروائے اپنا موروثی استحقاق جتلا کر استیصال پر آمادہ تھے - ہزارون مسلم سردار اور مقامی گورنر الگ دندان طمع تیز کر رہے تھے دور و نزدیک کے صوبے الگ خودمختار بنے جاتے تھے - ملکی گروہ الگ برگشتہ تھے - جدھر دیکھئے بدعملی اور تاخت و تاراج کا بازار گرم تھا - بادشاہ کی کوئی نہ سُنتا تھا - بدنظمی اور طوائف الملکی کی ایسی جہان آشوب حالت سے جبکہ ہر لحظہ بربادی کی خبر دے رہا تھا - عبدالرحمٰن نے انتظام کی تدبیرین نکالین اور صرف عہدِ حکومت ختم ہونے سے پہلے اندلس کو ایک شائستہ اور مامون گورنمنٹ سے زینت بخشی - اُس نے تمام فریقون کا زور گھٹا کر صرف سلطانِ قرطبہ کو تمام رعایا پر اقتدار کلی دیا - باقی نصف عہد مین اُس نے بیرونی دشمنون اور حریفون کی نظرون مین گورنمنٹ اندلس کی عظمت ثابت کی - افریقی بادشاہون کو ہر طرح کی جرأت سے باز رکھا - قلعہ سوطا مین ایک چھاونی قایم کی تاکہ اُن کی سدِ راہ ہو - اور خود بحری اقتدار کے لیے مدِ مقابل ہو کر اُن سے لڑا - ادہر شمال مین اُس نے لی اون - کسٹائل - اور ناوار کی روز افزون ترقی کو مسدود کیا - اور اُن کے دلون مین گورنمنٹ اسلام کی عظمت کا اسقدر گھر اسکے بیٹھا دیا کہ وہ اپنے باہمی قضیئے فیصل کرانے اور بازیافت حقوق کا استغاثہ کرنے اسکے دربار مین بذات خود آتے - خلاصہ یہ کہ اُس نے اندلس کو نہ صرف اندرونی اور بیرونی دشمنون کے پنجے سے چھڑایا - نہ صرف تباہی اور بربادی کے طوفان سے اسکو نجات دی بلکہ عظیم الشان اور آسودہ حال سلطنت بنا دیا - قرطبہ کو ایسی دولتمندی - ایسی اقبالمندی - ایسی امن و آسائش صرف اس مبارک عہد مین میسر ہوئی - اب اگر اسمین سبزہ زار اور چراگاہین شاداب کھیت جا بجا لہلہا کر زراعت کی ترقی ثابت کر رہے تھے - اب اگر وہ فطرت کے اُن بیش بہا عطیون سے لبریز تھا جنکو انسانی دستکاری اور صناعی نے ظاہری تکمیل کے زیور سے آراستہ کر کے بے بہا کر دیا تھا - اب اگر اسمین بدنظمی اور بدعملی کے بجائے شائستہ اور عام پسند قوانین و حکومت ہر طرف عزت کی نظر سے دیکھی جاتے تھے تو یہ عبدالرحمٰن اور صرف عبدالرحمٰن کا طفیل تھا -

قسطنطنیہ ۔ فرانس ۔ جرمنی ۔ اطالیہ کے بادشاہ اظہار اخلاصمندی کے لیئے سفیر بھیجتے تھے ۔ اُسکی سطوت و جبروت ۔ اُسکی عقل و دانش ۔ اُسکی دولت و عظمت کا شہرہ آخر براعظم یورپ اور افریقہ مین نہ سما سکا ۔ اور ضرب المثل بن کر ایشیا کی سلطنت اسلام کی غایت حدود تک پہنچ گیا ۔ یہ حیرت انگیز الٹ پلٹ اور انقلاب صرف ایک شخص کا کرشمہ تھا ۔ جسکی ابتدا مین تمام خدائی مخالف تھی ۔ اور جس کے حسن تدبیر اور صائب رائے نے اندلس کو مایوسانہ نکبت کی پستی سے آخر کار شوکت و اقبال کی بلندی پر پہونچا دیا ۔ یہ تنہا شخص کون تھا ؟ خلیفہ اعظم عبدالرحمٰن ثالث الناصر الدین اللہ ۔

مسلمان مؤرخ جو ایسے اولو العزم ۔ ثابت قدم ۔ اور قوی دل اشخاص کو ایسی صفات سے متصف کرتے ہین جن کو اُسکی غیر منقلب اور حاکمانہ پالسی بمشکل قبول کر سکتی ہے تو شاید ایسے اُن کا مقصد اظہار فرمانبرداری اور ارادتمندی ہے ۔ مثلاً عبدالرحمٰن کی مانند سلیم الطبع اور روشن دماغ دنیا مین کوئی فرمانروا نہین ہوا ۔ اُس کی حلیم المزاجی کریم النفسی ۔ کامل عدل گستری زبان زد عوام الناس تھی ۔ شیر رزم ۔ زینت بزم اور حامی مذہب ہونے مین وہ اپنے اسلاف پر سبقت لے گیا تھا ۔ علوم کا شوقین ۔ عالمون کا سرپرست اور اُن سے بحث و مباحثہ کرنے کا ہمیشہ آرزومند تھا ۔ اکثر روایتین مشہور ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پورا منصف ۔ کھرا اور بے لاگ شخص تھا ۔

ایک مستند مسلمان مؤرخ[1] لکھتا ہے کہ وفات کے بعد کاغذات مین سے مرحوم کی ایک قلمی یادداشت نکلی جس مین اُس نے بڑی احتیاط سے وہ دن لکھ رکھے تھے جو اُس کے پچاس برس کی عہد حکومت مین تمام افکار سے خالی تھے ۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس دراز اور مقبل زمانہ مین صرف (۱۴) دن ایسے تھے ۔

اے دانشمند اور ذی شعور ناظرین ! سوچیے اور تعجب کیجیے کہ یہ دنیا جو بظاہر اسباب دلبستگی سے معمور ہے زیادہ سے زیادہ نصیبہ ور لوگون کو بھی سچی خوشی کا کس قدر کم بلکہ لایتجزئے حصہ دے سکتی ہے ۔ !!

---

[1] دیکھو تاریخ المقاری صفحہ ۱۴۶ و ۱۴۷ ۔ باب دوم ۱۲

چراغ اپنی دقیانوسی وضع سے آس پاس کی سرزمینون پر پریدہ رنگ شعاعین ڈال رہا تھا بجز اطالیہ کے بعض حصون اور قسطنطنیہ کے جہان علم و شائستگی کے خفیف ذرے اس دامن تیرگی کو برائے نام چاک کر رہے تھے تمام یورپ اعظم ایک ظلمت کدہ کا نمونہ تھا۔ تو اُسوقت مدینۃ الخلفار کی اس عجیب و غریب حالت کا خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایک اور عربی مورخ لکھتا ہے "قرطبہ ایک قلعبند اور عالیشان سنگین دیوارون سے محفوظ شہر ہے۔ اُس کے کوچہ و بازار نہایت خوشنما اور نفیس ہین۔ قدیم زمانہ مین یہ شہر اکثر سلاطین کفار کا مسکن تھا۔ چنانچہ حدود آبادی مین اُن کے محلسرا کے کھنڈر ابتک بھی پائے جاتے ہین۔ یہان کے باشندے اپنے اطوار پسندیدہ اخلاق حمیدہ۔ فراست و دانائی۔ ملبوسات۔ اکل و شرب۔ نیز گھوڑون کی پسند مین اعلےٰ مذاق رکھنے کے سبب شہرۂ آفاق ہین۔ اس شہر مین ہر فن کے کاملین موجود ہین۔ شمس العلما جو جمیع علوم سے ماہر ہین۔ امرا و اکابرین کے جن کے احسان زبان زد خلائق ہین۔ نامور بہادر جنھون نے سرزمین کفار مین نمایان ترکتازیان کی ہین۔ تجربہ کار اور جنگ آزما سردار غرضکہ ہر فن کے کامل موجود ہین۔ دنیا کے دور دراز حصون کے شوقین طالب علم۔ صرف و نحو۔ الٰہیات۔ قانون۔ طبعیات۔ ہر شاخ علم تحصیل کرنے بکثرت آتے ہین۔ چنانچہ شہر مذکور ہر قسم کے نامورون کا مقام اتصال۔ علما و دانشمندان [illegible] طلاب کا سرچشمہ بن گیا ہے۔ اُس کا قلعہ [illegible] دنیا کے مشہور سردارون [illegible] معمور رہتا ہے۔ اُس کے اصحاب قلم و شمشیر۔ ناموری حاصل کرنے کی غرض سے مدام ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے رہتے ہین۔ وہ گویا [illegible] کا دنگل۔ ارباب علوم کا جولان گاہ۔ سردارون کی منزل اصحاب جود و سخا کا معدن بنا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرطبہ کو اندلس سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے یا سینہ کو شیر سے۔"

مشرقی تعریف اکثر مبالغہ کی حد کو پہنچ جاتی ہے۔ مگر قرطبہ کی تعریف جس قدر لکھی گئی زیبا ہے۔ شہر کی موجودہ حالت ہرگز اس قابل نہین جس سے اُس عظمت و صولت اور شان کا اندازہ ہو سکے جو خلیفۂ اعظم کے زیر حکومت اُسکو حاصل تھی۔ چنانچہ موجودہ تنگ کوچہ و بازار جن کی دونون طرف قلعی پوتے پختہ مکانات سربفلک کشیدہ ہین

اُسکی گذشتہ وسعت وخوبصورتی کا مٹا ہوا نمونہ پیش نظر کرتے ہین وہ "القصر" جو
کبھی اوندلس کے عدل و انصاف کرنیوالے سلاطین کا مسکن تہا - آج تباہ و برباد ہو کر اس
حالت کو پہونچگیا ہے کہ اسپین کے مجرم اُسمین اپنی بدکرداریون کی سزائین بھگتتے ہین -
پُل قرطبہ ابھی تک وادی الکبیر کی خاموش اور سرد مہری سے گذرجانیوالی لہرون سے
مرحوم ہشام کی نوحہ خوانی کر رہا ہے - مسجد جامع نمازیون کے انتظار مین ابھی تک
ایستادہ ہے اور ہر شوقین سیاح سے جو اس کی شان وعظمت سے مسرور الوقت اور
متعجب ہونے آتا ہے - اپنے بانی عبد الرحمن اوّل کی بے توجہی کی شکایت کرتی
ہے - شہر قرطبہ کی لمبائی مین مؤرخین اختلاف کرتے ہین مگر غالب گمان ہے کہ دس میل
سے کسی طرح کم نہ تھی (گویا اس زمانہ کے لنڈن کی لمبائی تھی - خلیفہ اعظم کے
مشہور زمانہ مین جبکہ ایک وزیر نے نیا حصہ بطور سواد شہر بسا کر قرطبہ کو زیادہ وسیع و
پُر رونق بنایا اُس وقت اُس کی حالت عین شباب پر تھی - وادی الکبیر کی
دونون جانب سنگ مرمر کے خوشنما مکانات مساجد - باغات برابر پاس پاس کھڑے
تھے - باغات مین روئے زمین کے عجیب وغریب پھول طرح طرح کے میوون کے
درخت موجود تھے - جن کے لگانے مین اہل عرب نے اپنے وہ کمالات آبپاشی دکھائے
تھے جن کا عشر عشیر اہل اسپین کو آج تک بھی نصیب نہین ہوا - عبد الرحمان اول ہاشمی
خاندان بنی اُمیہ نے دمشق کے اُس باغ کی نقل پر جو اُس کے مرحوم دادا ہشام نے
بڑے شوق سے لگایا تہا اور جس کے صحن مین عبد الرحمان نے اپنے بچپن کا زمانہ
کھیل کود مین گذارا تہا - قرطبہ مین ایک باغ لگایا اور وطن مالوف کی یادگار مین اُسمین
وہ خرما کا درخت نصب کیا جس کی جلاوطنی پر ایک طبعزاد نظم مین اُس نے نوحہ خوانی
کی ہے - علاوہ ازین دنیا کے دور دراز حصون مین قاصد بھیجکر اُس نے اور طرح طرح
کے پودے بیج اور درخت منگوائے - ہر چند کہ ممالک غیر مین پیدا ہونیکی وجہ سے اُن کے مزاج
اسپین کی آب وہوا کے مخالف تھے - مگر سلطانی باغبانون کی کاریگری اور کسب کمال
سے یہی درخت محلسرائے سے نکلکر تمام ملک مین پھیل گئے - انار کا درخت بھی
اسی زمرہ مین اوّل دمشق سے لا کر لگایا گیا تہا - ان باغات کی آبیاری قریب کی ایک پہاڑی
سے ہوتی تھی جہان اب تک علم آبپاشی و آب روانی کے لوازمات وغیرہ

کھنڈون کی شکل مین عربی ہنرمندی پر ماتم کر رہے ہین - پانی یہان سے نلون کے
ذریعے سے بے شمار طلائی نقرہ پیتل کے مشجر ظروف مین یا مصنوعی جھیلون
تالابون - اور حوضون مین جو گرہیشیا کے سنگ مرمر سے تراش کر بنائی گئی تہین
جمع ہوتا تہا - اور یہان سے پھر باغون مین پہونچتا ہے سلطانی محلسرائے کے متعلق
مورخین بہت سے عجیب و غریب باتین بیان کرتے ہین - جس کے سر بنگ نما راستے
بذریعہ شاندار دروازون کے لب دریا صحن چمن یا مسجد جامع مین کہلتے تھے سلطان
نماز جمعہ کے لیئے اسی راستے سے جایا کرتا تہا جو اول سے آخر تک تمام قیمتی قالیچون
اور قالینون سے مفروش تھی - حرم سرائے بہت سے مکانون پر مشتمل تھا اور
ہر مکان کا نام جدا جدا تھا کسی کا نام قصر الازھار کسی کا قصر العاشقین
کسی کا قصر السرور - قصر التاج قس علی ہذا - ان مین سے ایک قصر کا نام
بنی امیہ کے وطن مالوف پر دمشق تھا جس کی چھتین سنگ مرمر کے
ستونون پر ٹھہری ہوئی تہین - اور فرشون پر بڑی کاریگری سے پچیکاری کی گئی تھی
اور نہایت خوشنما اور شاندار تہا چنانچہ ایک عربی شاعر لکھتا ہے " روئے زمین کے
تمام شاہی قصر دمشق کی برابری نہین کر سکتے - دن کو اگر اُس کے سر سبز باغات پر
نظر ڈالیے تو گلزار ارم کا جلوہ نظر آئے گا - اِدہر سفید رنگ خوشنما پھول فرشون
پر عطر پاشی کر رہے ہین اُدہر خیابانون مین لذیذ اور خوشنما میوہ شاخون پر جھوم رہے
ہین - صاف اور شیرین چشمے مودبانہ خرام سے بہ رہے ہین - اوپر نظر اُٹھائیے تو
معلوم ہوگا کہ شاہدان گلشن کو آفتاب کی نا مہذب دست درازیون سے بچانے
کے لیئے گویا ابر نو بہاری نے اپنے تر دامنون کا صحن چمن پر شامیانہ تانا ہے جس سے
معطر قطرات شبنم کثیف بخارات کی شکل مین گلعذارون پر گلاب پاشی کرتی رہتی
ہین - اُس کی عالی شان عمارات - اُس کی قدرتی فزائین عجیب دلفریب منظر پیش
کرتی ہین - اُس کی راتین بھی اسیقدر پُر فزا اور مشام دماغ کو معطر کرنیوالی ہوتی ہین
کیونکہ صبح اگر اپنے پھیکے پھیکے رنگ سے اس کے چہرے پر عنبرین نقاب ڈالتی ہے
تو رات اُسکو اپنی مشک فام زلفون کا برقعہ پہناتی ہے " قرطبہ کے بعض باغون کے نام بہت
دلچسپ ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ گزرنیوالون کو پکار کر کہہ رہے ہین کہ " آئیو دیکھیو کیسا

پل قرطبہ

دلفریب سین ہے۔ اور اس چشمہ کے کنارے پر جو اپنی آہستہ رفتار سے ایک بیفکر اور فارغ البال زندگی کا سبق دے رہا ہے آرام فرمائیے اور ان خوشبودار پھولوں اور خوش ذائقہ میوون کے درختوں سے ذہن اور دماغ کو مسرور کیجیئے"۔ چنانچہ ایک باغ جسکا نام پیچکی (دائیڈ وہیل) ہے۔ ہر سیر کرنے والے کو زبان حال سے اسبات کی نصیحت کرتا تھا کہ آزاد اور بیفکر زندگی بسر کرین۔ اور صرف اُس چرخی کے پہیئے کی مسلسل گونج کو مشغلہ زندگی سمجھے جو پانی کو بذریعہ پیپ کے نیچے سے کھینچکر آبیاری کے لیئے باغ کے سطح زمین تک لاتی تھی۔ اُسی طرح "میڈ آودی مرمرنگ واٹرز" کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے مین یہ مقام باشندگان قرطبہ کا موسم گرما مین تفریح گاہ ہوگا۔ وادی الکبیر کا متانت اور آہستگی کے ساتھ بہنا تو اُن کی ایک دائمی مسرت تھی کیونکہ مشرقی دنیا والون کے نزدیک (مورز کو صرف اُن کی مسقط الراس کے خط نصف النہار نے مجبور کر دیا تھا ورنہ پورے مشرقی تھے) آہستہ آہستہ بہتے ہوئے چشمہ کو دیکھنے سے زیادہ کوئی پسندیدہ نظارہ نہین۔ اِس دریا پر سترہ خوشنما محرابون کا ایک نہایت عالی شان پُل بنا تھا جو مسلمانون کی انجینیری ہنرمندی کی سراپا صداقت تھی تمام شہر عظیم الشان مکانات سے معمور تھا جسمین سے پندرہ ہزار سے زیادہ تو صرف ملازمین گورنمنٹ اور اراکین سلطنت سے متعلق تھی اور ایک لاکھ سے زیادہ عام خانہ شماری تھی علاوہ ازین سات سَو مسجد اور نو سَو صرف وہ حمام تھے جن مین ہر خاص و عام غسل کر سکتے تھے۔ حمام مسلمانون نے ہر شہر و قصبہ مین ایک ضروری خط و خال سمجھکر بنائے تھے کیونکہ ان کے نزدیک پاکیزگی اور صفائی اگرچہ دینداری سے دوسرے درجہ پر تو نہین مگر زہد و عبادت کے ہر کام کا مقدمہ تھی حالانکہ وسط زمانہ کے مسیحی غسل سے اس بنا پر ممانعت کرتے تھی کہ یہ شیاطین کا طریقہ ہے چنانچہ راہب اناث و ذکور اپنی غلاظت اور نجاست پر اس درجہ نازان تھے کہ ایک متبرک بی بی فخریہ لکھتی ہین کہ "ساٹھ برس کی عمر تک مین نے کسی عضو جسم کو پانی نہین لگایا بجز انگلیون کے سرون کے جبکہ مین گرجا مین جا لیتی تھی" غرضکہ مسیحی جب نجاست کو خصوصیت کے ساتھ مذہبی تقدس کا جزو سمجھتے تھے تو مسلمان طہارت کے ذرہ ذرہ برابر ارکان پورا کرنے مین حد درجہ احتیاط کرتے تھی اور جبتک اپنے جسم کو اچھی طرح پاک صاف نہین کر لیتے تھی ہرگز اپنے احکم الحاکمین کے

حضور میں جانیکی جرأت نہیں کرتے تھے - آخرکار مسیحی سلطنت قایم ہونے پر فلپ دوم (مریم
جہانسوز ملکہ انگلستان کا شوہر) نے تمام حماموں کو کہ یعنی مسلمانوں کی زندہ یادگار تھیں مسمار کرادیئے
قرطبہ کی عمارات میں صنعت اور رفعت دونوں باتوں کے لحاظ سے مسجد جامع سب سے
اوّل درجہ پر تھی اور سنہ ۱۷۰ھ میں عبد الرحمٰن اوّل نے اس کی بنا رکھی اور خاندان کے خزانوں کی
بدولت اسنے ہزارہا اشرفیاں اسپر صرف کیں مگر ناتمام رہی آخر فرزند نفس ہشام نے بقول
شخصیکہ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" صوبہ ناربان کی غنائم سے سنہ ۱۹۳ھ میں اسکو ختم کردیا
اس کے بعد ہر نئے سلطان نے اپنے نام سے کچھ نہ کچھ نئی عمارات اسمیں اضافہ کرکے
مسجد کو آخرکار مسلمانوں کے ابتدائی کمالات کا ایک مثال بنادیا - ایک سلطان نے
اسکے دروازوں اور ستونوں کو مطلا کیا - دوسرے نے ایک نیا مینار نصب کیا - تیسرے نے
سقف گنبدین سے اسمیں ایک نیا درجہ بڑھایا تاکہ خاص خاص موقعوں پر نمازیوں کی کثرت
سے جگہ کی قلت نہو چنانچہ اس قسم کی گنبدین سقف یا ڈاٹوں دار چھتوں کے درجوں
کی تعداد شرقاً غرباً ۱۹ اور شمالاً جنوباً ۳۱ ہے - اور انہیں دروازہ پیتل کا منقش و شجر لباس
پہنے نمازیوں کا ابھی تک بیتابانہ انتظار کر رہے ہیں اور بارہ سو ترانوے (۱۲۹۳) مطلا ستون مسجد
کی مقدس چھت کو معتقدانہ ادب سے اپنے سروں پر لیئے کھڑے ہیں - خاص درجہ
میں چاندی کا فرش تھا - جابجا خوشنما پچیکاری کی گئی تھی - اس کے ستونوں پر
قسم قسم کے خوشنما نقش و نگار اور سونے اور نیلم سے گلکاری کی گئی تھی - خاص منبر
خطیب کھڑا ہوا کرتا تھا ہاتھی دانت اور ایک خاص قسم کی قیمتی لکڑی کے ۳۶ ہزار
ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا جو علیحدہ علیحدہ کیئے جاسکتے تھے - اور ان میں سے اکثر
بیش بہا پتھروں سے جڑاؤ تھے اور بذریعہ سونے کی کیلوں اور پیتروں کے ایک
دوسرے سے وصل کیئے گئے تھے صحن مسجد میں چار وسیع اور خوبصورت حوضیں
ہر وقت پانی سے لبریز رہتی تھیں جو کلوں اور نلوں کے ذریعے سے اوسی
پہاڑی سے آتا تھا جس کا اوپر ذکر کیا ہے مسجد کے مغربی بازو پر بیشمار حجرے
اور کمرے بنے ہوئے تھے جن میں غریب الوطن اور مسکین لوگوں کی نہایت
سرگرمی سے مہمانداری کی جاتی تھی - ایک سو پیتل کی لالٹینیں جو شاید گرجا
کے گھنٹوں سے بنائی گئی تھیں مسجد کی رات کو روز روشن کر دیتی تھیں - موم کی
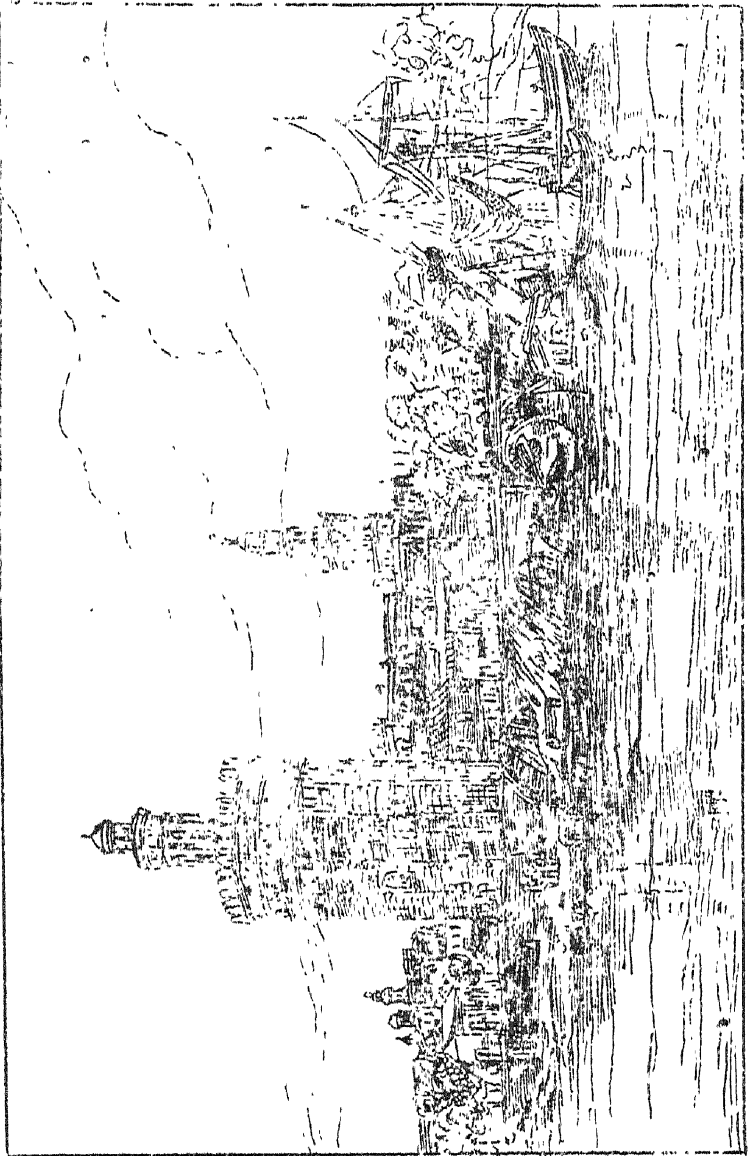
متعلقہ باب ۸ کا صفحہ ۶

سوائیل کا مطلا مینار

ہاتھی دانت کا صندوقچہ صقلیہ گیارہویں صدی
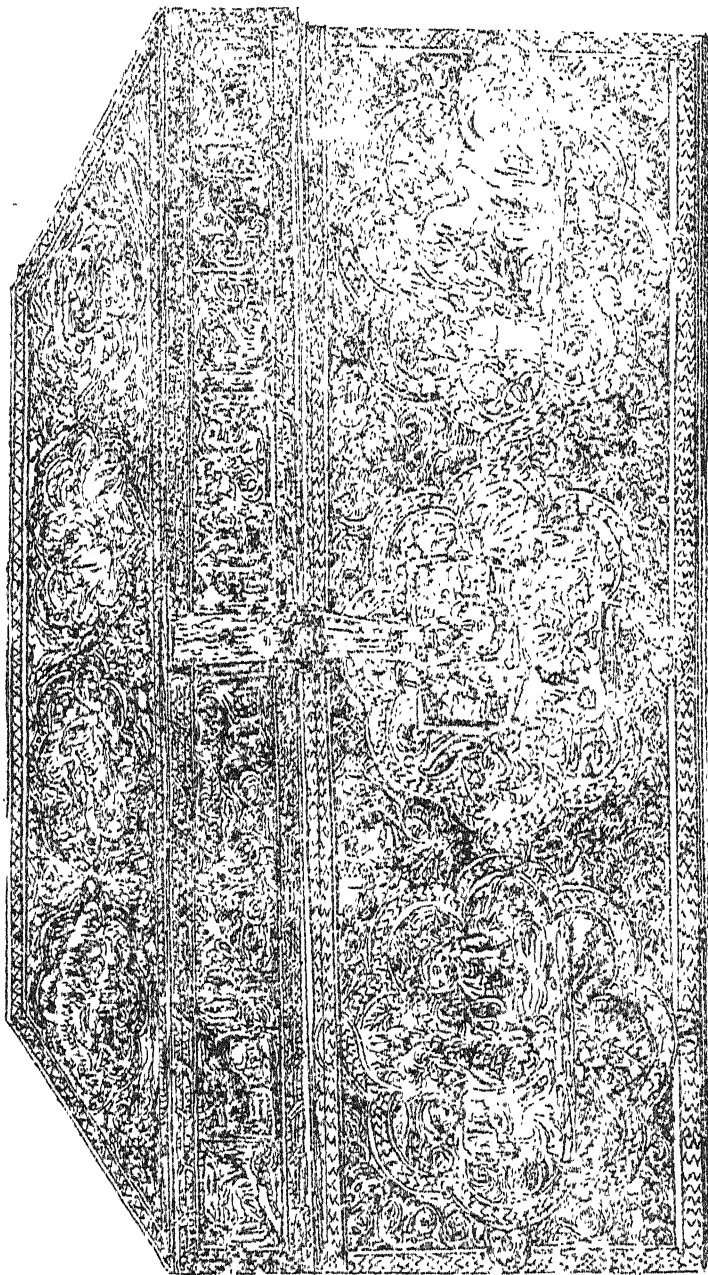
ایک ایسی بھی وقت تھا کہ ماہ رمضان المبارک کے تمام مہینے دن رات واعظ مسجد کے پاس جلتی رہتی تھیں تین سو آدمی صرف اسی کام پر مامور تھے کہ اگر کی بتیان اور عود وغیرہ انگیٹھیوں میں روشن کریں ان کے بخورات سے لالٹینوں کے لیے جن میں دس ہزار بتیاں روز انہ روشن ہوتی تھیں خوشبودار تیل بناتے تھے۔ گو زمانہ کی رگڑنے اس عجیب مسجد کی شان و شوکت کو تیرہ کر دیا ہے مگر پھر بھی جو کچھ باقی ہے وہ سیاحوں کی نظروں کو خیرہ کرتا ہے۔

اس حالت میں بھی جب کبھی کوئی سیاح اس کے ستونوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر کسی سمت تاک میں سکے خود رو درختوں کی طرح ان کو چاروں طرف حد نظر تک پڑے پاتا دیکھتا ہے تو حیرت و استعجاب سے خود نقش دیوار ہو جاتا ہے۔ سنگ مرمر، زبرجد سماق کے پھول جو دیوار دن میں نصب کیے گئے تھے ابھی تک نگینوں کے ہاتھوں سے محفوظ ہیں۔ چمکدار شیشوں کی پھول پتیاں رنگ برنگ کی خوشنما گلکاریاں در و دیوار میں تابدار ہیروں کی طرح چمک چمک کر حسرت سے وہ تبرک یاد دلا رہی ہیں جو یاتی زیارت کرنے آن کو بنانے کے لیے آئے تھے۔ خاص رجب کی بدیع المثال صناعی اسکی خوبصورت اور گول محرابوں کی وضع اور بناوٹ اور پاکیزگی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے گویا ابھی تعمیر ختم ہوئی ہے۔ احاطہ میں ابھی تک زمانہ کی نظر بد سے محفوظ ہے اور چاروں طرف نارنگی کے درختوں نے بھی ستونوں کے ساتھ ساتھ چلے گئے ہیں ان کو اپنے قدرتی دامنوں میں چھپا لیا ہے غرضکہ اس خانہ خدا کی دلفریب فضا عالی شان عمارت اور رفعت پر شوقین سیاح سے حسرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ چند قطرے آنسوؤں کے اس پر بہائے! کیا وہ مبارک زمانہ واپس آ سکتا ہے؟ کیا خلیفہ اعظم جس نے قرطبہ کو ترقی کا زیور پہنا کر عروس بلاد اندلس بنا دیا تھا پھر زندہ ہو سکتا ہے؟ مگر ؎

مسافرے نہ رسید از عدم کہ وا پرسم
کہ پیر چرخ کجا بُرد نوجوان مرا

اس سے بھی زیادہ عجیب گو کم خوبصورت مدینۃ الزہرہ اور اسکے مشہور زینت قصر الزہرہ تھا جسکو خلیفہ اعظم نے بطور سواد شہر (قرطبہ) آباد کیا تھا۔ اصل میں اسکی دلربا بیبیاں زہرہ تھی ایک مرتبہ اس نے فرمائش کی کہ اس کے نام سے ایک شہر

آباد کیا جائے۔ خلیفہ نے اُس کی اس درخواست کو خوشی سے منظور کیا اور فوراً احکام جاری کر دیئے چنانچہ جبل العروس کے دامن میں جو شہر قرطبہ کے محاذی چند میل کے فاصلے پر واقع ہے یہ نیا شہر بننا شروع ہوا اور تا وفات خلیفہ اعظم یعنے ۲۵ برس تک مسلسل اس کی تہائی آمدنی ہر سال اسپر صرف ہوتی رہی۔ اس کے بعد پندرہ برس تک اس کے فرزند اور جانشین نے حسب قاعدہ خاندانی اس میں اضافے کیئے دس ہزار معمار روزانہ [illegible] کام کرتے تھے اور اینٹوں کے بجائے چھ ہزار سنگین سلیں روزانہ تراشی جاتی تھیں [illegible] جانوران باربرداری صرف مصالحات وغیرہ لیجانے کے لیئے مقرر تھے۔ چار ہزار [illegible] ستون نصب کیئے گئے تھے جن میں اکثر سلاطین قسطنطنیہ۔ روما۔ قرطاجنہ۔ سفاکس اور دیگر ممالک کے بادشاہوں سے بطور تحفہ آئے تھے اور باقی ٹریگونہ اور المیریا کے سنگ مرمر کی کانوں سے بنائے گئے تھے۔ پندرہ ہزار دروازے تھے جن پر عمدہ قسم کے لوہے یا چمکدار پیتل کے سراپا غلاف تھے۔ خاص سلطان کے کمرے کی چھت اور دیواریں بالکل طلائی تھیں اور اس میں ایک نہایت عجیب و غریب فوارہ نصب تھا جو سالم پتھر سے تراش کر بنایا گیا تھا اور شاہ یونان نے معہ ایک عدیم المثال دُر یتیم کے ہدیتاً بھیجا تھا۔ کمرے کے عین وسط میں ایک بڑی سی حوض پارے سے لبریز بنائی گئی تھی اور ہر طرف آٹھ آٹھ دروازے تھے جن پر ہاتھی دانت اور آبنوس کی نہایت صنعت سے گلکاری کی گئی تھی۔ اور قسم قسم کے بیش بہا جواہرات جڑاؤ تھے۔ جب آفتاب کی شعاعیں ان دروازوں سے اندر داخل ہو کر اس متموج پارے کو متحرک کرتی تھیں تو گویا ہر طرف برق کا جلوہ نظر آتا تھا اور اہل دربار کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ عربی مؤرخوں نے اس نئے شہر کے عجائبات بڑی خوشی سے قلمبند کیئے ہیں چنانچہ اس میں ایک لکھتا ہے کہ "اگر مدینۃ الزہرہ کے عجائبات اور خوبصورتیاں قدرتی و مصنوعی صرف شمار ہی کیجائیں تو بھی طوالت سے خالی نہ ہوگا جا بجا لبریز پاکیزہ چشمے بہتے ہوئے دریا سرسبز و شاداب باغات شاندار مکانات حسین شاگرد پیشہ رہتے تھے۔ اراکین دربار کے عظیم الشان محل موجود ہیں مسلح سپاہیوں نوجوان خادموں اور ہر قوم و ملت کے غلاموں کا ایک اژدہام رہتا ہے جو زربفت کمخواب اور ریشم کی قبائیں اور جُبّے زیب بدن کیئے شہر کے وسیع اور خوشنما کوچہ و بازار میں

متعلقہ باب ۸ کا صفحہ
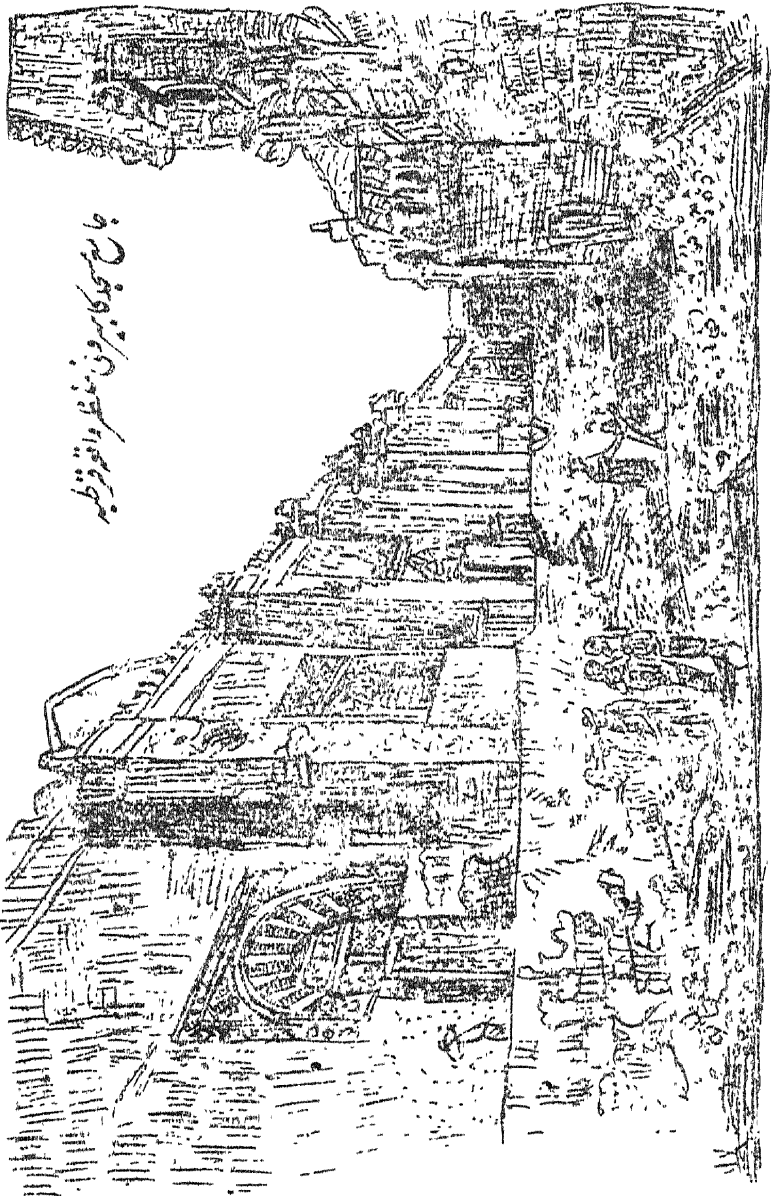
جامع مسجد کا بیرونی منظر واقعہ قرطبہ

ہروقت اِس کثرت سے اِدہر اُدھر پھرتے رہتے ہین کہ تِل دھرنے کو جگہ نہین ملتی
جچون - مولویون اور شاعرون کے ہجوم سلطانی محلسرا کے شاندار کمرون اور ایوان
مین متانت اور استقلال سے ٹہلتے رہتے ہین - ملازمین محلسرا مین صرف ذکور کا اندازہ
تیرہ ہزار سات سو پچاس کیا گیا ہے - جن کے لیئے علاوہ طیور اور آبی جانورون کے
تیرہ ہزار پونڈ یا سولہ سو دو من بیس اثار گوشت کی یومیہ ضرورت ہوتی ہے اور اناث کا
شمار جو صرف زنانخانہ مین خدمت یا مصاحبت پر مامور اور مختلف قبیلون اور نسلون
سے ہین - چھ ہزار تین سو چودہ ہے - سلوین نسل کے نوعمر غلام اور خواجہ سرا تین ہزار
تین سو پچاس ہین جن کے لیئے علاوہ لوے - تیتر - بٹیر اور اَور قسم کے طیور مع چوپایے
اور آبی جانورون سے بحساب پانچ سیر فی کس یا اس سے کم حسب مراتب تیرہ ہزار پونڈ
یا سولہ سو دو من بیس اثار گوشت روزانہ کا خرچ ہے - قصر زہرہ کا خوشنما تالاب جسمین
رنگ برنگ کی مچھلیان تفریحاً پالی گئی ہین - بارہ ہزار روٹیان علاوہ ماش کے چھ پیمانے
پیمانون کی تو صرف اُس تالاب مین پڑتی ہین - یہ اور سیر اور عجائب غرائب حالات اور
معاصر مؤرخین کی تصانیف و فصحائے وقت کی تقاریر اور شاعرون کی نظمون مین
بتفصیل و تشریح مل سکتے ہین - خلاصہ یہ کہ جس نے ایک دفعہ اس خوشنما شہر اور اُسکے
قصر الزہرہ کو دیکھ لیا ہے وہ خوب تصدیق کر سکتا ہے کہ آج اسلامی دنیا مین
اُسکا نظیر نہین - بعید الوطن سیاح - اولوالعزم شاہزادے - سفیر تاجر - حجاج - فقہا -
شعرا ہر اعلے و ادنی درجہ کے پیشہ ور ہر مذہب کے لوگ اس بات پر متفق الرائے
ہین کہ انھون نے اثنائے سیاحت مین کوئی ایسا عجیب خوشنما شہر یا عمارت نہین دیکھی
جس کو مدینۃ الزہرہ اور قصر الزہرہ سے ذرہ برابر بھی مناسبت ہو سکے - اُسکے
سبز باغات - صاف شفاف سنگ مرمر کے بالاخانہ اُن مین وسیع اور سراپا مطلا
کمرے قبہ دار اور مسند نشستگاہین جنمین ہر قسم کی صناعیان کمال کو پہنچائی گئی ہین
اُسکی اعلی درجہ کی ساخت اور تجویز مکانات کی مناسبت و ترتیب اُس کے رنگ تک
کے خوشنما پردے اُسکی بیش بہا آرائشون کی زیبا رنگی اُس کے طلائی خالص و
سفید سنگ مرمر کے لوازمات آرائش و زیبائش اس کے بوقلمون ستون جن کی
مناسب وضع اور صفائی دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا خراد پر اُترے ہین - نگاری

متعلقہ باب ۸ کا صفحہ ۱۱

جو آزاد کردیئے گئے تھے۔ پہرداروغہ محلسرا۔

تمام دربار مین اندر سے باہر تک قیمتی غالیچون اور اعلے درجے کے پشمینون کا فرش تھا ہر محراب اور دروازہ پر زردوز ریشم کے پردے آویزان تھے۔ غرضکہ آرائش میں تکلف کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا تھا۔ اتنے ہی مین اچانک شاہ یونان کے سفیر اندر داخل ہوئے اور مکان کی شان وشوکت مکین کی شاہانہ جبروت وسطوت سے خوف و حیرت مین مستغرق ہوگئے۔ اسکے بعد تخت کی جانب مودبانہ خرام سے چند قدم بڑھکر اپنے آقا قسطنطین بن لیو شاہ یونان کا خط پیش کیا جو نیلے کاغذ پر سنہری حرفون سے یونانی زبان مین لکھا ہوا تھا۔ سلطان نے خط کو پڑھکر ایک نہایت خوش بیان مقرر کو کیا اشارہ کیا کہ حسب موقع ایک مناسب اسپیچ دے۔ لیکن اسپیکر نے دربار کی شان و شوکت اور اہل دربار کی عظمت کے قائم کیئے ہوئے سلسلہ خاموشی کو اپنی تقریر سے منقطع کیا ہی تھا کہ سلطان کی ہیبت اسقدر غالب ہوئی کہ چند کلمہ بیان کرنے کے بعد اُس کی زبان میں لکنت آگئی۔ اور لڑکھڑا کر زمین پر بے ہوش گر گیا۔ ایک دوسرے مقرر نے اس ناتمام خدمت کو تمام کرنا چاہا مگر تھوڑا سا بیان کرنے کے بعد اُس کی بھی یہی حالت ہوئی۔

قصر الزہرہ کی آرائش وزیبائش مین خلیفہ عبدالرحمن اسقدر محو ہوا کہ تین متواتر جمعون تک نماز بھی بھلادی۔ آخر جب چوتھے جمعہ کو مسجد مین گیا تو واعظ نے اس غفلت پر اُسکو عذاب جہنم سے بہت ڈرایا۔

قرطبہ کے باغون کی نظارت اور تر و تازگی اُس کے مکانات کی رفعت اور خوبصورتی جسقدر زیادہ تھی اُسیقدر علوم وفنون مین بھی اُس کا مذاق بڑھا ہوا تھا گویا اسکا حسن صنعت عین حسن معنی تھا۔ اسکے پروفیسرون کے علمی کمالات نے اسکو یورپ بھر کا مرکز علوم وشائستگی بنا رہا تھا۔ تشنگان علوم ہر طرف سے اسی علمی کوثر کے دریادل ساقیون کے دست تک پہنچتے آتے تھے۔ چنانچہ پارسا راہبہ ہیروس وتہا جنہون کو قرطبہ سے بہت دور و دراز فاصلہ پر گوڈرشیم کی سکسن خانگاہ مین تنہا زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر یولوجیس کی شہادت کا ذکر کرتے وقت مدینۃ الخلفاء اور دنیا کا نہایت منور مایہ ناز کہنے سے باز نہ رہ سکے۔ ہر شاخ علم کی تعلیم و تدریس ...

کما حقہ توجہ کی جاتی تھی۔ بالخصوص عملی طب کو اندلس کے سرجن ڈاکٹروں کے نئی معلومات سے اسقدر وسعت اور ترقی ہوئی کہ تمام گذشتہ صدیوں میں باستثنائے عہد گالین[1] عدیم المثال تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم خلف جو گیارہویں صدی میں اس فن کا نہایت مشہور استاد تھا اسکے بعض عملیات بعینہ زمانہ حال کے عملیات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ابن ظہر نے جو اسکے بعد فن ہذا کا دوسرا کامل گذرا ہے دونوں شاخوں یعنی عملی اور نظری طب میں اپنے نئے ایجادات سے اضافہ کیا۔ اسی طرح ابن بیطار نے جو علم نباتات میں مسلمہ زمانہ استاد تھا تقریباً تمام مشرقی دنیا میں سفر کر کے نئی نئی جڑی بوٹیاں اور ان کے خواص دریافت کیئے۔ اور اخیر پر ان کو ایک ضخیم اور جامع کتاب کی شکل میں قلمبند کر کے اپنا یادگار چھوڑا۔ ابوالروس بھی اسی زمانہ کا ایک مشہور فلسفہ دان اور ان جلیل القدر اور محسن زمانہ کاملین میں سے تھا جن کے حسن سعی نے قدیم یونانی فلسفہ کو زمانہ حال کے فلسفہ سے وصل کیا ہے۔ علم ہیئت۔ جغرافیہ۔ کیمیا۔ علم طبعیات غرضیکہ کوئی شاخ علم نہ تھی جسکی بطریق احسن تعلیم نہ دیجاتی تھی۔ بلحاظ شعر و سخن کے مقبول عام ہونے کے شاید یورپ بھر میں یہ سپین ہی

---

[1] کلاڈیس گالن۔ رومن امپائر کے زمانہ شباب میں فن طب کا زندہ کرنے والا خیال کیا جاتا ہے۔ امپیرر ہیڈرین کے عہد حکومت میں مقام پرگامس واقع ایشیائے کوچک سنہ ۱۳۰ء میں پیدا ہوا۔ لیکن وطن سے باہر تھا۔ چنانچہ اسی جگہ تعلیم ختم کر کے اس کے استحکام اور ترقی کے لیئے روما گیا۔ اسکی تصانیف سو سے مختلف مضامین کے ... انتہا نہیں ... نہایت ... خیال کی جاتی ہیں جو ... جلدوں میں ہیں۔ اس زمانہ کے طبیبوں کی طرح وہ کسی خاص فرقہ کا تابع نہ تھا۔ چنانچہ ... ہپوکریٹیز کی طرح انسانی مزاج کو چار اخلاط سے مرکب خیال کرتا تھا جو صفرا ... بلغم۔ خون ان ہی میں سے ایک خلط کے غالب و مغلوب ہونے پر مزاج سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح نفس ناطقہ کو ارواح ثلاثہ کا نام دیتا تھا یعنی روح طبعی جس کا مرکز جگر ہے روح حیوانی جس کا مرکز دل ہے۔ روح انسانی جس کا مرکز دماغ ہے۔ گالین نے سب سے قیمتی اور قابل قدر معلوم اس بارہ میں کی کہ تمام شرائین بالخصوص جو قلب سے ... جسم میں خون پہنچاتی ہیں اب تک ہوا سے بھری ہوئی خیال کی جاتی تھیں مگر اُسنے تجربہ کر کے دریافت کیا کہ ان میں صرف خون ہے۔ آخر ستر برس کی عمر میں بعہد امپیرر سیویرس مر گیا۔ زیادہ تفصیل کے لیئے دیکھو "برٹش اینڈ فورین میڈیکل سائنس" مطبوعہ جولائی ۱۸۶۲ء صفحہ ۶۶۔

پہلا زمانہ تھا کہ ہر کس و ناکس عام باتین بھی نظم ہی مین کرتا تھا - اور کوئی چھوٹا بڑا ایسا نہ تھا
کہ جسکو تلمیذ الرحمان ہونے کا دعوے نہ ہو - اسپین کے بھاٹون نیز اٹلی
اور پرووینس کے شاعرون نے بعد کو رزمیہ نظم اور گیت گھڑتے مین شاید انھین
عربی تصانیف کو سرمشق بنایا ہے - کوئی تقریر - کوئی خطبہ اُس وقت تک مکمل نہین
سمجھا جاتا تھا جب تک اُسمین ایک دو شعر بطور چاشنی نہ ہوتے خواہ مقرر یا خطیب
کے حسب موقعہ برجستہ تصنیف سے یا کسی اور شاعر کی طبع آزمائی سے گویا اس وقت
تمام اسلامی اسپین میوز (شعر و سخن کی دیبی) کی پرستش کر رہا تھا - خلیفۃ اللہ سے
لیکر ایک ادنے ملاح تک قصیدہ اور غزلین تصنیف کرتے تھے - جن کا نفس مضمون عموماً
اوندلس کے شہرون کی خوبصورتی اُسکے بہتے ہوئے چشمون کی دلکش آوازین - اُس کی
فرحت افزا راتین - اُس کے آسمان کی صاف پیشانی پر ستارون کی قدرتی افشان کا
چُنا ہوا ہوتا تھا یا دختر رز کی لذت وصل اور ئے عشق کا سرور تلخ کام کسی حورِ وش کے ساتھ
بے تکلفی کی صحبتین اور وصل کی گھاتین جس کی تیغ ابرو نے شاعر کے دل کو گھایل کر دیا ہے -
صنعت و دستکاری مین اوندلس اپنے تمام معصرون پر ممتاز تھا - مدینۃ الزہرہ مسجد
قرطبہ جیسی عالی شان عمارتون کی صناعی خود بخود ایسے کاریگرون کی مقتضی ہے جن کو اپنے پیشے
مین ید طولے حاصل تھا - ریشمی کام کے لیئے اوندلس دور دور مشہور تھا - کہتے ہین کہ صرف
قرطبہ مین ایک لاکھ تیس ہزار ریشم باف تھے - لیکن اصل مین ریشمی کپڑون اور غالیچون کے
لیئے المیریا سب سے زیادہ مشہور تھا - کوزہ گری کو اس قدر ترقی دی تھی کہ جزیرہ میجورکا مین
بعض کوزہ گر مٹی کے برتنون پر سونے اور تانبے کی ایسی جلا دیتے تھے کہ تمیز نہین ہو تی تھی -
چنانچہ موجودہ اطالیہ کے فن کوزہ گری کو جو میجولیکا کہتے ہین اُس کی وجہ تسمیہ یہین سے ہے
کانچ - پیتل اور لوہے کے برتن بھی المیریا مین بہت عمدہ بنتے تھے - ان کے علاوہ
ہاتھی دانت کے بعض خوبصورت نمونے جن پر کسی سردار یا امیر دربار کے نام کندہ تھے
ابھی تک ایسے موجود ہین جن سے دریافت ہوتا ہے کہ اوندلس مین اس قسم کا کھدوات
کام بھی نہایت نازک بنتا تھا یہ تمام صنعتین ہمین شک نہین اول اول اسپین مین
مشرق ہی سے لائی گئی تھین - مگر بربری صناعون نے بھی اپنے آپ کو بازنطین
فارس اور مصر کے اُستادون کا شاگرد رشید ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا۔ مرصع یعنی جواہرنگاری کا کام بھی نہایت پسندیدہ ہوتا تھا۔ جیرونا کے
مشہور گرجا کے بلند آلٹر پر خلیفہ حکم ثانی کی ایک مرصع یادگار ابھی تک محفوظ ہے۔ یہ ایک
چھوٹا سا بکس ہے جس پر چاروں طرف چاندی کا ملمع اور آبدار موتی جواہرات نصب کیے گئے
ہیں [illegible] پر ایک عربی زبان کا کتبہ لکھا ہوا ہے جس میں امیرالمومنین خلیفہ موصوف
[illegible] ہیں دعائے خیر کی ہے لیکن مسیحی معبد میں عجیب نظارہ ہے۔

تلوار کے قبضے اور پھلیاں مرصع بنانے میں مسلمان بے انتہا تکلف کرتے تھے جیسا
ابو عبداللہ غرناطہ کے اخیر فرمانروا کی تلوار دیکھنے سے دریافت ہوتا ہے۔ تلوار پر کیا
منحصر ہے وہ [illegible] تمام قسم کے کاموں میں ہمیشہ شہرۂ آفاق رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ
قفلوں کی کنجیاں تک سادہ نہ بناتے تھے ان کو بھی مشجر اور مزین کر دیتے تھے [illegible]
پیتل کو منقش اور مشجر کرنے میں ان کو جس قدر کمال تھا وہ مسجد غرناطہ کے لمپ سے جو
سلطان محمد ثالث آف غرناطہ کے لئے بنایا گیا تھا (اسی تصویر تیرھویں باب صفحہ ۲۴۹ پر
درج ہے) خوب دریافت ہو سکتا ہے۔ تاش بادلہ اور زربفت کا کام جس خوبصورتی اور
نزاکت سے تیار کیا جاتا تھا دمشق و قاہرہ کے سوا آج تک کہیں اس کا جواب نہیں
ملتا۔ جس پر جگہ جگہ ہماری نظر بے اختیار اس مقدس کتبہ پر پڑ جاتی ہے "لا غالب
الا اللہ" جو جمیع شاہان غرناطہ کا گویا تکیہ کلام تھا۔ قرطبہ کی محل سرا اُن کے پر تکلف
اور شاندار دروازوں کی کیفیت ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اُن کے ٹوٹے پھوٹے
ٹکڑے اسپین کی کلیساؤں میں ابھی تک محفوظ ہیں۔

طلیطلہ (ٹولیڈو) کی تلوار کی دھار دنیا بھر میں مشہور ہے۔ کون نہیں جانتا اور کو
فولاد کو ایسا آب و تاب دینا اسپین میں اہل عرب کے حملے سے بھی پہلے سے مروج چلا آتا
تھا۔ مگر طلیطلہ کے مشہور صیقل گروں کے کمال نے خاص کر خلفا اور سلاطین قرطبہ ہی کے
ظل حمایت میں نشوونما پایا ہے۔ اس کے علاوہ المیریا۔ سیوائل۔ مرسیا اور گرینا ڈا
(غرناطہ) بھی صیقل گری اور آلۂ جنگ کے لئے مشہور تھے۔ چنانچہ ڈون پیڈرو
چودھویں صدی کی [illegible] اپنے لئے ایک وصیت [illegible] ان الفاظ میں اظہار [illegible] ہے۔
"میں بھی اپنے بیٹے کو اپنی کاسٹیلین تلوار [illegible] جو سیوائل کی بنی [illegible]
اور سراپا مرصع و مطلا ہے۔"

متعلقہ باب ہم صفحہ آخر

غرضکہ شہر قرطبہ عربون کے زیر حکومت جمیع علوم و فنون صنعت و حرفت بلکہ تمام تہذیب شائستگی مین ۔ کچھ شک نہین کہ " دنیا کا نہایت منور مایۂ ناز " تھا ۔

نوان باب

" وزیر اعظم "

عبدالرحمٰن ثالث " الناصر الدین اللہ " قرطبہ کا اخیر نامور فرمان روا تھا ۔ اُسکا فرزند اور جانشین محض کتابی کیڑا تھا ۔ اور کتابی کیڑے اپنی مناسب جگہ پر موزون اور کار آمد ہوتے ہین ۔ مگر اولوالعزم اور نامور سلاطین بننے کے لیئے موزون نہین ہوتے ۔ ایک فرمان روا کے لیئے نہایت اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہین ۔ اگر اُسکو دنیا و مافیہا کا معمولی علم ہے تو کچھ مضائقہ نہین ۔ یا اگر بعض سلاطین قرطبہ کی طرح وہ اپنے خالی اوقات کو شعر و سخن یا رقص و سرود جیسے شغلون مین صرف کرے تو بھی کچھ حرج نہین ہے ۔ لیکن کتب خانہ کو مقام خود رفتگی بنانا ۔ رزمی نیکنامیون کو نظر انداز کر کے چھپی ہوئی کتابون کی ورق گردانی کرنا ۔ یا کتابون کی نازک بندشون اور خوشنما شیرازون کو ۔ رعیت کے زخمی دل کی مرہم پٹی پر ترجیح دینا کسی طرح شایان جہانداری نہین ۔

مگر باینہمہ حکم ثانی کی یہی حالت تھی ۔ ہم نہین کہتے کہ وہ کمزور طبیعت یا اپنے وجوب و فرائض منصبی سے بے خبر تھا ۔ نہین بلکہ مطالعہ کتب مین اسقدر محو و از خود رفتہ رہتا تھا کہ رزمی نیکنامیون کی طرف توجہ کرنے کی اُسکو کبھی فرصت ہی نہ ملی تھی ۔ کتب بینی کے علاوہ اُسکو عمارات کا اُسیقدر شوق تھا ۔ اور اس شوق نے بڑھتے بڑھتے اُسمین فن معماری کا ایک خاص مذاق پیدا کر دیا تھا ۔ کیونکہ مذاق فن اکثر مذاق علم ادب کا ممد و معاون ہوتا ہے ۔ تاہم حکم کے صلح و امن پسند مزاج نے سلطنت کو زیادہ نقصان نہین پہنچایا ۔ کیونکہ لیون کے مسیحی شہزادے اگر کبھی اپنے عہد ناموں کی خلاف ورزی کرتے تو اُن کے مقابلہ پر کامیاب فوج کشی کرنے مین اُسکو صرف یہ بات کافی تھی کہ وہ خلیفۂ اعظم عبدالرحمٰن ثالث الناصر لدین اللہ کا بیٹا ہے ۔ تنہا اتنا ہی بہت تھا کہ اسکے باپ کا رعب اسقدر

چھایا تھا۔ اور اُسکی غالب قوت کا سکہ اطراف و جوانب بلکہ تمام ملک پر اسقدر گہرا بیٹھا ہوا تھا کہ اگر حکم مسیحی شہزادون کے اندرونی معاملات مین کبھی مداخلت کرتا تو وہ بطیب خاطر گوارا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک معزول شدہ شہزادہ نے تو اس سے بھی دریغ نہین کیا کہ خود دربار قرطبہ مین حاضر ہوکر کمال فروماندگی اور دون ہمتی سے سلطان سے درخواست کی کہ وہ اسکو تخت پر بحال کرنے مین مدد دے۔ مگر حسن اتفاق سے فریقین مین صلح ہوگئی۔ اور حکم کو اپنا کتب خانہ معمور اور آراستہ کرنے کا پھر ایک مرتبہ موقعہ ملا۔ چنانچہ تمام مشرقی دنیا کے ہر شہر مین اُس نے معتبر آدمی اِس مقصد کے لیئے بھیجے کہ جو نادر کتابین ملے خرید کر قرطبہ بھیجدین سفیران قرطبہ۔ قاہرہ۔ دمشق۔ بغداد۔ یا جہان کہین رہتے ہمیشہ نایاب اور نئی کتابون کی جستجو اُن کا شغل ہوتا تھا اور شہر کے مشہور کتب فروشون کی دوکانین اُن کا مرکز۔ اگر کوئی کتاب قیمتًا نہ ملتی تو نقل کر لیجاتی تھی۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ کتاب کا نفس مضمون ہنوز مصنف کے دماغ مین ہے۔ اور خلیفہ نے مطلع ہوکر اُسکو ایک گرانبہا خلعت بھیجدی اور خواہش ظاہر کی کہ اُسکا سب سے پہلا نسخہ شاہی کتب خانہ مین بھیجا جائے۔ غرضکہ اِن تدبیرون سے اُس نے چار لاکھ سے زیادہ کتابون کا ذخیرہ جمع کر لیا جو ایسے وقت مین بالکل خلاف توقع منتہائے کمال تھا جبکہ چھاپہ کی عدم موجودگی سے ہر ایک نسخہ خوشنویس خوشنویس بھی ہوتے ہین سخت محنت و جانفشانی بدون نقل نہ کر سکتے تھے۔ مگر خلیفہ حکم محض جامع الکتب ہی نہ تھا بلکہ کہتے ہین کہ اُس نے ان چار لاکھ کتابون کو ایک ایک کرکے بغور مطالعہ کیا اور اُن پر حواشی و نظائر چڑھائے۔ چونکہ وہ خود ایک عالم متبحر تھا لہذا آئندہ نسلون کے مشہور کاملین نے اُس کے حواشی اور شرح کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا ہے۔ بعد کو اہل بربر نے اِس نادر الوجود کتب خانہ کا بہت سا حصہ ضایع کرکے عربی علم ادب کو سخت گزند پہنچایا۔

خلیفہ اعظم کے ایک جانشین کے لیئے تو ممکن تھا کہ اپنے باپ کی حاصل کی ہوئی ناموری پر نازان ہوکر اطمینان کے ساتھ مطالعہ کتب مین محو رہے۔ گو بیرونی دشمن کامیاب حملہ کرنے کے لیئے ہر وقت موقعہ کی تاک مین لگے رہین لیکن اس مزاج کے مسلسل دو جانشین اس عمارت کو مسمار اور تہ خاک کرنے کے لیئے کافی تھے جسکو عبد الرحمان نے اس قدر عرقریزی اور جانفشانی سے بلند کی تھی۔ حکم نے گیارہ برس کی حکومت کے بعد

متعلقہ باب ۹۔ ضمیمہ
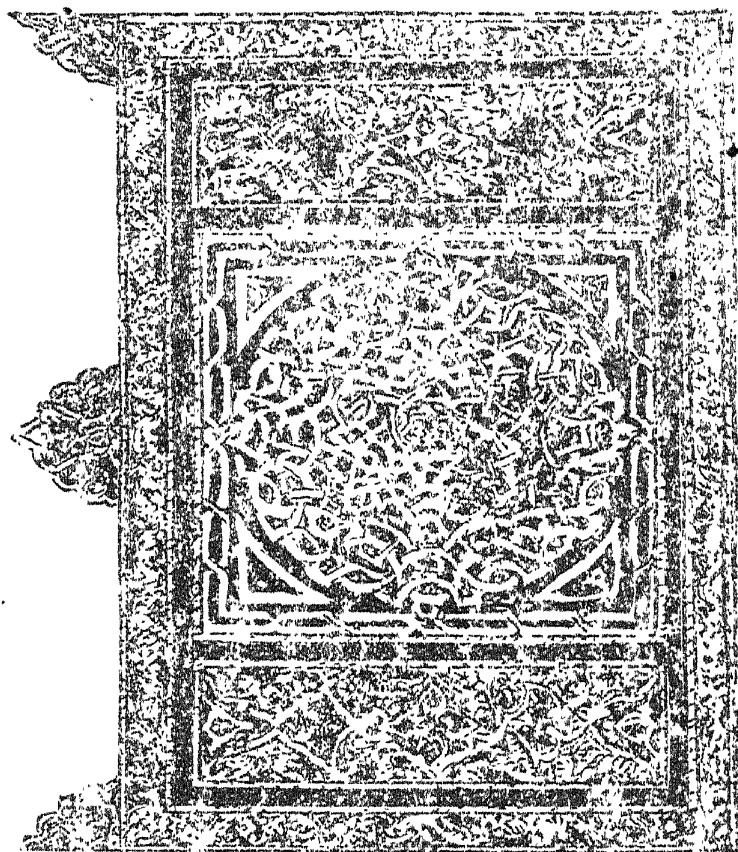
قرآن شریف کی جلد

انتقال کیا اور ہشام اپنے بیٹے کو جانشین چھوڑا۔ ہشام کی عمر تخت نشینی کے وقت
بارہ سال کی تھی۔ اگر وہ حالات شدید سے آزاد کر دیا جاتا تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس وضع
پر چلتا۔ مگر مورخ لکھتے ہیں کہ بچپن ہی میں اس سے دانائی۔ انصاف اور عام صفات
جہانداری کی بہت سی ایسی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے
نامور اور اولوالعزم دادا کے قدم بقدم ہوگا۔ لیکن افسوس کہ باپ کے آزاد و منش طالب علمانہ
اصول نے جانشین کو پولیٹکل اسٹیج پر حقیقی ناموری پیدا کرنے کا موقعہ نہ دیا۔ چنانچہ
[illegible] حکم [illegible] جمع کرنے میں [illegible] کوئی نئی [illegible]
[illegible] میں مشغول تھا تو اکابر سلطنت شدہ شدہ [illegible] اقتدار حاصل کرتے جاتے تھے
اگر خلیفہ اعظم زندہ ہوتا تو [illegible] سرکوبی کرتا۔ مگر [illegible] اقتدار [illegible] آخیر
نوبت یہاں تک پہنچی کہ پردہ نشینان حرم سرا بھی پولیٹکل معاملات میں دست اندازی
کرنے لگیں۔ کہتے ہیں کہ عبدالرحمن نے اپنی [illegible] "الزہرا" کو خوش کرنے کے
لیے ایک جدید شہر آباد کیا۔ لیکن اگر "الزہرا" [illegible] امور میں عبدالرحمن
[illegible] اجازت لیتی۔ مثلاً شہر قرطبہ کی پولیس کا افسر کون ہو [illegible] تو سخت تعجب حیرت
ہوتی۔ لیکن حکم کے انتقال کے وقت حرم سرا [illegible] اقتدار بڑھا ہوا تھا۔ اور
ان سب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوعمر خلیفہ ہشام کی والدہ سلطانہ عروہ شاید سب سے
زیادہ با اقتدار تھی۔ سلطانہ عروہ کے معتبرین میں سے [illegible] ابی امیر ایک خاص شخص
تھا جس کا اقتدار اخیر کار خود سلطانہ کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ آسانی کے لیے ہم اسکو آئندہ
المنصور کے نام سے موسوم کرینگے۔ کیونکہ سپہ شہزادوں کے مقابلہ پر بہت سے
میدان جیتنے کے سبب وہ اسی لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔

"المنصور" شروع میں قرطبہ یونیورسٹی کا ایک معمولی طالب علم تھا۔ اسکا باپ جو
شریف النسل مگر بلحاظ دنیوی اعزاز ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ یہاں یونیورسٹی میں
ایک جدید متعلق [illegible] مصور تھا۔ لیکن المنصور کا شروع ہی سے یہ ارادہ نہ تھا کہ
باپ کی طرح اپنے [illegible] کو استقدر پستی کے ساتھ محدود رکھے۔ بلکہ طالب علمی ہی میں
[illegible] واقتدار کے خواب آتے تھے۔ اور اکثر پورے یقین سے پیشین گوئی
کرتا تھا کہ عنقریب ایک زمانہ آنیوالا ہے جبکہ وہ "اندلس کا تاجدار" ہوگا۔ یہاں تک کہ

اپنے طالب علم بھائیون سے اکثر پوچھتا کہ جب مین حکومت پر پہونچون گا تو تم مین سے کون کیا عہدہ پسند کرے گا - خیر یہ تو تھا ہی - تعجب یہ ہے کہ جب وہ وقت آیا تو اُس نے اپنا وعدہ فراموش نہین کیا -

المنصور کا زمانہ ابتدا سے انتہا تک اُس اثر کا ایک عمدہ نمونہ تھا جو جرأت - دانائی خودغرضی - مسلمانون کے ماتحت ملک مین پیدا کرسکتی ہے (جہان اقتدار تک پہونچنے کا راستہ ہمیشہ لیاقت و دانائی کے لیئے کھلا ہوتا ہے - گو ابتدا کیسا ہی ناسازگار و نامبارک ہو) المنصور علمی زندگی سے نکل کر ملازمین کورٹ کی بطور پیشہ خطوط نویسی یا عرائض نویسی کرنے لگا - کورٹ کی اسوقت یہ حالت تھی کہ جو اختیارات وزیر اعظم کو ہونے چاہئین تھے وہ امیر بیت المال کے ہاتھ مین تھے - المنصور نے یہ دیکھکر اُس سے رسوخ پیدا کیا - اور دفتر مین ایک چھوٹی سی اسامی پر مامور ہوگیا - چونکہ آدمی چالاک اور عقلمند تھا - اس واسطے اپنی حکمت عملی کے خوشامد اور عام دلفریب طریقون سے خاتونان عظام تک رسائی پیدا کرلی - بلکہ کہتے ہین کہ سلطانہ عرورہ خاص طور سے اُس پر مہربان تھی - شہزادیون کے شرف ملازمت حاصل کرنے کبھی بیش بہا نادر تحائف[1] پیش کرنے کے بہانے سے حرم سرائے مین آمدورفت پیدا کرلے اور اسیطرح رفتہ رفتہ اعلیٰ مناصب تک پہنچگیا - اور ۱۳ برس کی عمر سے پہلے چند مختلف خدمتین انجام دینے لگا - یعنی ولیعہد سلطنت کی تعیونات کا کارکن تھا - ایک دو عدالتون کا جج اور سٹی گارڈ کے ایک حصہ کا کمانڈر تھا - المنصور کے اخلاق حمیدہ - عادات پسندیدہ - اُسکی حد درجہ کی کریم النفسی - محتاجون اور ضرورتمندون کا مرجع حاجات و ملجا و ماوا ہونا ایسی صفات تھین کہ لوگ خواہ مخواہ اُسکو عزیز الوجود سمجھتے تھے - اراکین دربار سے رسائی کرنے مین وہ پہلے ہی سے کامیاب کوششین کرچکا تھا - ان مین بعض زیادہ عالیمرتبت تھے - اب منجانب اللہ اُسکو اپنا اقتدار ظاہر کرنے کا ایک اور موقعہ ہاتھ آگیا - یعنی خلیفہ حکم کے دفعتہً انتقال سے ملکہ عرورہ کا اقتدار بحیثیت صغیر سن جانشین خلیفہ کی والدہ ہونے کے بڑھ گیا - اُسکے ساتھ المنصور کی بھی خوب بن آئی - جو کام کرتے تھے دونون ملکر کرتے تھے - صغیر سن ہشام کی مسند نشینی پر جو صرف ایک حریف مدعی کے قتل سے عمل مین آئی اگرچہ محلسرائے کی متعلقہ فوج یعنی "سلیوی" سے

[1] اس مقصد کے لیئے اُسکو اکثر بیت المال پر دست درازی کرنا پڑتی تھی -

کامیاب ہوا کہ خلیفہ حکم کی وفات کے صرف دو برس بعد یعنی ۹۷۸ء میں
اُس نے مصحفی کو تغلب بیت المال کے جرم میں ماخوذ کر کے (مگر یاد رہے معقول
نہیں) اوّل اُس پر ایک سنگین مقدمہ قایم کیا - اور بعدہٗ گرفتار کرا کر سزا دلوادی - وہ
وزیر اعظم جس کے اختیارات کی کوئی حد نہ رہی تھی - پانچ سال تک اپنے مظفر
ومنصور دشمن کا گرفتار کمند عنایت رہکر آخر محبس ہی میں فراموشی روزگار کا شکار ہو گیا -
ایک روایت کے بموجب المنصور نے اُسکو زہر دلوا دیا - کہتے ہیں کہ مرتے وقت اُسکے
بدن پر ململ کا صرف ایک پھٹا پرانا کرتہ تھا - جو بدنصیب بلاکشان محبس کا لباس ہے - ایک
مصحفی کیا جو شخص المنصور اور اُس کے بلند و اعلےٰ مقاصد کے سد راہ ہوا اُسکی قسمت
کا اخیر فیصلا اسیقدر خوفناک ہوا - لیکن مقام عبرت ہے کہ اوندلس کا وزیر اعظم اپنے
جاہ وجلال کے اوج سے جہان ہزاروں ابنائے جنس دست بستہ سراپا ادب بن کر
اُس کی خوشنودی مزاج کے خواستگار آتے تھے - حتےٰ کہ لی ادن کا معزول
شہزادہ بھی باریاب ملازمت ہونے کا آرزو مند تھا ... وہ با اقتدار شخص صرف ایک
نو دولت نوخیز طفل مکتب کے حوصلوں کا شکار ہو کر اُس اوج عزت سے اس پستی
نکبت میں گرا - کاش المصحفی دانشمندی سے کام لیتا - اور شروع ہی میں اپنے
نوجوان حریف کی سرکوبی کر دیتا -

المصحفی کے اُکھڑتے ہی المنصور فوراً اُس کی جگہ پر جم گیا - اب تو
اُس کے اقبال کا ستارہ پورے اوج پر تھا - تمام اوندلس کی عنان حکومت گویا
اُسی کے ہاتھ میں تھی - کہنے کو اگرچہ گورنمنٹ کا انحصار "خلیفہ ان کونسل"
(مجلس شوریٰ) پر تھا - مگر بالکل برائے نام - ورنہ خلیفہ کو تو اُس نے حرم سرائے
کے رنگ رلیوں میں منہمک کر دیا تھا - اور کونسل اُس کی حکمت عملی کے تابع
تھی - غرضکہ جو کچھ تھا - المنصور تھا - اپنے ایوان عالی شان میں بیٹھکر جو سواد شہر
میں شاہانہ شان وشوکت سے ایستادہ تھا - وہ تمام اوندلس پر حکومت کرتا تھا -
روبکار - فرامین - اشتہارات اُس کے نام سے جاری ہوتے تھے - خطبہ اُس کے
نام کا پڑھا جاتا - سکوں پر اُس کا نام کندہ ہوتا تھا - کہ یادگار زمانہ ہے - حتےٰ کہ
وہ شاہی عبائیں پہنتا تھا - جنپر اُس کا نام کڑھا ہوا تھا اور جو اُس زمانہ میں صرف

بادشاہون کے لیے مخصوص تھین - مگر باوجود دولت وحکومت کی بخشایشون
کے وہ اپنے حاسدون کے حملے سے محفوظ نہ تھا - جاہ طلبی اور بلند نظری
ہمیشہ خندوش وخطرناک ہوا کرتی تھی - اور بقول شخصیکہ "من جرّب المجرّب
حلّت بہ الندامتہ" جو ایک مرتبہ پامال کیئے جاتے ہین - وہ موقعہ پاکر کبھی نہ کبھی
بدلا بھی لے ہی لیتے ہین - خلیفہ کی مسند نشینی کے وقت جو چند سلیوو
(باڈی گارڈ) نے سازش کرکے اس مبارک جلوس مین کچھ عزل ونصب کرنا
چاہا تھا - اور معلوم ہوتے پر المنصور نے جس طرح اقرون کو جلاوطن کیا تھا
اسی طرح اُن کو بھی یک قلم برخاست کر دیا تھا - انھی مین سے ایک شخص نے
موقعہ پاکر اب المنصور کے قتل کی فکر کی - مگر کامیابی نہوئی - اور مفسد پیشہ
سرغنون کے گرفتار ہوکر طرح طرح کے عذاب سے مارڈالے گئے -
دارالخلافت قرطبہ مین اس وقت المنصور کا طوطی بول رہا تھا - مخالفت کا
نشان تک نہ تھا - اور مخالفت کرتا کون ؟ خود خلیفہ کو تو آتنی شُد بُد بھی نہ تھی کہ ایک
وزیر کے ظل حمایت مین حکومت کرنا خلاف سمجھتا اور مخالفت کرتا - ملکہ عروسہ صبوحہ
بدستور المنصور کے مہربان تھی - البتہ ایک شخص تھا جسکو اُس سے کم و بیش
دعوی ہمسری اور خیال مخالفت ہوتا - وہ کون ؟ خود اُسی کا خُسر "جنرل غالب"
یہ سچ ہے کہ تمام سپاہ المنصور کو نہایت قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھتی تھی -
کیونکہ باوجودیکہ اُسکو رزمی مذاق سے کچھ بہرہ نہ تھا - نہ کچھ ایسا بہت تجربہ کار
جنگ آزما تھا - مگر تاہم اُس نے سپہ سالار بنکر جانفشانی کی اور پوری کامیابی
حاصل کی - یہ ایک معمولی شخص کا کام نہ تھا - پس سپاہ کو ایسی جرأت پر تعجب اور
اسپر فریفتہ ہونا ضروری تھا - مگر باینہمہ یہ شک نہین - کہ غالب کو بھی وہ
ایک سچی بہادری کا نمونہ - پیدائشی نبردآزما - اور دلیر صف شکن ہونے مین عدیم المثال
سمجھتے تھے - اور اُسپر ہزار جان سے نثار تھے - خلاصہ یہ کہ تمام سلطنت مین صرف
ایک غالب تھا - جو المنصور کی ہمسری کا دم بھرتا تھا - اور ظاہر ہے کہ اُسکا مزاحم ہونا
نہ امت ایک ایسی چیز ہے جسکو ہر شخص رفع کرنا چاہتا ہے - چنانچہ المنصور نے اپنے
معمولی استقلال اور خاموشی سے چارہ کار مین تدبیرین شروع کر دین - خدا ہی جانے

کچھ سرکشی کی مگر وہ ایسے مبارک جلوس مین کیا مزاحمت پیش کر سکتی تھی - المنصور نے
اُن کی جلد ہی سرکوبی کر دی -

اب گورنمنٹ کا دار و مدار **مصحفی** پر تھا - یہ وہی امیر بیت المال ہے جسنے المنصور
کو اس ترقی کے زینہ کی پہلی سیڑھی پر کھڑا کیا تھا - پس کیسے ممکن تھا کہ اُستاد کی پالیسی
مین شاگرد شریک نہ ہوتا - سلیو کی سرکوبی کرنے سے جن مین سے اکثر جلا وطن کیے
گئے تھے - اُستاد و شاگرد دونون کے ہر دل عزیز اور مقبول انام ہونے مین کچھ شبہ
ہی نہ تھا - کیونکہ اہل قرطبہ ان مستاجر سپاہیون سے جو اس مُلک کے رہنے والے
نہ تھے سخت متنفر تھے - مگر افسوس اُستاد و شاگرد کی موافقت بہت کم دنون کے لیے
تھی کیونکہ مصحفی کو اُکھاڑ پھینکنے کے لیے المنصور صرف موقعہ کی تاک مین تھا - مگر
ایسی اہم کامیابی کے لیے اول یہ امر ضروری تھا کہ سپاہ کی خوشنودی حاصل کرے
چنانچہ اس کے لیے اُسکو اتفاقیہ ایک موقعہ مل گیا - جس کی مفصل کیفیت یہ ہے :-
شمالی علاقہ جات کے عیسائی اب کچھ دنون سے پھر بڑھ چلے تھے -

مصحفی چونکہ رزمی مذاق مطلق نہ تھا سخت حیران تھا کہ کسی طرح اور کیا چارہ کار کرے -
المنصور اگرچہ ایک جج یا انسپکٹر ہی کے فرائض منصبی خوب جانتا تھا اور مذاق رزم مین اُستاد
سے کسی طرح بڑھا ہوا نہ تھا - مگر چونکہ ایک قدیم بہادر نسل اور اُن عربون کی اولاد سے تھا جو
طارق اور اُس کے جان نثار بربریون کے ساتھ حملہ آور فوج مین شامل تھے - گویا اُس کی
رگون مین ہاشمی خون ہنوز موجزن تھا - پس بلا تامل - بلا سر مو تذبذب اُس نے فوراً
سپہ سالاری کو قبول کر لیا - اور اس بھاری منصب کی خدمات پوری سرگرمی سے انجام
دین - چنانچہ لی اون پر اسقدر کامیابی کے ساتھ حملے کیے اور فوج کے ساتھ مال غنیمت
سے اس قدر فیاضانہ سلوک کیا کہ جب وہ مظفر و منصور واپس آیا تو نہ صرف "قرطبہ کا
بہادر سپاہی جنرل" تھا بلکہ "فوج قرطبہ کا عزیز الوجود محبوب" بھی -

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد شمالی عیسائیون سے دوسری جنگ شروع ہوا یہ کامیابی پر
ختم ہوا - اس جنگ مین اصلی سپہ سالار تو غالب تھا جو [illegible]
[illegible] کا ... تھا - مگر المنصور نے [illegible]
[illegible] غالب سے ... مشہور کر دیا کہ [illegible]

اور اس قدر مبالغہ کیا کہ ارکین دربار اور عوام الناس کو سخت یقین ہو گیا کہ المنصور مین
ناظم سلطنت اور مدبر ملک ہونے کے ساتھ فن رزم کی قابلیت بھی بڑی اعلیٰ درجہ
کی ہے - اور درحقیقت اُس میں اس قسم کی قابلیت تھی - ان مسلسل کامیابیوں کے ہجوم
اور عام تحسین و آفرین کے اندر ہی غالب کی مدد سے مستحکم ہو کر المنصور نے دوسرا
نائب مصحفی کے بیٹے پر ہاتھ صاف کیا جو قرطبہ کا چیف جسٹس تھا اور خود اُسکی جگہ جم گیا -
اور اپنے نیابت کو اس قدر عمدگی اور خوش اسلوبی سے کام میں لایا کہ اس سے پیشتر
کبھی شہر میں ایسا عمدہ انتظام ہوا تھا اور نہ اسقدر انصاف سے پابندی قوانین عمل میں
آئی تھی - چنانچہ ایک مرتبہ خود اُس کے بیٹے پر خلاف ورزی قانون کی حد قائم ہوئی -
جسکی پاداش میں بلا رو رعایت اُس کے اس قدر دُرّے لگے کہ آخر جان بحق ہو گیا - مگر
باپ نے مثل قدیم زمانہ کے جونیس بروٹس کے قوانین مجاریہ وقت کی پابندی سے
اُسکو مستثنیٰ کرنا کسی طرح پسند نہ کیا - غرضکہ ایسی حکمت عملی سے المنصور اخیری
کامیابی کے لیے اپنا راستہ صاف کرتا رہا سلطنت کے ایک مضبوط بازو یعنی
ملیٹری فورس (ذریعی طاقت) اور پبلک (عوام الناس) کی خوشنودی وہ پہلے
ہی حاصل کر چکا تھا - باقی رہی شہر کی اعلیٰ اور تہذیب یافتہ جماعتیں جو قانون و
ضابطہ کی پابندی کو پسند کرتی ہیں - اُن کے دلوں پر اس تدبیر سے فتح کر لی - گویا
اب اُس بڑی اور آخری چال چلنے کا موقع تھا جسکا وہ مدت سے منتظر و
آرزومند تھا اور جس کے خواب وہ عالم خیال میں دیکھتا تھا -

یوں تو غالب اور مصحفی میں مدت سے کچھ نقیض چلا آتا تھا - ایک فوجی افسر
یعنی صاحب شمشیر اور اس لئے طبعاً سخت دل و ترشیدہ مزاج تھا - دوسرا ملکی افسر
یعنی صاحب قلم - لہذا طبعاً کمزور اور بزدل تھا - گویا دونوں کے مناصب اور فرائض میں
جس قدر اختلاف تھا - اسیقدر مزاجوں میں مخالفت - لیکن المنصور نے اس نقیض کو
بڑھانا مصلحت سمجھا اور مصحفی کو اُکسانا شروع کیا - اُدہر غالب کو جو اس کوشش میں
تھا کہ مصحفی کے خاندان میں اپنی بیٹی دیکر رشتہ اختصاص و اعدیت قائم کرے - سمجھا کر
اس ارادہ سے باز رکھا - اور بجائے اس کے لڑکی کی شادی اپنے ساتھ کر دینے پر آمادہ
کر لیا - غرضکہ المنصور اسی طریق پر نہایت صفائی سے چالیں چلتا رہا اور یہاں تک

اس شخص کا ارادہ کس بلا کا مضبوط ہوتا تھا۔ کہ جس کام کو شروع کرتا۔ نہایت سخت استقلال اور قائم مزاجی۔ نہایت بلند حوصلگی اور بلند ہمتی سے اسکو کامیابی پرختم کرکے چھوڑتا۔ اور اول سے آخر تک برابر ایک حالت پر لوہے کی طرح مضبوط رہتا تھا چنانچہ ایک شبہ کا ذکر ہے کہ وہ کسی بی نٹ (مجلس مشیران ملک) مین کسی مہم سلطنت پر بحث کر رہا تھا۔ اثنائے بحث مین دفعتہً گوشت کے جلنے کی بو آنا شروع ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ تمام ایوان مین پھیلکر حاضرین کو بدو ماغ کرنے لگے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ لوہا سُرخ کرکے اُس سے المنصور کی ٹانگ پر داغ لگایا جاتا تھا۔ المنصور کی کیفیت یہ ہے کہ اُف تو در کنار۔ پوری دلجمعی سے مسئلہ درپیش مین محو اور ردو قدح مین مصروف تھا۔ ایسے مستقل مزاج شخص کے سامنے مزاحمت کی کیا پیش جا سکتی ہے گو وہ جبرئیل غالب ہی کیون نہو۔ ہر مقصد کے لیئے اُس کی تدبیرین ہمیشہ نہایت دانائی اور دور اندیشی سے شروع ہوتی تھین۔ اور مثل ایک فولادی برمے کے تمام سدراہ مزاحمتون کو چھیدتی چلی جاتی تھین۔ اور اگر کبھی وہ دیکھتا کہ مقصد درپیش معمول سے زیادہ دقت طلب ہے۔ اور بلا ایسی تدابیر کے حاصل نہین ہو سکتا جن کا فوری اثر پبلک کی ناخوشنودی ہے۔ تو اس صورت مین اُسکو پبلک کی رضاجوئی کے ڈھنگ خوب یاد تھے۔ چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہین۔ کہ چند سرغنہ سردارون کی مخالفت کسطرح منصوبہ قتل کی حد کو پہنچے۔ اور افشائے راز ہونے پر کیونکر سزائے موجل پر ختم ہوئی۔ اس واقعہ سے المنصور کو خواہ نخواہ نتیجہ نکالنا پڑا کہ فقہا اور اہل دربار دونون فریقون مین اُس کے خون کے پیاسے موجود ہین جس قدر جلد ہو سکے اُن کی دلجوئی اور رضامندی حاصل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ قرطبہ کے مجتہدین اور علمائے وقت کی ایک مجلس منعقد کرکے اُس نے اُن کتابون کی ایک فہرست مرتب کرائی۔ جو ملحدانہ اصول کو مستحکم اور مذہبی عقائد کو متزلزل کرنے والی سمجھی جاتی تھین۔

اسپین کے مسلمان اپنی پکی دینداری اور زہد خشک مین مشہور تھے اور فلسفیون کی بے طرح خبر لیتے تھے۔ غرض کہ جس طرح رومن کیتھلک کے یہان "اکسپرگے ٹوریس" یعنی کتب خانہ ملعونہ کی ایک فہرست" مانی گئی ہے

اسی طرح اُنہوں نے بھی بالاتفاق اِس فہرست پیش کردہ کو تسلیم کیا۔ اور دوسرے
دن اس حد شرعی میں آئی ہوئیں تمام کتابیں سر بازار جلا دی گئیں۔ حالانکہ المنصور
اپنی ذات سے نہایت آزاد منش اور فلسفیانہ خیال کا پورا حامی تھا۔ اس آسان اور
مختصر تدبیر سے اُس نے اپنے آپ کو حامی مذہب ثابت کر کے فقہا کو ایسا تسخیر
کر لیا کہ پھر کبھی کسی عالم یا مجتہد نے اُس کے خلاف دم نہ مارا۔

المنصور کو وقت پر ایسی کارگر تدبیریں سوجھیں۔ اُسکو ایک جنرل غالب کو
قوت بازو بنا لینے کی ضرورت ہر گاہ وقت پیش آ سکتی ہے۔ چنانچہ غالب کی مخالفت سے اطمینان
کرنے کے بعد المنصور نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اور اول فوجوں کی اصلاح کر لی۔
اور اسی تدبیر سے وہ تمام اختیارات جو پہلے متعدد افسران ماتحت یعنی کپتان
میجر۔ اور کرنل وغیرہ کو حاصل تھے۔ براہ راست اپنے اختیار میں لیکر سپہ سالار کا زور
گھٹا دیا۔ یہ کام اگرچہ مشکل اور دقت طلب تھا۔ مگر جلد کامیابی اس سبب سے ہوئی کہ المنصور
نے نئی فوج بربر اور افریقہ کے اور حصوں نیز اسپین کے شمالی صوبوں سے جن میں
مسیح آباد تھے بھرتی کی۔ چونکہ یہ اجنبی اور نووارد لوگ تھے۔ کسی خاص فریق یا
گروہ کے ساتھ خصوصیت سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ مزید برآن یہاں آ کر جب
اُنہوں نے اپنے محسن المنصور کے داد و دہش۔ حسن سلوک۔ قدر شناسی
اور مدارات و ترحم کو دیکھا تو خواہ مخواہ بھی اُسی کا دم بھرنے لگے۔ المنصور بڑا فوجی
افسر اور نہایت سخت گیر کمانڈر تھا۔ اور مشہور ہے کہ اگر تیاری کے وقت جبکہ
سپاہی وردی پہنے ہوتا تھا۔ اُس کی تلوار ذرا بھی خلاف قاعدہ نیام سے باہر نکلی
ہوتی۔ تو اُسی تلوار سے اس کا سر اوتار لیتا تھا۔ شائستہ اور باقاعدہ رکھنے میں گروہ
فوج کے حق میں جلاد تھا۔ لیکن سپاہی اگر جان توڑ کر لڑتے اور عرصہ جنگ میں
ہر طرح داد مردانگی دیتے۔ فوجی قواعد کی پوری پابندی کرتے تو اُس سے بڑھکر
کوئی اُن کا محسن مشفق اور شفیق بھی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سپاہی مثل کٹھ پتلی کے
اُس کے ہاتھ کے اشاروں کے منتظر رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جبکہ المنصور عین
میدان میں اپنے خیمہ کے اندر بیٹھا۔ لڑائی کی سیر دیکھ رہا تھا۔ تو اُس نے اچانک
دیکھا کہ سپاہی نہایت بدحواس و سراسیمہ بھاگے چلے آتے ہیں۔ اور سپاہی

تعاقب مین ہین - یہ دیکھتے ہی وہ تخت سے کودا - اور خود سر سے پھینک کر مظلوم
و مایوس شکل بنا کر زمین پر بیٹھ گیا - سپاہیون نے اپنے افسر کی مایوسانہ شکل دیکھی ہی
دیکھی تھا کہ آپے سے باہر ہوگئے ہوئے شیر کی طرح اُٹھتے ہوئے جوش سے پیا ہو گئے
اور دشمنون کو جو پیچھے سے دبائے چلے آتے تھے - اسقدر آڑے ہاتھون
لیا کہ دم کے دم مین کُشتون سے پُشتے باندہ دیئے - جو بچے اُن کو لیون
کے شہر پناہ مین داخل کر کے پھرے - علاوہ ازین المنصور سپاہ کے ساتھ
مال غنیمت مین بھی نہایت سیر چشمی سے پیش آتا تھا - اور اس شخص سے زیادہ
سیر چشمی سے اور کون پیش آ سکتا ہے - جس نے اپنے حریف یعنے شمالی مسیحیون پر
پچاس مرتبہ کامیابی کے ساتھ فوج کشی کی - خلاصہ یہ کہ ایسی نازک اور معلوم
ہونیوالی تدبیرون سے اُس نے تمام سپاہ کو اپنا مطیع و مشکور بنا لیا - جس کا نتیجہ
خواہی نخواہی یہ ہوا کہ غالب معہ اپنے سرحدی جنگ آزماؤن اور دلیرون کے
بالکل بے دست و پا ہو کے اور محض لاشے رہگیا - اور آخر کو ایک لڑائی مین کام آیا -
ایک اور فوجی سردار "جعفر" المتخاطب بہ "ملک الزاب" جو واقف فن رزم
اور مقبول سپاہ ہونے مین غالب مرحوم سے کم نہ تھا - کچھ عرصہ تک المنصور کی
کامیاب حکمت عملیون کو دھمکیان دیتا رہا - مگر المنصور نے ایک مرتبہ بتقریب دعوت
اُسکو محلسرائے مین بُلا کر بے انتہا شراب پلا دی - اور واپسی پر راستہ مین پوشیدہ
قتل کرا دیا - المنصور کے فریب اور خونریزی کی یہی ایک نظیر نہین - افسوس
اُس کے دامن زندگی پر اس قسم کے اکثر بدنما دھبے ہین - جن کی وجہ سے ہم اُسکو
ہیرو کہنے کی جرأت نہین کر سکتے - حالانکہ بلحاظ اپنے دیگر اوصاف حمیدہ اور
عادات پسندیدہ کے وہ اس لقب کا پورا مستحق ہے - اگرچہ وہ نہایت سنگدل اور
بالکل بے اصول شخص تھا - مگر کچھ شک نہین کہ اوندلس کو جو اقبال و دولت -
عزت و عظمت - اُس کے عہد مین حاصل ہوئی وہ خلیفہ اعظم کے خیال مین بھی
آئی تھی -

مورخین فارس لکھتے ہین - کہ سکندر کی ایک آنکھ سیاہ تھی اور دوسری ابلق
ایک ہی وقت مین ایک آنکھ سے وہ اوپر دیکھ سکتا تھا اور دوسری سے نیچے - اگر

یہہ ایک استعارہ ہے اور صحیح استعارہ ہے - اگر شوخ طبع مؤرخین نے اپنے موصوف
کے ذہنی انتقال کی تیزی اور سرعت کو - اُس کی نکتہ رس اور نشیب و فراز مین نظر
کو - اُس کے حظ اٹھانے والے تمیز و ادراک کو اِس تشبیہ مین موزون کیا ہے تو
ہم کہتے ہین کہ اُن کے مشبہ سے (سکندر) ہمارا مشبہ بہ ذرا برتر ہے - باوجودیکہ
قرطبہ مین بجز اس کے کہ باہمی بغض و عناد سے مبہوت فرقے اور مخالف جتھے
اور جنگجو گروہ تھے اور کچھ نہ تھا - جس سے عوام الناس کا نظام آسائش بلکہ خود سلطنت
کا انتظام ہمیشہ محل خطر مین رہتا تہا - مگر المنصور اپنے حسن تدبیر سے اُن سب کو بطوع
سر بتسلیم و رضا اور باہم شیر و شکر رکھتا تہا - نو عمر خلیفہ کو اسقدر دست نگری اور
کس مپرسی کی حالت مین دیکھکر عوام الناس سے اگر کبھی ناراضگی کے آثار ظاہر
ہوتے - ادہر ملکہ عروہ جو فریق حرم سرائے کی سرغنہ تھی - المنصور کی روز افزون
ترقی سے رشک کرکے یا اُس کی مسلسل کامیاب حکمت عملیون سے اکتا کے
پبلک کو اُس کے برخلاف برانگیختہ کرتی تو المنصور مسجد جامع مین نئی نئی عمارات
ایزاد کرنا شروع کر دیتا - اور اِس طریق سے سب کو خوش کر لیتا - خلیفہ کو نہ صرف
بے دست و پا ہی کر دیا تھا بلکہ اس قدر مرعوب کہ جب چاہتا اپنی ذاتی وجاہت
منصبی اختیارات و اقتدار کے زور سے ڈرا دہمکا لیتا - ہر محکمہ گورنمنٹ پر عام
اس سے کہ وہ فوجی ہو یا ملکی - خود بلا وساطت نگرانی کرتا - قانون و ضابطہ کی پابندی
مین نہایت سختی کرتا - اور باوجود نظم و نسق سلطنت - فوجی اور ملکی امور اہم مسلسل
مشاغل اور متواتر فرائض کے جن کو وہ اپنا وظائف حیاتیہ سمجھتا تہا - اِس دلیر اور
اولوالعزم شخص نے افریقیہ پر کئی مرتبہ فوجکشی کی اور کامیابی حاصل کی اور سلطنت
اندلس کو سواحل بربر تک وسیع کر دیا - علاوہ ازین یہہ اُس کا ایک معمول تھا
کہ سال مین دو دفعہ یعنی گرمی اور جاڑے کے شروع مین کسٹائل اور لیون کے
مسیحیون پر ایلغار کرے - علم دوست فرمانرواؤن کی طرح وہ کتاب اور تلوار کو پہلو
بہ پہلو رکھتا تہا - چنانچہ جس طرف فوجکشی کرتا شعرا اور علما کو ساتھ لیجاتا - کبھی
کسی جنرل نے آج تک اس قدر زیادہ اور متواتر فتوح حاصل نہین کین - جس
طرف جاتا تہا - اقبال و نصرت ہمرکاب ہوتے تھے - اپنی اُن جری اور بہادر

سپاہیون کی مدد سے جو اُس نے خود بھرتی کیئے تھے - نیز بیشتر اُن مسیحی دلاورون
کے زور پر جو بڑی بڑی تنخواہون اور لوٹ کے یقینی توقعہ سے اُس کے دلدادہ
تھے - اُس نے شمالی مسیحیون پر آتش و شمشیر بکف ہو کر موجکشی کی - لیون کو فتح کر کے
اُس کی لوہا لاٹ فصیلون اور سنگین بُرجون کو مسمار کیا - بارسلونا پر قبضہ کیا اخیر
کو گالیشیا بھی نہ بچا - اُس کو بھی فتح کر کے "سینٹ یاگو" کے مشہور اور عظیم الشان
گرجا کو جو ہزارون تارک الدنیا اور خدا پرست مسیحیون کا ملجا و ماوےٰ اور تمام یورپ
کا قبلہ حاجات و کعبہ مرادات سمجھا جاتا تھا - بالکل منہدم کر دیا - مگر یہ شکر ہے کہ "سینٹ
جیمس" کی درگاہ جہان بے شمار کرامتون کا اظہار بزرگ مدفون کا وجود ثابت
کرتی تھین اس طوفان سے بچ گئی - کہتے ہین کہ جب لوگ شہر کو خالی کر کے
بھاگ گئے اور "المنصور" مظفر و منصور اُسمین داخل ہوا - تو اُس نے دیکھا کہ
صرف ایک ضعیف العمر راہب مزار شریف پر تسبیح و تہلیل مین مشغول ہے - المنصور
نے آگے بڑھکر پوچھا "تم یہان کیا کرتے ہو"؟ راہب نے جواب دیا "کچھ نہین
اپنے خدا کو یاد کرتا ہون" المنصور کے دل پر اس استغنائی نے بڑا اثر کیا - فوراً
جان بخشی کی اور حکم دیدیا کہ زائر اور مزار دونون کی حفاظت کے لیئے ایک مضبوط گارڈ
قائم کیا جائے تاکہ سپاہ جو شہر کو تاخت و تاراج کرتی پھرتی تھی اُس طرف جرأت
نہ کر سکے - انہی معرکون مین سے کسی کے بعد اُس نے لقب "المنصور" اختیار کیا
اور واقعی وہ اس لقب کا پورا مستحق تھا - جب تک اُس کی فوج ظفر موج شہنشاہی
ایلغار پر رہتی تھی تمام مسیحی علاقہ جات مین تہلکہ مچا رہتا تھا - اور شہر اون کے
سامنے گویا تصویر مرگ پھرتی رہتی تھی - لیون کو مع ارد گرد کی ریاستون کے
تخت قرطبہ کا حلقہ بگوش اور باجگذار کیا - کسٹایل - بارسلونا - ناوار کو متواتر شکستین
دین - بلکہ لیون - پامپلونا - بارسلونا شہرون پر بھی تسلط کیا حتی کہ سینٹ یاگو ڈی
کمپوسٹیلا پر بھی قبضہ کیا - ایک مرتبہ جبکہ فتح ناوار کی مہم درپیش تھی اُسکو خارجاً
معلوم ہوا کہ ریاست مذکور مین ایک مسلمان عورت ہنوز مقید ہے - اتنی ہی بات
پر اُس نے شاہ ناوار کو نہایت ذلیل اور سرنگون پابوسی پر مجبور کیا - چنانچہ عورت
مذکور فوراً حوالہ کی گئی شاہ نے اس قصور پر جو سہواً تھا نہ کہ عمداً - معافی نامے

پیش کیے۔

انہی مہمون مین ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مسیحیون کو حسن اتفاق سے ایک ایسا مقام ہاتھ آ گیا جو نہایت محفوظ اور دشوار گذار تھا۔ اور اسلامی فوج کے عقب مین واقعہ تھا۔ نتیجہ یہ کہ المنصور فوج سمیت نہ تو خلاف مصلحت وقت آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھا ہٹ سکتا تھا۔ اگرچہ وقت اور موقعہ دونون نہایت مخدوش تھے۔ مگر ہم لکھ چکے ہین کہ سخت سے سخت مایوسی کے وقت مین بھی المنصور کا سوہان تدبیر کُند نہ ہوتا تھا اُس نے یہ ضغطہ کی حالت دیکھکر تمام سپاہ مین ایک گشتی جاری کر دی کہ اردگرد کے تمام دیہات و قصبہ جات پر حملے کر دین۔ اور لوٹ مار سے یا جس طرح ہو سکے آلات کشاورزی اور اسباب معیشت و سکونت فراہم کرین۔ اور حسب معمول کاربار زندگی مین مصروف ہو جائین۔ مسیحی بوجہ کم ہونے کے حملہ کرنے کی جرأت تو نکر سکتے تھے۔ مگر ہر طرح مطمئن تھے کہ دشمن ہر وقت قبضہ مین ہے۔ جب برخلاف توقعہ اُنھون نے دیکھا کہ اسلامی لشکر نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے بارکین بنانے مین مصروف ہے اور زراعت وغیرہ کے لیئے تدبیرین کر رہے ہین۔ تو بہت چکرائے اور ادہر ادہر تفتیش کرنے لگے۔ کہ ان ہمہ قسم مشاغل سے دشمن کا منشا کیا ہے۔ چنانچہ کسی عربی سپاہی نے جواباً بیان کیا۔ ”ہم خیال کرتے ہین کہ اب واپس وطن ہونا خلاف مصلحت وقت ہے۔ کیونکہ عنقریب دوسرا ہنگ شروع ہونے والا ہے۔ اب جانا اور پھر آنا ایک طول عمل ہے۔ بہتر ہے کہ اُس وقت تک یہین ٹھہر کر آرام کرین“ یہ سُن کر مسیحیون کے ہوش اُڑ گئے اور سمجھے کہ ایسا نہو کہین مسلمان ان میدانون کو ہمیشہ کے لیئے اپنا مسقط الراس بنا بیٹھین۔ چنانچہ اسی خوف سے مسیحیون نے وہ محفوظ مقام چھوڑ کر دشمنون کو بیخوف گذر جانے کے لیئے نہ صرف راستہ ہی دیا۔ بلکہ مال غنیمت لیجانے کے لیئے باربرداری کا بندوبست بھی کر دیا مثل ہے کہ ”گنوار گنا نہ دے اور بہیلی دے“

المنصور اگرچہ انسانی حملون کے دسترس سے باہر تھا لیکن پنجۂ قضا سے وہ کیا۔ کوئی نہین بچ سکتا۔ ”کل نفس ذائقة الموت“۔ کشائل پر آخری کامیاب فوجکشی کے بعد دفعتہً بیمار ہوا اور بمقام ”میڈیناسلی“۔ بار عظمت سے ہمیشہ کے لیئے

سبکدوش ہوگیا۔

مسیحیون کو اِس مرگ ناگہانی سے جس قدر مسرت ہوئی اُس کا اندازہ مرحوم کی شمالی ریاستوں پر ترکتازیون کے حالات پڑھنے سے خوب ہوسکتا ہو۔ کون ہے جو اپنے مہیب اور فتحمند دشمن کی موت سے خوش نہین ہوتا۔ چنانچہ ایک راہب جوشِ مسرت مین فرماتے ہین کہ "المنصور ۱۰۰۲ء مین مرکز فی النار ہوا"[ل]

دسوان باب

اہل بربر

اور

ان کا ستارۂ اقبال

اگر کسی ملک کی حکومت مضبوط اصول پر مبنی ہے تو سلطان الوقت (یا حکمران قوت) کی دفعتہً علیحدگی شاذ و نادر ہی اُسمین طوائف الملوکی پیدا کرسکتی ہے۔ جو لوگ جمہوری طرزِ حکومت کو بہترین اصولِ سلطنت مانتے ہین۔ اُن کی بڑی دلیل یہی ہے۔ جو ہرگز رد نہین ہوسکتی۔ وہ کہتے ہین کہ اگر کسی قوم یا ملک کو مثل کٹھ پتلی کے ایک ہاتھ کا تابع رکھین۔ تو ممکن ہے کہ وہ ہاتھ کبھی معدوم یا کمزور ہوجائے اور پھر لازمی ہے کہ اُس کے تابعین اور تبع تابعین مثل اجزائے منفردہ کے منتشر ہوجائین۔ یہ مسئلہ اگر غور سے دیکھین۔ تو ایک بدیہی مصداق کا مفہوم محض ہے اور اُس کا دارومدار اکثر کسی قوم یا فرقہ کے خاص و عام خصائل پر منحصر ہے۔ بعض قومین شخصی حکومت کے لیئے طبعاً ناقابل ہوتی ہین (مثلاً اہلِ امریکہ) بعض ایسی ہین کہ وہ حالاتِ شدیدہ کے عادتاً محتاج ہین۔ یادشاہ بدون اُن کو لطفِ زندگی

[ل] واہ! کیا مردانگی ہے۔ جیتے جی تو سینٹ جیمس جیسی درگاہوں مین جان چھپاتے پھرے۔ اور موت پر جو قابلِ رحم حالت ہے۔ دل کے جلے پھپولے توڑنے لگے۔ ۱۲

ہی نہیں ہے ہم نے ابتک کبھی نہین سُنا نہ دیکھا کہ کسی ایسی قوم نے شخصی حکومت
سے سبکدوشی حاصل کرکے لطفِ زندگی اُٹھایا ہو۔

مثلاً اوندلس جو کسی صورت سے اپنے ہانکنے والون سے علیحدہ ہونا گوارا
نہ کرسکتا تھا۔ اور اگر کبھی اُس کے حکمران علیحدہ ہوئے بھی تو ساتھ ہی ستون سلطنت
بھی مرکزِ ثقل سے علیحدہ ہوگیا ہے۔ بقول شخصیکہ "قیصر اعظم کیا گرا ہم اور تم سب
گر گئے" لیکن یہ سمجھیے کہ پاس ہمدردی سے بلکہ ناقابلیت سے نالائقی سے گر گئے۔

چونکہ اوندلس مین ایسے فریق اور گروہ بکثرت تھے جو ایک دوسرے کے حریف۔
مدمقابل۔ اور ہمیشہ باہم تیغ و سپر رہتے تھے۔ لہٰذا امن و انتظام تو یکطرف۔ اُس کا
خیال بھی قایم نہ رہ سکتا تھا۔ اس باہمی حسد و عداوت کی آگ اگر بجھتی تو کسی تیسرے
شخص کی مداخلت سے بجھتی۔ پس نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک مطلق العنان
بادشاہ۔ خود مختار شخص حکمران کا وجود اُن کے لیئے لازمی تھا۔ حضرات ناظرین
نے اگر آیرلینڈ کی مفصل تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہوگا۔ اور وہان کے شمالی اور جنوبی
باشندون کے باہمی بغض و عناد اور کبھی ختم نہونیوالی عداوتون کے حالات پڑھکر نتایج
نکالے ہون گے۔ تو ہم اُمید کرتے ہین کہ اوندلس کے حالات پڑھکر اُن کو تعجب نہوگا
دُنیا مین صرف عرب ہی ایسی قوم نہ تھی جو مخلوط النسل قومون اور مختلف فرقون اور
ملتون پر اس طرح اطمینان سے حکومت نہ کرسکی کہ گویا وہ سب ایک کف و قبیلہ کے ممبر
ایک مذہب کے پیرو اور ایک ہی قوم کے افراد تھے۔

اوندلس کے تاریخانہ واقعات کے پیرایہ مین جو کچھ ہم نے اب تک قلمبند کیا
ہے وہ اُس مد و جزرِ حکومت اور انقلابِ سلطنت کا ایک مجموعہ مختص ہے۔ جو
ملک مین وقتاً فوقتاً واقع ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ شروع مین ناظرین نے دیکھا کہ بہادران
عرب نے جن کی گھٹی مین بہادری پڑی تھی۔ کس طرح اسپین پر حملہ کیا۔ اور پھر خلافِ
توقع کیونکر بے غل و غشت فتح کرلیا۔ یہ فتوح ابھی پوری طرح ختم نہ ہوئی تھین کہ فاتحون
مین باہمی رشک حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور گمان غالب تھا کہ اس
عرقریزی اور جانفشانی سے حاصل کی ہوئی حکومت کے حق مین برق خرمن
سوز ہو جائے۔ مگر حسن اتفاق سے وہ دانشمند اور مدبر الملک شخص سلطنت کے

اسٹیج پر نکل آیا۔ جو گویا طبعاً جہانداری کے لیئے موزون تہا۔ وہ کون ؟ عبدالرحمٰن اول جسکی تدبیر اور عمدہ حکمت عملی سے اوندلس بظاہر پھر ایک سلطنت متحد بن گیا۔ فارس کا دستور تھا کہ جب بادشاہ کا نام لیتے تو پاس ادب سے کہتے کہ ”خلدک اللہ“ یعنے اے بادشاہ! خدا تجھکو ہمیشہ سلامت رکھے“ ایک اجنبی شخص یہ سُن کر تعجب کرتا ہے کہ اس دعائیہ فقرہ کا ایجاب و قبول ملکی لحاظ سے گویا ”کھیل“ ہے ”حل مشکل“ ہے ہمیشہ ٹھیک وہ بادشاہ ہمیشہ کے لیئے ایک ہی مرتبہ منتخب ہو چکا ہے۔ مگر افسوس اوندلس کا پہلا فرمانروا ”عبدالرحمان اول“ ہمیشہ کے لیئے منتخب نہ ہوا تہا۔ شاہان فارس کی طرح وہ بھی فنا ہونے والا تہا۔ چنانچہ اُس کے انتقال پر وہی ہوا۔ جو کسی طاقتور و خالی کل سے اُس کی مضبوط قوت ماسکہ کے علیحدہ ہو جانے سے ہوتا ہے۔ تمام اوندلس باہم تیغ و سپر ہو بیٹھا۔ ہر طرف طوائف الملوکی کی گھنگھور گھٹا چہا گئی۔ مگر شکر ہے کہ یہ شہر آشوب حالت زیادہ عرصہ تک قائم نہین رہی بلکہ ایک زیادہ لائق اور قوی شخصیت ”دوظل اللہ“ کے تخت پر آنے سے جلد ہی فرو ہو گئی۔ خلیفہ اعظم نے مسند آرائے خلافت ہوتے ہی تمام ملک میں شائستہ قوانین اور دادرس آئین پہر نافذ کیئے۔ تفرقہ انداز گروہون کی سرکوبی کی۔ اور سرکش مفسدون کو پامال کیا۔ پچاس برس کامل ”اوندلس“ ایک حقیقی بہشت بنا رہا۔ جسمین ہر طرف بجز امن و انتظام اور ہمیشہ قایم رہنے والی خوشیون کے کچھہ نہ تہا۔ اگر ”عبدالرحمان ثالث“ ہی باقی یا ابد ہوتا اور فانی نہ ہوتا۔ تو اوندلس کی روز افزون ترقی اُس کا اقبال و دولتمندی آج تک زمانہ کے دامن شفقت مین محفوظ رہتے۔ اور ہم کبھی نہ سُنتے کہ مسلمانون اور یہودیون کو سخت اذیتین پہونچین۔ یا مذہبی بنا پر شدید عقائیب جہیلنا پڑین لیکن افسوس اس قسم کی خواب نما حالتین جبکہ اوندلس کو اُن دو مبارک عہدون مین حاصل ہوئین۔ پریشان خوابیان تہین۔ جن کی تعبیر بجز پریشانی کے کُچھہ نہ تھی عبدالرحمن ثالث نے بہی سفر آخرت کا تہیہ کیا اور ہمیشہ کے لیئے کوچ کر گیا۔ یہانتک بھی کُچھہ زیادہ افسوس نہ تھا۔ کیونکہ مرحوم نے سلطنت کو بالکل بے پشت و پناہ نہین چھوڑا۔ پہلے ملک کو دو بادشاہون نے دو مرتبہ بار بہی بار ہی طوفان نوح سے نجات دی۔ اب ایک ”وزیر اعظم“ تہا۔ جس نے اس ”کتاب اللہ“ کا شیرازہ بکھرتے

بیچا یا۔ المنصور جیسا کہ ہمارے ناظرین دیکھ چکے ہین - واقعی ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر
اور آئین ملک داری مین ہر طرح سلیقہ مند تھا۔ اُسمین فطرتی طور سے اس قسم کی
استعداد اور قابلیت موجود تھی - کہ اپنی سطوت وجبروت - اپنے اختیار واقتدار
کا سکہ اندلس کے ہر ادنیٰ اعلےٰ باشندہ کے دل مین بٹھاتا - مانا کہ اُس مین عیب
بھی تھے - لیکن وہ انسان تھا اور انسان عیب ونقص سے معرا نہین ہوسکتا۔ اُسنے
اپنے مرحوم آقا کی فرضی وصیت پورا کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔
اور اندلس کو فی الحقیقت فردوس برین بنا کر دکھلا دیا۔ مگر "افسوس!" فطرت اللہ"
سے چارہ نہین - انسان کی تعمیر وجود ہی مین خرابی کی صورت مضمر ہے - ہر شئے کا
وجود ہی اُس کی عدم کی دلیل ہے - حیات صرف موت کے لیئے ہے - اور
ترقی محض تنزل کے لیئے - دنیا کے زوال وکمال - پستی وبلندی ہمیشہ ایک
دوسرے کے علت ومعلول ہوتے ہین - کل جو نقیض عروج کا سبب تھا آج وہ
عروج کا مسلوب ہے - المنصور اگر ہمیشہ مظفر ومنصور رہتا - تو اُسکی ظفر ونصرت
کی کوئی حد ہونا چاہیئے تھی - وہ حد کیا تھی؟ موت! عبدالرحمٰن اول اور ثالث کی طرح
وہ بھی باقی پائندہ نہ تھا آخر اُس نے بھی فنا کا برقعہ اوڑھ لیا - اور جب [illegible] مین ہمارے
بلند حوصلہ اور نیک خیال راہب کی آرزو کے موجب فی النار ہوا - تو ساتھ ہی
اندلس کا اقبال ودولت - امن وانتظام بھی خاک مین مل گیا - اور مسند خلافت
اُن مخالف گروہون اور باہم تیغ وسپر فریقون کا ہدف بن گیا - جنکو پیشتر پنجہ اور قوی
بازو شخص تھامے ہوئے تھا - اسی برس کامل مسند کی یہ حالت رہی کہ صور عرب
سلیوب اہل اسپین - بلکہ ہر فرقہ ہر قبیلہ کے حاسد سردار جنگجو اور ستم کیش سرگروہ باری باری
اُسپر چنگل مارتا تھا اور کچھ نہ کچھ تبرکاً وتیمناً چیتھڑے لیجاتا تھا۔ ع

لختے برداز دل گذرد ہر کہ ز پیشم
من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم

اگرچہ اس عرصہ مین سرد مہر اور متلون مزاج زمانہ کی سخت گیریون نے بغض و
عناد دیرینہ کی بیخ کنی بھی کی - اور رشک وحسد کی آگ جو کسی فریق غالب کی
گزشتہ عزت وعظمت کی یاد سے اکثر بھڑک اُٹھتی تھی - کبھی کبھی اس وجہ سے

فروکبھی ہو جاتی تہی - کہ اس جہان آشوب تیرگی مین حسب و خاندانیت کا کچھہ پتہ نہ ملتا تہا - مگر با اینہمہ شخصی اختلاف - قومی یا مذہبی مخالفت کچھہ کم شد و مد پر نہ تہے اور اوندلس کو نیک خیال راہب کی دُعا کے بموجب استعارۃً المنصور کا دفین یعنی "طبقہ زمہریر" بناتے تھے -

المنصور کی وفات سے چھ برس تک اُس کے فرزند اور جانشین "مظفر" نے اتفاق اور امن انتظام کا سلسلہ قایم رکھا - مگر یہ مختصر سا زمانہ جلد گذر نے پر پھر ایک طوفان بے تمیزی شروع ہوا - حریص - متلاشی معاش - پراگندہ روزی لوگ جو قسمت آزمائی کرتے پہرتے تہے - ایک دوسرے کے حریف اور مخالف خلفا - جھوٹے دعویدار مسند خلافت - غرضکہ ایک ہجوم تھا جو قرطبہ کو چاروں طرف سے گھیرے تھا - خاص باشندگان اسپین جو فی الجملہ اوندلس کی مردم شماری کا جزو کثیر تھے بادشاہی کے طرفدار اور شاہی خاندان کی حکومت کے آرزومند تھے - اور ہمیشہ بنی امیہ کی مٹی ہوئی شوکت کی یاد مین محو رہتے تھے - وزیر اعظم کی حکومت گو وہ کیسی ہی امن و انصاف کی حکومت کیون نہ ہو - اُن کے نزدیک گورنمنٹ کے مفہوم کو پورا کرنے کے لیئے کافی نہ تہی - اس لیئے لازم تھا - کہ خلیفہ بنفس نفیس - عنان حکومت ہاتھہ مین لے کچھہ تو اس لیئے اور کچھہ اس لیئے کہ وزیر اعظم کے دوسرے بیٹے نے مظفر کی وفات پر نہایت بے تمیزی سے حکومت کا دعویٰ کیا اور علی رؤس الاشہاد اپنا استحقاق جتلایا جس سے عوام الناس نہایت برہم و برانگیختہ ہوئے - غرضکہ ان وجوہ سے فریق اہل اسپین نے جو مرید خلافت تھے - وزیر اعظم کے خاندان کی سخت مخالفت کی - اور اس بات پر زور دیا - کہ جس طرح ہو ہشام بذاتِ خود فرائض خلافت ادا کرے -

ہشام کی یہ کیفیت تھی - کہ بیچارہ تیس برس سے حرم سرائے کی چہار دیواری مین نظر بند تھا - وہان کے عشرت کدون کو دربار - اور پری رویون کے جھرمٹ ہی کو اہل دربار سمجھتا تہا - اس تازہ مصیبت پر بہت چلایا - ہر چند انکار کیا کہ اُس سے ناممکنات کو ممکنات کرنے کی توقع نہ رکھین - مگر کون سنتا تھا - اسی انکار او راصرار مین بارِ خلافت اُس کے سر پر رکھ ہی دیا - آخر جب کچھہ عرصہ بعد ہر شخص کو صریح طور سے

معلوم ہو گیا کہ خلیفہ بجائے "ظل الٰہی" کے "ظل السلطان" محض ہے تو ناچار اُسکو معزول
کر کے اُسی خاندان کے ایک اور شہزادہ کو مسندنشین کیا۔

اوندلس مین بنو امیّہ کی حکومت کا یہ آخری دور دورہ تہا۔ کیونکہ اس کے بعد
بیس برس کامل مسند خلافت ایک زیارت گاہ بنا رہا۔ خلیفہ پر خلیفہ گویا زائرین
کی حیثیت سے باری باری آتے تھے۔ اور جان یا حرمت نذر کر جاتے تھے۔ کبھی
اہل قرطبہ اپنے کسی آوردہ کو لے آتے تھے۔ کبھی سلیو اپنی کسی کٹھ پتلی کو لا بٹھاتے
تھے۔ کبھی اہل بربر اپنا کوئی اُمیدوار ڈھونڈ نکالتے تھے۔ اور کبھی اہل سیوائل
اپنے کسی ساختہ پرداختہ کو پیش کر دیتے تھے اور اُس کی آڑ مین دل کے حوصلے
نکال لیتے تھے۔ غرضکہ ہر خلیفہ کسی نہ کسی ہاتھ کی کٹھ پتلی ہوتا تہا۔ جس کی ذرہ برابر بھی
عزت و حرمت نہ تھی۔ مسند گویا ایک بساط تھی۔ اور خلیفہ شاہ شطرنج۔ جسکو بہتر چال
سوجھتی بازی لیجاتا۔ ایوان جلوس کیا تہا مقتل تہا۔ جس مین ہر خلیفہ بے کیے کیفر
کو پہونچتا تہا۔ ایک مرتبہ ایک مظلوم خلیفہ اپنی ساعت بد سے ڈر کر حمام مین گھس گیا
اور وہان آتشدان مین جان چھپا کر بیٹھ رہا۔ مگر ظالمون نے ڈھونڈ کر باہر نکالا۔ اور
اُس کے اپنے جانشین کے سامنے وہین تہ تیغ کیا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ ہشام ثانی
کے سامنے بھی آئے جسکو ملکہ غرورہ اور المنصور نے گویا ابھی مہد سے بھی نہ نکلنے دیا
تہا۔ چنانچہ یہ خلیفہ دو مرتبہ مسندنشین ہوا۔ اور دونون مرتبہ معزول۔

آخری مرتبہ معزول ہو کر اُسکو مصیبت کی سیر کرنا پڑی۔ اور بجائے اُن ریشمی کنگنون اور پھولون کے ہارون کے جو
ہمدم راحت کے مجمع عشرت زندگی مین اُس کا زیور تہا۔ اب اُسکو طوق و زنجیر نصیب
ہوئین۔ مگر کچھ پتہ نہین ملتا کہ اُس کا انجام کیا ہوا۔ البتہ اُس کی خادمہ کی زبانی جو کچھ
دریافت ہوا اُس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک روز موقع پا کر پوشیدہ قید سے
بھاگ نکلا۔ اور ہر دو ایشیا کی طرف کسی ملک۔ شاید مکہ معظمہ کو باقی زندگی کے لیئے
اپنا ملجا و ماوی بنا لیا۔ کچھ شک نہین کہ ایسے شخص کے لیئے بار خلافت وبال جان
ہونیسے کم نہین جس نے تمام عمر عزلت نشینی اور فرائض متبرکہ سے سبکدوشی
مین گذاری ہو۔ اور بس۔ شائد اُسکو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اوندلس مین اُس کی موجودگی
تباہ طلبی اور مصداق فریق کی آتش حرص بھڑکاتی تھی۔ جس کا نتیجہ بجز اس کے اور

گیا تھا کہ باہمی مخالفت بلکہ ستیزہ آرائی کا بازار یوماً فیوماً گرم ہوتا اور دار الخلافت مقتل عام ہوتا۔ پس یہ امر عین مقتضائے بشریت تھا۔ کہ ایسے مخطور اور فتنہ خیز زمانہ مین وہ خلافت سے کنارہ کش ہوا اور باقی عمر حرم محترم مین تارک الدنیا اور معتکف ہو کر جبہ سائی اور ناصیہ فرسائی مین گذارے۔ اگرچہ ایک اور شخص جو ہشام معتکف سے صورت شکل مین بہت کچھ مشابہت رکھتا تھا۔ اپنے آپکو ہشام مشہور کرکے دعویدار خلافت ہوا۔ اور سیوائل مین مسند نشین بھی ہوا۔ کیونکہ عامل شہر ایک مشہور خلیفہ گر تھا اُس نے اس کٹھ پتلی کو غنیمت جان کر فوراً سنبھال لیا تھا۔ مگر ہشام حقیقی ایسا روپوش ہوا کہ پھر کبھی کسی کو اُس کا پتہ نہ ملا۔

بنو اُمیہ کی حالت اس وقت نہایت خوفناک اور رحم و افسوس کے قابل تھی مونہا۔ سلیوں میں تھا۔ باری باری اُن کو اپنی بساط شطرنج کا شاہ بناتے تھے اور نئی نئی چالون سے ایک دوسرے کو کشت و مات دیتے تھے۔ چنانچہ ہشام ثالث کی معزولی کے وقت جو کچھہ عبرت انگیز واقعات پیش آئے اُن سے اس امر کی خوب تصدیق ہوتی ہے۔ عمائد شہر (قرطبہ) کے فیصلہ اور حکم کے بموجب اس فرشتہ سیرت اور رحمدل خلیفہ کو معہ کس و کو۔ ایک کلبہ تنگ و تاریک مین جو مسجد جامع سے ملحق تھا۔ قید کر دیا۔ اس تنگ اور تیرہ و تار کوٹھڑی کے اندر ایسے وقت اور موسم مین جبکہ شدت برودت سے جسم مین خون جما جاتا تھا اور قلت وسعت سے دم گھٹتا تھا۔ بدنصیب خلیفہ عالم یاس و بیکسی مین اپنی ایک اکلوتی شیر خوار بچی کو سینہ سے لگائے مضطرب بیٹھا تھا۔ بیگمات شکستہ حال۔ شوریدہ سر جاڑے کی شدت سے کانپتی ہوئین اُس کے گرد ایک باہمی حلقہ باندھے تھین اور اس تازہ مصیبت پر زار و قطار روتی تھین۔ کئی گھنٹے گذر گئے تھے کہ انکو آب و دانہ نصیب نہ ہوا تھا۔ کیونکہ ظالم و بیرحم محافظون نے اُن کی خبر بھی نہ لی تھی۔ زندان اور زندانیان زندہ درگور کی یہ حالت تھی۔ کہ کونسل کے فیصلہ کے بموجب جو معہ خلیفہ اللہ کی قسمت کا فیصلہ کرتے خود بخود جمع ہو گئی تھی۔ حضرات شیخ (عہدہ دار جو قیدیون کو موت کا حکم سنانے آتے تھے۔) نوید موت سنانے آپہنچے۔ مگر خلیفہ جو اس وقت جذبہ مہر پدری سے از خود رفتہ اور ہمہ تن اس کوشش مین

مصروف تہا کہ کسی طرح سے زبان سے تجی کو بہینچ دبا کر گرمی پہونچاے - اُس نے آن نا
نو یدجانستان کو کچہہ زیادہ التفات سے نہ سُنا اور صرف یہ جواب دیا کہ وہان ثالث
مجہہ منظور ہے - جو کچہہ اُنہون نے فیصلہ کیا ہے مجہہ منظور ہے - لیکن خدا کے
لیئے آپ کہانے پینے کا بندوبست کر دیجیئے - یہ نہی سی بچی بہوک سے ہلاک
ہوئی جاتی ہے " اس مستمندانہ درخواست پر شیخ بے تاب ہوگئے - کیونکہ یہ
مقصود نہ تہا کہ اس قدر وحشیانہ ظلم اور بے رحمی کی جائے - چنانچہ کہانا مہیا کرنے
کے بعد انہون نے پہر دست بستہ عرض کی - کہ "قبلۂ عالم ! کونسل نے یہ فیصلہ
کیا ہے کہ آپ کل مع حرم فلان فلان قلعہ مین قید کیئے جائین " لیکن خلیفہ نے پہر
ویساہی جواب دیا - کہ کچہہ مضائقہ نہین - یونہی سہی - مگر عند اللہ ایک اور مہربانی
کیجیئے - یہان روشنی کا بندوبست کر دیجیے - کیونکہ اس تنگ اور ہیبتناک جگہ مین
تاریکی سے رونگٹے کہڑے ہوجاتے ہین " العظمۃ للہ ! مسلمانون کا دینی اور
دنیوی پیشوا خلیفۃ اللہ امیر المومنین - ایک طرفۃ العین مین اس حالت کو پہنچ جائے
کہ مایحتاج زندگی حاصل کرنے کے لیئے اُسکو اپنے کمترین خدام ادب سے عاجزانہ
اور مستمندانہ درخواستین کرنا پڑین [ف]

چنے کہانے کو ترسین صاحبان گوہرِ عالی
صدف کو دے نوالہ موتیون کا ابرِ نیسانی

اس قسم کے وحشت انگیز اور عبرت خیز سانحے قرطبہ مین اب کچہہ نئے اور انوکہے
نہ تہے - بلکہ دائم و متواتر ہوتے رہتے تہے - ہر انقلاب - ہر عزل و نصب - تازہ تر
آفتین لاتا تہا - فریق قرطبہ جس طرح تعداد مین بڑہتے جاتے تہے اُسی طرح
خود غرضی اور [illegible] کے خیال مین بہی ترقی و استحکام حاصل کرتے جاتے تہے
قانون [illegible] ملک یا قوم مین تجارت کو بے انتہا ترقی ہو - صنعت و دستکاری

[ف] مورخ صاحب کی دلی ہمدردی جو انہون نے اس ولولہ انگیز زبان مین ظاہر کی ہے
[illegible] مستحق ہے - مگر یہ شکریہ اس پیرایہ مین ادا کیا جائے تو نہایت موزون ہے
کہ [illegible] پارلیمنٹ تھیں قوم کی خانمان بربادی سے لا علمی - بے حسی - اور آخیر کو
مستقل [illegible] پر اس سے بہی زیادہ ولولہ انگیز اور موثر زبان مین نوحہ خوانی کیجائے - ۱۲

عزت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جاتی ۔ ہر شخص محنت و مشقت کا شایق ہو
وہان بقول بہتیرے اہل حرفہ جماعتون مین ہوگا ۔ اور نتیجۃً خودمختاری اور آزادی کا
خیال ہر کہ و مہ کی دلی آرزو ہوگا ۔ چنانچہ جب اس فریق نے وزیر اعظم کے خاندان
کو نکال باہر پھینکا ۔ اور میدان صاف پایا تو ایک گروہ سرکش بن کر حسب قاعدہ خلاف
تہذیب مجمعون مین منقسم ہو گیا اور لوٹ مار شروع کر دی ۔ المنصور نے جو قصر عالی شان
اپنی نیز ملازمین گورنمنٹ کی بود و باش کے لیئے بنایا تہا اسکو بالکل تاخت و تاراج
کر کے آگ لگا دی ۔ چار روز مسلسل لوٹ مار ۔ قتل عام اور آتشزدگی کا بازار ہر طرف
گرم رہا ۔ اور قرطبہ ایک وحشت ناک مسلخ و مقتل کا نمونہ بن گیا ۔ یہ گروہ جب اپنی
ہوسین پوری کر چکا ۔ تو اہل بربر کی باری آئی ۔ قرطبہ اگر سلطانی محافظین نا مقبول
و مردود انام گروہ یعنی سلیو کے پنجہ سے چہوٹا ۔ تو بیرحم بربریون کے پنجۂ قضا مین
گرفتار ہوا ۔ ان ظالمون نے اُس کی رہی سہی شان و عظمت کو خاک مین ملا یا ۔
جس طرف اُن کے قدم جاتے تھے ۔ قتل عام ۔ تاخت و تاراج ۔ اور آتش و شمشیر
ساتھ لیجاتے تہے ۔ اور تباہی ۔ بربادی ۔ ویرانے کے سوا کچھہ نہ چہوڑتے تہے
بڑے بڑے عالی شان قصر ۔ خوبصورت محل ۔ شاندار عمارتین ۔ معہ ساکنین کے
لوٹ ۔ تلوار اور اخیر کو آگ کے نذر ہوتے تہین ۔ اس طوفان بے تمیزی مین مدینۃ الزہرا
کی نوبت بہی آپہونچی ۔ وہ مدینۃ الزہرا جو "خلیفہ اعظم" کا مایۂ ناز ۔ اُس کا مجسم یادگار
بلکہ سچا نوحہ خوان تہا ۔ دغابازون نے اُسپر فریب سے قبضہ کر کے لوٹ لیا ۔ اور
آگ لگا دی ۔ اور اُس عدیم المثال ہنرمندی اور اعلیٰ درجہ کی صنعت کے نمونون کو
جو دو اولو العزم سلاطین نے صرف کثیر اور سعی بلیغ سے فراہم کیئے تہے ۔ جلا کر خاکستر
کر دیا ۔ اُس کے ساکنین یہان سے بہاگ کر مسجد جامع مین پناہ گزین ہوئے ۔ مگر
اہل بربر نے جن کو نہ خوف خدا تہا اور نہ رحم کرنا جانتے تھے ۔ مردون ۔ عورتون ۔
بچون اور بوڑہون کو خانہ خدا ہی مین اس قدر قتل کیا کہ تمام سجدہ گاہ خون سے
سرخ ہو گئے ۔

یہ واقعہ سنہ ۱۰۱۰ء کا ہے ۔ قرطبہ کی جب یہ حالت تہی کہ سلیو اور بربر مثل
وحشی درندون کے اُسکو چارون طرف سے پہاڑے کہاتے تہے ۔ ہر طرف

نہایت تیزی سے عزل و نصب عمل میں آ رہے تھے - خلیفہ پر خلیفہ مسند نشین ہوتا تھا - کبھی بنو امیہ کو شرف خلافت عطا ہوتا تھا اور کبھی "بنو ہود" کو - اور جب اِن سے تسکین نہ ہوتی - تو ٹون کونسل" (مجلس امرائے قرطبہ) کو امتحاناً یہ عزت بخشی جاتی تھی - غرضکہ جب "قلب اوندلس" کی یہ حالت تھی تو معالیق قلب یعنی جمہوریات ملحقہ موقعہ پاکر اپنے مرکز مشترک سے تعلقات قطع کرتے جاتے تھے - بلکہ کر چکے تھے - المنصور نے تا خدا اتفاق کے پیدا کرنے کے لیئے جو قابل قدر اصول قائم کیئے تھے وہ اِس قدر جلد نسیاً منسیاً ہوئے کہ صرف آٹھ برس میں - ہر شہر - قصبہ اور ضلع خود مختار بن بیٹھا - مگر خاص اسپین کے باشندے اس انقلاب و طوائف الملوکی سے بہرہ مند نہ ہوسکے - وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ بیرونی لوگ اُن کے لخت - دل و جگر کس فیاضی سے آپس میں تقسیم کر رہے ہیں - مگر وہ دم بخود تھے اور کچھ نہ کرسکتے تھے - سرداران بربر جنوبی اضلاع پر قابض ہو بیٹھے - سلیوں نے مشرقی صوبے دبائے - جو بچا اُس پر اُن چند نو دولتی یا سیمی خاندانوں نے تسلط کر لیا جو خوش قسمتی سے خلیفہ اعظم اور وزیر اعظم کی اولوالعزمیوں سے بچکر ادھر اُدھر جان چھپا بیٹھے تھے - اوندلس کے دو نہایت مشہور شہروں یعنی قرطبہ اور سیوائیل نے جمہوری حکومتیں قائم کیں - مگر صرف برائے نام - کیونکہ قرطبہ کے حکمران "مجلس اوّل" علی طور سے بالکل بادشاہی کے مشابہ تھے - خلاصہ یہ کہ گیارھویں صدی کے آدھے ہوتے تک تقریباً بیس خاندان ہر یک علیحدہ علیحدہ شہروں میں بجائے خود مختار بن بیٹھے - ان میں سے سیوائیل کا خاندان "عباد مالاگا" - اور الجیر اس کا خاندان "حمود" - غرناطہ کا خاندان "صنہاجی" زاراگوزا کا خاندان "بنو ہود" طلیطلہ میں خاندان "ذوالنون" و نیز شنتیبا - مرشیا - المیریا کے خاندان نہایت جلیل القدر اور مشہور تھے - ان میں بعض کا طرز حکومت نہایت شائستہ اور منصفانہ بھی تھا - مگر بعض سخت گیر اور ظالم تھے - لیکن تعجب ہے کہ یا ایں ہمہ اعلیٰ درجہ کے تہذیب یافتہ - علم دوست - شعر و سخن کے سچے قدردان ہونے سے ایک بھی خالی نہ تھا - اُن کے دربار علما - فقہا - ادیب اور شعرا کا ملجا و ماویٰ تھے - ان میں شہزادہ معتمد جو سیوائیل کا

حاکم تھا - نہایت سخن شناس - قدر دان اور بہمہ صفات موصوف شہزادہ تھا - مگر تاہم اُس نے ایک ایسا باغ بنایا تھا جس مین بجائے درختون کے اپنے دشمنون کے سر لگائے تھے - مُلک کی حالت فی الجملہ ابتر تھی - ہر طرف بدنظمی - تشدد - تہدید - ظلم و سختی سے وحشت ناک سین دکھائی دیتے تھے - اور اُس مخدوش و پُرخطر زمانہ کی یاد دلاتے تھے جو عبدالرحمان ثالث کے مسند آرائے خلافت ہونے کے وقت تھا - اگرچہ اس لحاظ سے کہ اس زمانہ مین کوئی خود مختار مسیحی شہزادہ مثل ابن حفصون نہ تھا - یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ حالت اُس حالت سے بالکل مشابہ نہ تھی - مگر تمام مُلک مین بالکل طوائف الملوکی پھیل جانے اور چراغ سلطنت گُل ہونے کا خوف اُس حالت سے بھی کچھ بڑھکر تھا -

اِدھر مسیحیون نے جب مُلک کی یہ حالت دیکھی تو کُچھ جُنبش شروع کی - اور اس بیش بہا موقعہ سے بطریق احسن فائدہ اُٹھایا - اِس وقت الفنسو - اسچوریا - لیون اور کسٹائیل کی ریاستون کو متحد کرکے اُن پر حکمران تھا - وہ خوب جانتا تھا کہ ایسے موقعون پر کس قسم کی تدابیر سُود مند ہوتی ہین - چنانچہ مُسلمان شہزادونکو اُس نے ایک دوسرے کے برخلاف اُکسانا شروع کیا - اور خود بالکل خاموش اور اُن سے علیحدہ رہا - جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے حوصلہ اور طاقت سے بڑھ کر بڑے بڑے مخدوش معرکون مین پھنس بیٹھے - ان کوتاہ اندیش اور دشمنِ جان لوگون کو صرف اسی سے بحث تھی کہ اُن کے باہمی خفیف شخصی اقتدار گھٹتے یا بڑھتے رہین - کسی حریف ہمسایہ کی قوت کو بڑھتا دیکھتے تو بے سوچے سمجھے اُسکو ضعیف کرنے والی تدبیرون مین بڑے ذوق شوق سے شریک ہوتے - بلکہ اکثر الفنسو کی منت خوشامد

کرتے - اور نہایت ناموزون طریقون سے اُس سے استمداد کرتے
کچھ تو ان منجانب اللہ واقعات سے اور کچھ اس سے کہ اہل
کسٹائل نے لٹیرون کا ٹھاٹ بدل کر تمام ملک پہ بندرگاہ کیڈز
تک سخت ترکتازیان شروع کردی تھین جس سے مسلمانون کو
ہمیشہ خوف رہتا تھا - غرضکہ جمیع ریاست ہائے اندلس باستثنائے
معدودے چند کسٹائل کے دست نگر اور باجگذار تھین - شاہ
کسٹائل بھی حکمت عملی اور دانشمندی سے ان تعلقات کو
محفوظ بھی رکھتا تھا اور ساتھ ہی ہر سال خراج بھی بڑھاتا جاتا تھا
جو بادی النظر مین تو ان دوستانہ تعلقات کی قیمت تھی - مگر
درحقیقت اُس آئندہ زوال تام عظیم الشان ریاست ہائے اندلس)
کے مصارف تھے جو ابھی تک الفنسو کا مقصود ذہنی ہی تھا - کیونکہ
شمالی صوبے اس قدر مفلس قلاش تھے کہ روزمرہ زندگی
کی ضروریات بمشکل پورا کرتے تھے - چہ جائیکہ ایک جنگ
عظیم کے مصارف - ایسی حالت مین الفنسو کو بقول شخصے کے
" برتوکل زانوئے اشتر ببند " اگر کچھ بھروسا ہوسکتا تھا تو
انہی سنئے نادان دوستون پر جو اُس کے " عداوت نہان دوستی آشکارا -
غرض کے تواضع غرض گئے مدارا " سے بےخبر آپ اپنی قبر کھود
رہے تھے - مگر یاد رکھیئے کہ شوربخت ہمیشہ آرزومند رہتے ہین کہ
اقبالمندون کے نعمت وجاہ کو کسی طرح زوال آوے - چونکہ دست نگر -
بزدل - کمزور اور تنگ چشم ہوتے ہین اس واسطے ہمیشہ مکر و فریب
کی تدبیرین ڈھونڈا کرتے ہین اور مکر و فریب کی تدبیرین -
منافقت اور دوستمار دشمنی کے ڈھنگ - حصول مطلب کے
ایسے طریقے ہین جو جوئے کی طرح ہمیشہ خطرناک اور اکثر گزند
پہونچاتے ہین - غرض چال چوکے اور بازی گئی - آخر الفنسو کی
افسون گری کی ایک حد ضروری تھی - مقتدر امرایان کبھی کبھی امیرون کو

متعلقہ صفحہ ۱۰ کتاب نمبر ۱۳

گرجا واقعہ سیویلا ۱۲۸۷ھ
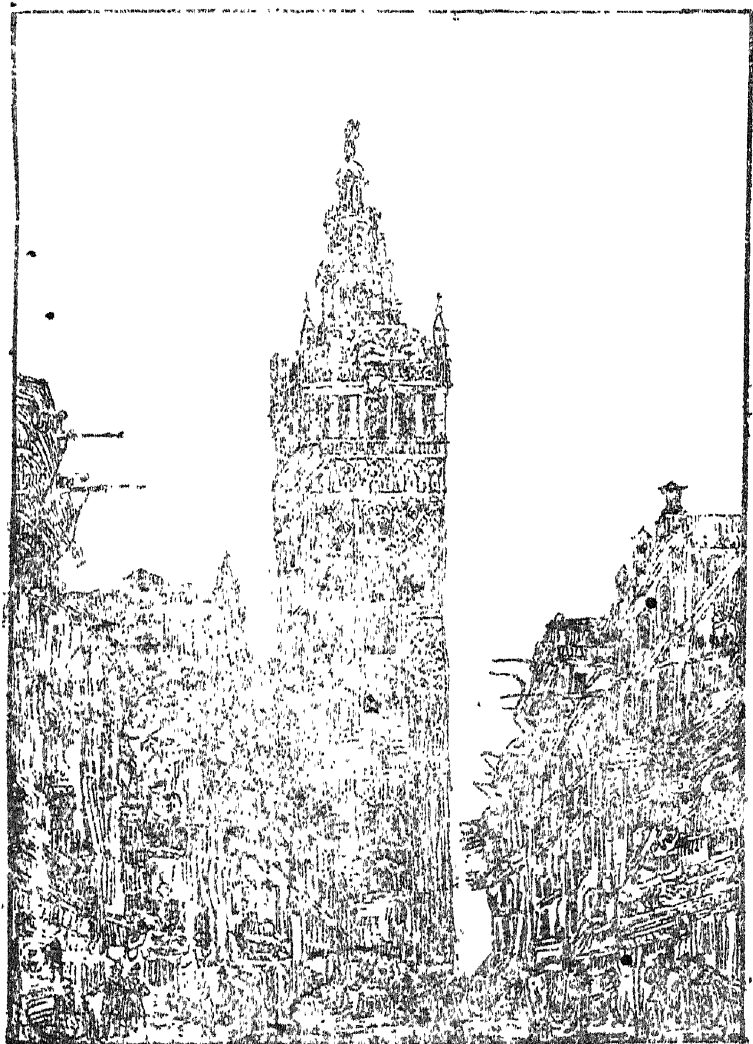
اپنے دامِ تزویر مین پھنسا لیتی ہین مگر جرأت و دلیری - قوت اور بہادری
جو شیرون کی صفات خانہ زاد ہین - ان تدبیرون سے سست و مضمحل
ہو سکتے ہین نہ کہ معدوم ممکن ہے کہ قریب سے واقف ہو کر اپنے شہ زوری
سے جال کو تار تار کر دین -

مانا کہ اوندلس کے شہزادے باہمی بغض و عناد کے سوز
پنہان سے سُلگنا شروع ہو گئے تھے - مانا کہ رشک کے جوش اور
باہمی امتیاز و فضیلت کے مجنونانہ شوق نے اُن کو مبہوت و
ازخود رفتہ بنا رکھا تھا - حسد اور نفاق جو دنیا کی ہزارون جلیل القدر
اولوالعزم قومون کو خاک مین ملا چکا ہے اُن کے قومی شجر کی
جڑ مین کیڑا بن کر لگ چکا تھا - لیکن ہنوز ایسی حالت نہ تھی کہ
ع "صاحب کنون کہ درد بدرمان نماندہ است" کہا جائے - ہر چیز کا
انتہائے کمال اُس کے ابتدائی زوال کا ہیولا ہے - جسکو انسان
کی محدود آنکھ متمیز نہین کر سکتی - ہم روز مرہ دیکھتے ہین کہ زندگی کا
ابتدائی زوال کس قدر نامعلوم ہوتا ہے - انسان اس حالت مین پہنچکر
نادرِ فطرت سے کام بیش بہا عطیات - لطف و لذات - زندگی محسوس
کرنے والی اسباب و ذرائع ایک قدرتی قانون کے اثر سے کسطرح
رفتہ رفتہ اور نامعلوم ضایع کرتا جاتا ہے - اور پھر خود بخود اپنی
ناقص اور محدود تدبیرون سے کیونکر ان نقصانون کی تلافی
بھی کرتا جاتا ہے - ابتدا مین یہ تدبیرین بادی النظر مین
ایک فوری اثر کرتی ہین - اور ہم دیکھتے ہین کہ کبھی کبھی عمر
سے اُترے ہوئے لوگ نوجوانون سے بڑھ جاتے ہین - اور گو
اس تدبیر سے وہ کسی فطرتی اثر کو روک نہین سکتے - فطرتی
قوانین کی خلاف ورزی محال ہے - تدابیرِ زندگی بڑھانے کی کوشش
مین بڈھے ہو جاتے ہین - اور اخیر کو لقمۂ گور - مگر کچھ شک نہین کہ
زندگی کا ابتدائی زوال بالکل نامعلوم ہوتا ہے اور اُس سے

نقوص و عیوب بادی النظر مین رفع ہونے کے قابل۔ ٹھیک یہی حالت قومون کی ترقی و تنزل کی سمجھیے۔ جب کسی قوم کو غایت عروج کے بعد زوال شروع ہوتا ہے تو چونکہ قوم کا زوال اُس کے افراد مین سے ہر فرد کے حالات مجاریہ کا زوال ہے لہذا ہر شخص آنے والی مصیبت سے ناواقف شخصی یا قومی تنزل سے بے خبر۔ اپنے نقوص و عیوب کو جو درحقیقت اسباب زوال ہین زندگی کی معمولی مزاحمتین سمجھکر رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور بادی النظر مین رفع کر لیتا ہے۔ مگر افسوس جس طرح انسان باوجود مخالف کوششون کے عمر رسیدہ ضعیف القویٰ۔ اور لذائذ زندگی سے معذور ہو کر رفتہ رفتہ زندگی سے دور اور موت سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح قوم یا اُس کے افراد باوجود اپنی اصلاح حال مین بلیغ کوشش کرنے کے تنزل پذیر ہوتی جاتی ہے۔ ابتدائی زوال کی کوششین کچھ منتج بہ بہبودگی ہوتی ہین۔ مگر امتداد زمانہ کے ساتھ اساتذ کا سلسلہ بدلتا جاتا ہے۔ زوال کے اسباب و نتایج جو ایک دوسرے کو بڑھاتے ہین۔ کیونکہ جسم مین فاسد مادہ موجود ہوتا ہے۔ زیادہ ہوتے جاتے ہین۔ اور شخصی یا قومی کوششین سست و مضمحل۔ یہان تک کہ تباہی اور بربادی آ دباتی ہے۔ مگر کچھ شک نہین کہ غایت نکبت اور پستی کا خوف ابتدائی زوال مین۔ قوم کے تن بیجان مین تازہ رُوح پھونک دیا کرتا ہے[1]۔ الفنسو کی تدبیرون سے گو اوندلس کے شہزادون مین پھوٹ پڑ گئی تھی۔ مگر یہ زمانہ ابتدائی تھا۔ اُن کے تمام قواد بجنسہ معقول تھے۔ اُن مین ہنوز استعداد تھی کہ کسی سخت واقعہ یا اُس کے نتیجے سے متاثر ہو کر یک بیک ٹھاٹ بدل ڈالین۔ اور پھر اپنی پُرانی وضع پر آکر قومی سرمایہ کو بیرونی دشمنون کی دست درازیون سے

[1] فٹ نوٹ مترجم۔

بچا ہین - چنانچہ جب اُن کا "جو فروش وگندم نما دوست" الفنسو تمام سواحل سمندر کو ہرقل کے میناروں تک اپنا جولان گاہ بنا چکا اور اُنھوں نے دیکھا کہ وہ نہایت خوش اور نازان ہے کہ غایت حدود ملک تک اب کوئی اُس کا مقابل نہین بلکہ خود ایسی کے قلب سلطنت یعنی شہر آلیڈو مین اُس نے بے خوف و خطر قلعہ بنا کر بارہ ہزار سے زیادہ جری سپاہیون کی ایک چھاؤنی بھی قایم کرلی ہے اور یہ لوگ اس مضبوط کمین گاہ کو مرکز گردان کر ارد گرد تمام شہرون اور قصبون پر نہایت بے رحمی اور وحشیانہ ظلم سے ترکتازیان کرتے ہین - اس سے بھی زیادہ جب یہ نوبت پہونچی کہ راڈرِک گوڈیاز ڈی بیوار یعنی "السید" (ثٹ نوٹ - دیکھو باب یازدہم تاریخ ہذا) اپنے توابعین اہل کسٹائل کی بدولت صوبہ ویلنشیا مین خود مختار بن بیٹھا - اور آس پاس کے سرزمینون پر غارت گری شروع کردی - غرض جب اُن مین سے ہر فرد بشر پر یہ بات خوب اچھی طرح روشن ہوگئی کہ ان انقلابات سے الفنسو اور اور اُس کے ذریات کا منشاء بجز فتح اسپین اور استیصال اہل عرب اور کچھ نہین تو اس خواب خرگوش سے چونکے - اور وقت وموقع کے خدشون سے واقف ہو کر چارہ کار کرنے لگے - لیکن ناظرین! یاد رکھیئے کہ زہر ہلاہل معجون حیات بخش کا کام دیسکتا ہے - خون آشام شمشیر کا کھیت سرسبز ہوسکتا ہے - لیکن نفاق - پھوٹ جو تنزل کا جوہر وجود اور قانون قدرت کا اثر ہے - جس بدنصیب قوم مین پڑجائے وہ کبھی اپنی قوت سے سرسبز بخت نہین ہوسکتی۔ اہل اندلس گو ہر طرف سے مایوس و دل شکستہ تھے بالکل بے کس و بے پناہ تھے - اگرچہ اُن مین ہر شخص خوب جانتا تھا کہ تمام قوم کی مصیبت ہر فرد کی مصیبت مشترک ہے - اور یہ کہ ہر فریق - ہر گروہ بلا امتیاز مدارج و عظمت یکسان بطور مبتلائے آلام ہے اور ہوگا - مگر پھر بھی باہمی نفاق و حسد کا اثر اس قدر غالب تھا کہ کسی شخص کو یہ اُمید نہ تھی کہ ایسی نازک حالت مین بھی اگر کوئی تدبیر یک دل و یک جان ہو کر کیجائے گی تو وہ منتج بہ بہبودگی ہوگی - اب اس کے سوا اور کیا چارہ کار تھا کہ بیرونی مدد کا بندوبست کرین اور ع "رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت" کو گوارا کرین - بعض عاقبت اندیش اور تجربہ کار مدبرون نے عبد الملک اول

سہ از مترجم

"امیر اوندلس" کا وقت یاد کرکے گو اس تدبیر کی مخالفت بھی کی مگر معتمد
"والئی سیوائیل" نے اُن کو باز رکھا اور کہا کہ کسٹائیل کے پُرفضا میدانون مین
چرواہا بننے سے ۔ افریقہ کے وحشت انگیز ریگستانون مین ساربان بننا بہتر ہے
پانچ در زنجیر پیش دوستان ٭ بہ کہ با بیگانگان در بوستان
آخر یہ امر طے ہوگیا کہ بیرونی امداد منگوائی جائے اور جس مدد کی اُن کو ضرورت
تھی وہ کچھ دور بھی نہ تھی ۔
شمالی افریقہ مین اسوقت پولیٹیکل سٹیج کا سین بدلا ہوا تھا ۔ اور ایک نیا
انقلاب برپا تھا ۔ پکے دیندار یا متعصب لوگون کا ایک کثیر التعداد گروہ
دقیٹ فونٹ ۔ یہ گروہ افریقہ مین " مارا بوٹ " کہلاتا تھا اور اسپین مین
" المروی " (اب سوم مین ہم ان کا ذکر اشارۃً کرچکے ہین) الجیریا سے سنیگال
تک تمام ملک کو فتح کرکے اُسپر قابض و دخیلکار بن بیٹھا ۔ یہ قوم اپنی عام وضع
اور اطوار زندگی مین طارق اور اُس کے جانباز دلاورون سے بہت کچھ
ملتی جلتی تھی ۔ اور شرکتا زی اور غارتگری مین اسقدر مشتاق تھی کہ ایک ادنٰے
اشارہ مین سمندر عبور کرکے اسپین کے میدانون پر آن پڑین ۔ مگر یہ اُن کی
بڑی مہربانی تھی کہ اب تک اُنھون نے اس قسم کی جراءت نہ کی تھی ۔ بلکہ اوندلس
اور اُس کے دلفریب عطیات فطرت کو کبھی نظر اُٹھاکر دیکھا بھی نہ تھا عمداً
یا اتفاقاً ۔ لیکن آخر کار اہل ملک کی اس دعوت کو اُنھون نے بخوشی قبول
کیا اور اسپین مین پہونچکر جو کچھ اپنا دلی منشا رکنایۃً یا صراحۃً ظاہر کیا وہ
ہمارے ناظرین کو عنقریب معلوم ہوگا ۔
غرضکہ " المروی " مثل لشکر مور و ملخ اوندلس پر ٹوٹ پڑے اور اُس کے
سرسبز و شاداب میدانون کو خوان یغما اور مالا مال انگورستانون کو حلوائے
بے دُود سمجھکر چارون طرف سے ٹوٹ پڑے ۔ تمام ملک مین کوئی مقابلہ یا مزاحمت
کرنیوالا نہ تھا ۔ کیونکہ اہل اوندلس کی طرف سے تو یہ آرزومندانہ دعوت تھی جو
وہ اپنے مبارک قدم مہمانون کی آمد آمد کی خبر سُننے کے لیئے سراپا گوش اور
اُن کو خیر مقدم کہنے کے لیئے سراپا زبان تھے ۔ اور بڑے سے لیکر چھوٹے تک

خوشیان منا رہے تھے - کہ یہ غیبی امداد عنقریب اُس شہرت آشوب بدنظمی کا
قرار واقعی انسداد کریگی جس نے المنصور کے انتقال کے ملال سے آج تک
اُن کے تمام لطف ولذات زندگی اور آسایش ودلچسپی کو خاک مین ملا دیا ہے
باقی رہی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین - سو وہ یا تو دعوت بھیجنے مین شریک
تھین یا تاب مقابلہ نہ رکھتی تھین - اور اس لیئے خوش تھین کہ اہل کسٹائل کی
سناونی آپہونچی - خلاصہ یہ کہ **یوسف ابن تشفین** سپہ سالار عساکر بربر
نے اسپین مین بخیریت پہونچکر - الجیراس کو فوج کا ہیڈ کوارٹر اور مرکز کارزار بنایا
اور یہان سے بے روک اندرونی حصون مین کوچ کرتا ہوا - ۲۳ - اکتوبر ۱۰۸۶ء
کو زلاکا (نوٹ - اہل اسپین اس مقام کو جو باڈاجوز کے قریب واقع ہے
"سکرالیاس" کہتے تھے) کے میدان پر پہونچا جہانکہ فوج کسٹائل سے اُس کی
مڈبھیڑ ہوئی - کہتے ہین کہ الفنسو نے اس وقت اپنی عظیم الشان فوج کو
ایک متکبرانہ نظر سے دیکھکر کہا "ایسے دلاورون کی مدد سے - انسان تو انسان
مین جنات وشیاطین بلکہ افواج ملائک وارواح کا مقابلہ کرسکتا ہون - چنانچہ بربر
اور اندلس کی متحدہ فوجون پر چھاپہ مارنے کے لیئے اُس نے بڑی تدبیرین کین
بہت کچھ ہاتھ پاؤن مارے - مگر یوسف اندلس کا شہزادہ نہ تھا کہ چالون مین
آجاتا - اُس نے یہ دیکھکر فوراً اپنی ہراول وعقب کو حرکت دیکر الفنسو کی
فوج کو نہایت پھرتی سے دونون حصون کے بیچ مین شکنجہ کی طرح دبا لیا - اور ہر
طرف سے حملے کردیئے - اہل کسٹائل کی جنگ آزمایانہ اور صف شکن بہادری
کی ایک پیش نہ گئی اور تمام فوج کھیت رہی - صرف الفنسو معہ پانسو سوارون کے
ایک دستہ کی بمشکل جان بچاکر بھاگا - اس جنگ مین کسٹائل کے ہزارون جانباز
دلاور میدان کے نذر ہوئے -

اس معرکہ کے بعد یوسف مظفر ومنصور واپس افریقہ ہوا - اور تین ہزار بربری
سپاہیون کی ایک جری فوج چھوڑ گیا - تاکہ اہل اندلس کو امن و انتظام برقرار
کرنے مین مدد دے - اُس کا وعدہ تھا کہ اندلس - بربر سے ملحق نہ کیا جائیگا - چنانچہ
باستثنائے بندرگاہ الجیراس اُس نے عہدشکنی نہین کی اور اس عہد سے

اہل اوندلس کو نہایت خوش و خرم چھوڑا۔ چونکہ ایسے نازک وقت مین اُس نے
اُن کی قومی کشتی کو طوفانِ نوح سے نجات دی تھی اُس کی تحسین و آفرین ہر شخص
کا وردِ زبان اور اُس کی جرأت و دلیری ہر شخص کا زیبِ کلام تھا۔ ہر طرف اُسکے
احسان بلا اُمیدِ شکر۔ اُس کے رحم و عفو بلا توقع بدل کے ستایش ہوتی تھی عوام الناس
اُسکی بے انتہا سادہ مزاجی اور سلیم الطبعی کے از حد ثنا خوان تھے۔ اور یہ انہی
صفات کی بدولت تھا کہ بدون استمزاجِ حاملانِ شریعت وہ کوئی کام نکرتا تھا۔
اور بجز اُن چند ہلکے ہلکے ٹکسون کے جو ابتدائے اسلام مین خلیفہ عمر (رضی اللہ عنہ)
نے لگائے تھے اور تمام ٹکسون سے باشندون کو اُس نے سبکدوش کر دیا تھا۔
مگر واضح ہو کہ یہ حسن ظن صرف عوام الناس ہی کی جانب سے تہا۔ اعلےٰ طبقہ کے
لوگ اُس کی جہالت اور ناتراشیدہ اطوار یعنی مولویون کیسے "حالاکشیدند"
مین ہونے پر ہنستے تھے۔ علاوہ برین یوسف کو عربی بولنے سمجھنے سے بہت کم
مس تھا۔ چنانچہ جب اوندلس کے نازک خیال شاعرون نے اس بڑی فتح پر
اُس کے شان مین قصیدے لکھکر سنائے تو اُس نے بخلاف قدرشناس اور
مثل نااہل داد دینے کے موقعون پر سکوت کیا اور بےموقع داد دی۔ اوندلس کے
مہذب اور شائستہ جنٹلمینون کی نظر مین جو بقول شخصیکہ ہتے دم ملک الموت
تک کے شان نزول مین قصیدہ لکھہ دینے والے تھے یہ ایک ایسا جرم عظیم تھا
جسکو وہ کبھی معاف نکر سکتے تھے۔ ان وجوہ سے یوسف کی قدر اُن کی نگاہ مین
ایک وحشی ناتربیت یافتہ شخص کی قدر سے زیادہ نتھی۔ لیکن اہل اندلس گو اُس کے
جوہر قلم سے اس قدر متنفر تھے مگر کچھہ شک نہین کہ اُس کی تلوار کے شرمندہ احسان
تھے۔ اور اُس بدون اُن کو کچھہ چارہ نہ تہا۔ چنانچہ عوام الناس نے اُس کی
تلوار کو قلم پر ترجیح دی اور امن و دلجمعی کو تہذیب و شائستگی سے زیادہ ضروری
اور مقدم خیال کر کے۔ یوسف کو سلطانِ اوندلس تسلیم کر لیا۔

سنہ ۱۰۹۰ء مین مسیحیون نے پھر سر اوٹھایا۔ اور پھر وہی معمول گردانا شروع کیا
اور اپنے پرانے کمین گاہ قلعہ آلیڈو سے گیدڑون کیطرح نکلکر ناباقاعدہ حملون
اور متواتر بےڈہنگی لڑائیون سے اہل سیوائیل کا قافیہ تنگ کر دیا۔ والئ سیوائیل نے

تنگ ہوکر یوسف سے استمداد کی۔ اس مرتبہ اُس نے اس دعوت کو کچھ بیدلی سے قبول کیا اور اسپین میں پہونچکر اوندلس اور کسٹایل دونوں کو ایک لاٹھی سے ہانکنا شروع کیا اور یکسان طور سے گوشمالی کی

معلوم ہوتا ہے کہ اوندلس کے ہر سہ گروہ ہر سہ خیل نے از راہ عاقبت اندیشی پوشیدہ طور سے ایک دوسرے کی شکوہ و شکایات کی اور ایک دوسرے کے کھینچے جھٹے یہان تک کہو سے کہ اخیر کو یوسف کو تمام قوم سے بدظن اور مخالف ہونے کے لئے وجوہ موجہہ مل گئے۔ چونکہ وہ اپنی رعایا کا رضا جو ہر لیہ پر این اِس موقعہ پر ملاؤن کے ہاتھ مین کٹھ پتلی تھا۔ ان سب نے ملکہ الحاق اوندلس کے عہد سے اُسکو باز رکھا اور اسقدر اُکسایا کہ یہ بات اُس کے خوب ذہن نشین ہوگئی کہ کسی مصیبت زدہ قوم و ملک مین امن و انتظام برقرار کرنا اولوالعزم سلاطین کا فرض کفایہ ہے۔ علاوہ ازین وہ اپنے روحانی مشیرون کے اثر سے ہمیشہ متاثر رہتا تھا۔ اور اگر کوئی ایسی بیرونی تحریک نہ بھی ہوتی۔ تو اُس کے حوصلہ مند اور اولوالعزم دل کی اندرونی تحریک کافی تھی۔ غرضکہ ان وجوہ سے اُسکو اس فرضی فرض منصبی ادا کرنے کی دھن لگی اور ۱۰۹۰ء کے ختم ہونے سے پہلے پہلے تسلط و الحاقِ اوندلس شروع ہوگیا۔ چنانچہ نومبر ۱۰۹۰ء مین فتحمند غرناطہ کے شہرپناہ مین داخل ہوا اور یہان کے مالامال خزانے جو لعل و یاقوت۔ ہیرہ۔ زمرد۔ موتی اور اَور قسم کے بیش بہا جواہرات سے لبریز تھے۔ طلائی و نقرہ زیورات بلوری ظروف۔ زربفت۔ غالیچے غرضکہ تمام قسم قسم کے دولت و حشمت اور نادر الوجود تحایف کو اپنے سردارون مین نہایت دریا دلی سے تقسیم کیا۔ جنہون نے اس قسم کے عجایب و غرایب کبھی خواب مین بھی نہ دیکھے تھے۔ اگلے مہینہ یعنی دسمبر مین طاریفا پر تسلط کیا او۔ اسی طرح رفتہ رفتہ ۱۰۹۱ء کے اختتام تک سیوائل معہ چند اور مشہور شہرون پر قابض ہوگیا۔ اسی اثنا مین الفنسو نے ایک جری فوج اپنے ایک بہادر کپتان الورفینز کے زیر کمان یوسف کو پسپا کرنے کے لیئے بھیجی مگر بربری تلوار کے سامنے اُسکو خود پسپا ہونا پڑا۔ اس ہزیمت کے ساتھہ ہی تمام جنوبی اوندلس نے سر جھکا دیا صرف

ایک صوبہ ویلنشیا سرکشی پر اڑا رہا - اور جب تک اس کا شیر دل عامل "السید" زندہ رہکر محافظت کی تدبیرین کرتا رہا - کوئی ہتھ اسپر کارگر نہوا مگر سنہ ۱۱۰۲ء مین السید کے انتقال پر یہ صوبہ بھی زیر ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی گویا تمام اسلامی اسپین مرابطیون کی سلطنت افریقیہ کا ایک باجگذار صوبہ بن گیا - اس انقلاب کو اہل اندلس نے سمجھا کہ ؎

رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت
حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

کا کیا مطلب ہے - اور غیرون سے مدد انگنا کیون برا ہے - مگر خود کردہ را درمان نیست اب بجز صبر و موافقت کیا چارہ تھا - چنانچہ عوام الناس کچھ عرصہ کے لئے اس عزل و نصب سے طوعًا کرہًا راضی ہو گئے - پھر بھی اعلیٰ طبقہ مثلًا ارکین دربار - اہل علم و دولت - اعلیٰ تہذیب یافتہ جماعتین اس کلیہ کی مستثنیات تھین -

اوندلس کا یہ زمانہ بہ حیثیت مجموعی انگلستان کے پیوریٹین گردی کے زمانہ سے مشابہت رکھتا تھا - مگر افسوس کہ یہان کوئی سحر آفرین ملٹن نہ تھا کہ اپنی ہمخیال پیوریٹین کے خشک اور لاابالی اصول مین اپنی شگفتہ نظم و نثر اور جادو بیانی سے ملاحت پیدا کرتا - چنانچہ ہر طرف خشک مغز ملا نے - اور مذاق زندگی سے بے بہرہ فقیہہ دکھائی دیتے تھے - ارباب شعر و سخن - صاحب علم و قلم کی نہایت کساد بازاری تھی - بالخصوص وہ شعرا اور ادیب جو ان بیشمار چھوٹے چھوٹے درباردن کے آغوش نازمین پلے تھے - جہان مطلق العنان شہزادے با وجود نہایت سفاک اور خونریز ہونے کے کاملیت کی قدر و منزلت و خیر مقدم کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور ہر قسم کی تصانیف خصوصاً نظم کو فی البدیہہ اور برجستہ تحسین و داد سے تحریری زیب و زینت بخشتے تھے - وہ شعرا اہل بربر سے جو بالکل ناتراشیدہ تھے سخت نفرت و کراہیت کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ نہ استقدر سخن فہم تھے کہ ان کی کلام کی صنعت و استعارہ کو سمجھ سکتے یا ان کے تلازمہ اور رعایت کی داد دیتے - اور نہ استقدر عالم تھے کہ تخرجیہ

اور تھمیہ ۔ لف موٹش ترتیب کی باریکیون تک پہونچتے ۔ بلکہ اسقدر جاہل اور
خارج از عقل تھے کہ اگر کبھی ازراہِ حماقت اپنے پیش رو شہزادگان اوندلس کی
جو نہایت مہذب و شایستہ تھے ۔ وضع اختیار کرتے تو اس قدر بے تمیزی اور
بدسلیقگی سے کہ دیکھکر ہنسی آتی تھی ۔ چونکہ اس عہد مین وزیر و مشیر متعصب ملانے
ہوتے تھے جو نہ صرف فلسفہ اور اہل فلسفہ ہی کے دشمن تھے بلکہ جمیع امور سے
سخت متنفر تھے کہ دینیات کو بھی صرف مطالعہ اور تلاوت قرآن مجید تک وہ بھی
صرف ایک مجتہد کی تفسیر کی مدد سے محدود سمجھتے تھے ۔ پس اعلےٰ طبقے
یعنی آزاد منش اور بلند خیال لوگون کے لیے اعلےٰ مناصب مین اب کوئی
دلچسپی باقی نہ رہی تھی کہ ترقی کرکے اُن تک پہونچتے ۔ ادہر یہودیون اور
عیسائیون پر بھی گورنمنٹ کی آزاد پالسی کی قلعی کھل گئی ۔ کیونکہ کچھہ دنون بعد
اہل بربر اُن سے بھی بیجا تشدد و قتل ۔ یا جلا وطنی سے پیش آتے ۔ اسپین کے
قدیم معزز اور شریف خاندان جسقدر دو چار کہ زمانہ کی نظر بد سے بچگئے تھے
یا گذشتہ طوائف الملوکی کے اجزا یعنی اوندلس کے چند خود مختار چھوٹے چھوٹے
شہزادے جو اہل بربر کی دست درازیون سے بچگئے تھے مُلک کی موجودہ حالت
سے سکتہ مین تھے وہ دیکھتے تھے کہ جو مہمان بن کر آئے تھے وہ رفتہ رفتہ
میزبان بن کر گھر پر کس طرح قبضہ کرتے جاتے ہین ۔ وہ نہایت مایوسی سے
کفِ افسوس ملتے تھے اور امیر اوندلس یعنی عبد الملک کے زمانہ مین بربری
گروہ جو کچھ رنگ لائے تھے اُسکو یاد کرکے کانپتے تھے مگر عوام الناس فاتحین
کو مُلک پر قابض دیکھکر فی الجملہ نہایت خوش تھے ۔ اُن کے نزدیک انجام
خواہ کچھہ ہی تہا مگر یہ ان کے جان مال ۔ اہل و عیال سردست تو ہر طرح محفوظ تھے
طوائف الملوکی کے زمانہ مین جبکہ سلطنت بے شمار چھوٹی چھوٹی ریاستون مین
منقسم تھی ۔ بہت کم ریاستین اس قابل تھین کہ اپنی رعایا کے حقوق کی حفاظت
کر سکتین ۔ خصوصاً شہر پناہ کے باہر ۔ ملک مین ہر طرف غدر سا مچا تھا ۔ ہر سو سے
راستے بند تھے ۔ سفر ہر طرح سقر کا نمونہ تہا مگر اس انقلاب سلطنت پر ایک حالت
بھی باقی نہ رہی ۔ اب نہ راستے لٹیرون کی دست درازیون سے مخدوش تھے

نہ شمالی عیسائی خصوصاً اہل کسٹائیل گاؤن کے بے گناہ باشندون پر چھاپے مارتے تھے نہ اُن کا جان و مال تلف کرتے تھے بلکہ ہر طرف سے دیگر اپنی حدود کی طرف عود کر گئے تھے اور یہان اُن کے مسلسل باہمی قضیئے اور خانہ جنگیان نیز اہل بربر کی خون آشام تلوار کا خوف اُن کو عرصہ دراز تک ہر قسم کی ترکتازیون سے روکتا رہا۔

جب ملک خدشون سے صاف ہوا تو امن و انتظام خود بخود برقرار ہو گیا۔ حکام کی اطاعت۔ رعایا کی حفاظت۔ قوانین کی پابندی پھر ہر طرف قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ ملک پیر اقبال و دولت کی بخشائشون سے معمور تھا لیکن افسوس اس فتح عظیم سے عرصہ دراز تک متمتع ہونا اہل بربر کے نوشتہ تقدیر سے خارج تھا یا اندلس ہی کی قسمت ہی تھی کہ اس ظل حمایت مین زیادہ عرصہ تک رہتا۔ امن و انتظام جو ملک مین قائم کیا گیا تھا اُس کا مخرج کوئی چشمہ زاینده نہ تھا کہ بلا انقطاع ہمیشہ کے لیئے جاری رہکر ملک کو سرسبز رکھتا۔ اس قسم کی حالتین خواب و خیال ہوا کرتی ہین اور خواب و خیال کی تعریف ہی یہ ہے کہ "قائم نہ رہ سکے" رومن اور گاتھ کو باری باری جو مرحلہ پیش آیا تھا وہ اب اہل بربر کو آیا[1]۔ رومن اور گاتھ پر کیا منحصر ہے دُنیا کی ہر اولوالعزم قوم کا یہی انجام ہے یہ قانونِ قدرت ہر شے پر۔ ہر جسم منتظم پر۔ تمام دنیا و مافیہا پر۔ تمام کائنات پر عامل ہے۔ جس طرح انسان کی زندگی "اطوار خمسہ" پر منقسم ہے۔ اور نفس ناطقہ ہر طور سے بلا مددِ قوتِ ارادیہ خود بخود منتقل ہوتا جاتا ہے یہان تک کہ ایک روز دائمی انتقال کر جاتا ہے۔ اسی طرح قومین بلحاظ اپنے اقبال و حکومت کی عمر کے ابتدا سے انتہا تک پانچ مدارج طے کرتی ہین۔ اور ہر درجہ کو اپنی زادبوم کی آب و ہوا کے اثر اور واقعات و اسباب گرد و پیش کی مناسبت پر خود بخود طے کر لی جاتی ہین۔

قوم کیا ہے؟ ایسے اشخاص کا مجموعہ عنصر ہے جو ایک نوع و جنس اور ایک نسل سے ایک مذہب کی پیرو اور ایک سرزمین کے باشندے ہون۔ اُن کی عادات و خصائل۔ رسم و رواج۔ طرز خیال۔ طریقۂ معاشرت۔ تمدن و ملکداری مین اصولاً مساوات ہو۔ کیونکہ ہر ایسا فعل جو کسی پہلو پر ایک شخص کے خلاف طبع۔ وہ

[1] فٹ نوٹ از مترجم۔

اس صورت مین ہر فرقہ بلکہ تمام قوم کے خلافِ طبع ہوتا ہے - اور نتیجۃً تمام
قوم اس کے افراد پر یکسان طور سے مجبور رہوتی ہے - ہمدردی اور اتفاق
جو قومیت کا زیور ہے اسی طریق سے پیدا ہو سکتا ہے - ایک وہ زمانہ ہوتا ہے کہ
ان صفات کا ایک گروہ بالکل نیچرل حالت پر زندگی بسر کرتا ہے - تہذیب و
شائستگی - اور عام تکلف کے اثر سے پاک ہوتے ہین نہ اُن مین ہماری مفہوم کے
مطابق عقل و دانائی ہوتی ہے نہ اُن کو تدبیر و حکمت عملی آتی ہے - ہر شخص بالکل جاہل
سیدھی سادی انگلھڑ سپاہی کی وضع پر رہتا ہے - جہالت اُن مین گو اور عیوب
پیدا کرے مگر ایک ایسی بڑی صفت پیدا کر دیتی ہے جو قومی ترقی کا گویا پہلا قدم
ہے - یعنی "تہور" جو ہمیشہ جہالت کا ملزوم ہے - ہر فرد بشر اور نتیجۃً کل قوم کے
بہادرانہ جذبات بڑھتے بڑھتے دل مین سمانے کے قابل نہین رہتے - ادہر
زور آزمائی کی اُمنگین - جدت کا شوق پہلو گدگدا کر آگے بڑھاتا ہے اور قوم عزلت
نشینی کو چھوڑ کر دنیا کے اسٹیج پر نکل آتی ہے اور فتوحات شروع کر دیتی ہے - فتوحات
مین کوئی حق نہین (مائٹ از رائٹ - "الحق قوۃ") اگر ہے تو زبردست - یہ قومی
زندگی کا دوسرا طور ہے شہرت و ناموری کا شوق - غنیمت یا کسی ذاتی نفع کی حرص
حکومت کا چسکا اور قوت بازو - اس طور کی تکمیل بھی کرا دیتے ہین - اور پھر ایک
تیسرا طور شروع ہوتا ہے یعنی فتوحات سے دولت و عظمت بڑھتی ہین ضروریات
زندگی سے بےفکری ہوتی ہے - پس قوم جنگی طریقہ چھوڑ کر رفتہ رفتہ تمدن کی طرف
متوجہ ہوتی ہے اور تہذیب و شائستگی - علوم و فنون کی اشاعت کرتی ہے - نئی
نئی معلومات و ایجادات اور علمی تحقیقات سے مفتوح اور فاتح دونون قومین
متمتع اور مسرور الوقت ہوتی ہین - جنگی ضرورتون کی عدم موجودگی اور سامان و لوازم
عیش و طرب کی کثرت اُن کو سپاہیانہ عادت سے مستغنی اور رنگ رلیون مین
مستغرق کر دیتے ہین - یہان تک کہ رزمی صفات اُن مین نسبتاً بہت کم باقی رہجاتی
ہین اور یہی چوتھا طور ہے جسمین تنزل شروع ہو جاتا ہے - اس کے بعد اس
بدنصیب قوم کی تباہی و بربادی کا زمانہ آتا ہے - افلاس - نحوست - ذلت و نکبت
پس و پیش منڈلاتی ہین - اور اسیطرح رفتہ رفتہ محکومیت غلامیت کی ساعت ناگزیر

آ پہونچتی ہے - ہر فرد اپنے فرائض منصبی سے غافل ہوجاتا ہے - اور قوم کیا ہر جسم مرکب ومنتظم کے زوال کا سبب یہی غفلت ہے ؎

پس کیا تعجب ہے کہ اہل بربر کو بھی قومی زندگی میں یہ تمام قالب دیکھنا پڑے جب وہ اسپین میں آئے تو بالکل سیدھے سادے اکھڑ سپاہی تھے - نہ اُنمین عیش وعشرت کی خو بوتھی نہ تہذیب وشائستگی کا اثر اور تکلف کی عادتیں اُنکی بڑی خوشیاں سخت معرکہ آرائیوں اور رزمی نیک نامیون تک محدود تھین - اُن کے بڑے بڑے حوصلے - اپنے مقدس مذہب کی پُرجوش اشاعت پر ختم ہوجاتے تھے - فتح اوندلس سے زیادہ عرصہ تک بہرہ مند نہ ہونے پائے تھے کہ اُن مین بد اخلاقیان شروع ہوگئین جو ہمیشہ حد سے بڑہکر تن آسانیون اور رنگ رلیون سے پیدا ہوتی ہین - آخر اُن کی سپاہیانہ خو بو - دلاوری کا شوق - محنت مشقت کی عادتین جو بہادر سپاہیون کا زیور ہے - غرضکہ جمیع صفاتِ مردانگی یک بیک کافور ہوگئین -

اُن کی طاقت کو اسقدر جلد بلکہ نامعلوم تیزی سے زوال آیا کہ کُل بیس برس کے عرصہ مین کوئی اتنا جنگی جتھہ بھی باقی نہ رہا کہ سیمیون کی سرکوبی کرتا - بجائے اسکے نازک مزاج رنگیلون اور سیہ کار رندون کا ایک شکستہ حال جھگڑا تھا جو عالم شباب کے سحر آفرین جذبات کو سیہ مستی اور عیش پرستی کی نذر کرکے خود اُن جسمانی اور نفسانی لذتون کے وقف ہو بیٹھے تھے جو انسان کیا شیرون کو بُزدل بنا دیا کرتے ہین - ناظمِ ملک ہونے کے بجائے وہ اب غارتگر ملک ہوتے جاتے تھے -

اگر کبھی اُن کو جُرأت ودلیری کا خیال آتا تو صرف اس لیئے کہ لٹیرے بن کر غریب مسافرون پر چھاپے مارین - اگر اولوالعزم ہوتے تو صرف اس لیئے کہ چور بن کر - اطمینان سے سوئے ہوئے بیخبر گھرانون کو لوٹ لین - قوانین واحکام کا نفاذ ونسخ نہایت تیزی سے عمل مین آرہا تہا - کیونکہ صاحبِ قانون متعصب اور جاہ طلب مُلّانون کے ہاتھ مین تھے - یا بدچلن بازاری عورتون کے - پس آج جو احکام نافذ ہوتے تھے وہ اگلے دن ادنے اشارہ پر منسوخ ہوجاتے تھے - لیکن اس قسم کی شہر آشوب حالتین قیام پذیر نہین ہوتین - قاعدہ ہے کہ ایوانِ حکومت خالی

نہین رہ سکتا۔ ؎

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت
رفت و منزل بدیگرے پرداخت

آخر دولتِ مروان کی شامت نا گزیر بھی آن پہونچی۔ ایک طرف افریقہ مین ایک زیادہ زبردست طاقت نے پیدا ہو کر بساط اُلٹ دی۔ دوسری طرف اندلس مین مسیحیون نے پھر سر اُٹھایا۔ اور شیر دل الفنسو "المجاہد" کے ماتحت پھر ترکتازیان شروع کردین۔ چنانچہ ۵۰۳ھ ۱۱۰۹ء کے شروع سے اخیر تک جنوبی اوندلس پہ نہایت تیزی سے متواتر حملے کرتے رہے۔ ۵۲۳ھ ۱۱۲۸ء مین اُنہون نے خاص سواد شہر قرطبہ۔ سیوائل اور کارمونا کو جلا دیا۔ زیریس کو تاخت و تاراج کر کے آگ لگا دی۔ اخیر کو یہانتک بڑھے کہ لیون اور آبنائے جبل الطارق کے دریانی سرزمین کو تمامتر اپنے حملون کا جولان گاہ بنا لیا۔ مگر گورنمنٹ بالکل ساکت اور چارہ کار سے غافل تھی۔ جب ان خرابیون کا کچھ انسداد نہ ہو سکا۔ اور کمزوری حد سے بڑھ گئی تو ناچار تمام مُلک بگڑ بیٹھا۔ اور سب نے غضبناک ہو کر اہلِ بربر کو مُلک سے باہر کیا۔

ایک عربی مؤرخ اس موقع پر لکھتا ہے کہ "جب اہلِ اوندلس نے دولتِ مروان کے پرچے اُڑتے دیکھے تو ذرا بھی انتظار نہ کیا۔ اور تمام ظاہری تکلفات بالائے طاق رکھکر کھلّم کھلا سرکش ہو گئے۔ ہر چھوٹے بڑے عاملِ شہر۔ سردار۔ یا برگزیدہ شخص نے جس کے پاس مقابلہ کے لیئے ایک مختصر سا جتھہ اور پناہ کے لیئے چھوٹا سا قلعہ تھا بجائے خود سُلطان بن کر جمیع القابِ شاہانہ اختیار کر لیئے۔ یہانتک اوندلس مین جس قدر شہر تھے اُسیقدر سلاطین۔ چنانچہ ابن حمدان قرطبہ مین۔ ابن میمون کیڈز مین۔ ابن قاصی اور ابن وزیر صدہی مغربی صوبجات مین۔ خاندان ہلتوبی غرناطہ مین۔ ابن مروانش ویلنشیا مین۔ لیکن آخرکار کچھ عرصہ بعد جب عبدالمومن کے نشان کا پھریرا اُفق پر ہوا مین لہراتا دکھائی دیا تو تمام طوفانِ بے تمیزی ایکدم مین فرو ہو گیا۔ اُس نے تمام خود مختار عاملون کو برطرف کر کے اُن کی ریاستین چھین لین۔ اور اوندلس کو پھر ایک سلطنت متحد بنا کر حکومت شروع کی اور اسپین اور افریقہ مین

دولت مروان کے استیصال پر خاندان المہدی کا بانی ہوا۔

گیارھوان باب

ابتدائی تنزل

"السید" ایک نیشنل ہیرو

نالۂ بلبل شیدا تو سُنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

اب وہ وقت آگیا کہ ہم ناظرین کو ایک نظر شمالی علاقہ جات کی سیر کرائین جن مین مسلمانون کے دینی و دنیوی حریف و متقابل یعنی مسیحی آباد تھے۔ ساتوین باب مین ہم نے مجملاً بیان کیا ہے کہ پلیجیس کی حکمت اور جمعیت سے قوم گاتھ کے پلے گان کی ایک چھوٹی سی جمعیت۔ کوہستان استوریا کے قدرتی سنگین قلعون اور تنگ و تاریک غارون مین شہد جات کر لیتے اور بڑھتے رہے اور موقعہ پاکر رفتہ رفتہ ان دشوار گذار کمین گاہون سے نکل کر ادہر ادہر پھیلتے رہے۔ یہان تک کہ سرحدی صوبجات اوندلس کے مسلمانون کو مسلسل خانہ جنگیون مین مشغول دیکھکر اُنھون نے سرزمین واقعہ شمال کوہ سراڈی گاما کا بیشتر حصہ فتح کر لیا اور سلطنت **لیون** و ریاست **کسٹائیل** کی بنیاد ڈالی۔ دوسری طرف غایت مشرقی حد یعنی کوہ پیرنیز کے دامن مین ایک اور ایسی ہی سلطنت **ناوار** کے نام سے قائم ہوئی (نقشہ مشمولہ کتاب ہذا ملاحظہ کیجئے) یہی تعہد ثلاثہ اخیر تک اہل تثلیث کی قوت کا مرکز رہا۔ اور برابر مسلمانون سے لڑتا رہا۔ اور اگر اُن کے باہمی نفاق و مسلسل خانہ جنگیان اُن کی قوت کو سلب نہ کرتین تو کچھ شک نہین کہ گورنمنٹ اوندلس کے لیئے سخت مضر ہوتا۔ چنانچہ جب تک سلطنت قرطبہ متعدد شاہزادون مین تقسیم ہوئی اور اُسکی طاقت بجنسہ یکجا محفوظ رہی ادہر لیون۔ کسٹائیل۔ ناوار اپنی متحدہ قوت کو خانہ جنگیون مین

ضایع کرتے رہے۔ تب تک مسلمان مسیحیون کا مقابلہ اور ملک کی محافظت بھی پوری طرح کرتے رہے۔ مگر جب اُنہون نے وحدت کو چھوڑ کر کثرت اختیار کی۔ اور ایک سلطنت اوندلس کو بے شمار چھوٹے چھوٹے جاہ طلب خاندانون مین تقسیم کر دیا جو ذاتی فائدہ کو قومی فائدہ پر مقدم سمجھتے تھے۔ تو قرطبہ کو زوال آگیا ادہر مسیحیون کا حوصلہ بڑھا۔ اور وہ ملک کا بیشتر حصہ دبا بیٹھے۔ چنانچہ ہم لکھہ چکے ہین کہ اوندلس کی گیارہوین صدی کے طوفان طوائف الملوکی مین جبکہ ہر مسلمان شہزادہ بجائے خود ایک قرطبہ کا سلطان تھا۔ تو مسیحی اُن کے علاقہ جات پر کس طرح مظفر و منصور تر کتازیان کرتے تھے۔ اور کیسے نامور اور عظیم الشان شہزادون سے خراج لیتے تھے۔ انہی ایام مین فرننڈ واول نے تمام شمالی ریاستون کو متحد کر کے اُن پر حکمران ہونا چاہا۔ اور لیون اور کسٹائل کو جو ہمیشہ باہم تیغ و سپر رہتی تہین یکجا کر کے اسٹریاز اور گالیشیا کو اُن سے ملحق کیا۔ اور ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اسوقت تمام اسپین مین اس سے زیادہ طاقتور کوئی فرمانروا نہ تھا اُس نے لارمیگو۔ وسیو۔ کوامبرا واقعہ پرتگال کو فتح کر کے شامل کیا۔ اور شاہان باڈاجوز۔ زاراگوزا۔ طلیطلہ۔ سیوائیل سے خراج لیا۔ لیکن مرتے وقت ریاست کو ورثا (تین بیٹے دو بیٹیان) مین تقسیم کرنے مین سخت غلطی کی جس کی وجہ سے تمام شمالی علاقہ عرصہ دراز تک مسلسل خانہ جنگیون مین مبتلا رہا۔ آخر الفنسو پنجم ملقب بہ الشجاع نے اس بکھرے ہوئے شیرازہ کو پھر ایک جا جمع کیا۔ اس وقت سے اخیر تک مسیحی طاقت کو روز افزون ترقی رہی۔ چنانچہ جس وقت دولت اُمیہ کو زوال آ رہا تھا اور ملک مین ہر طرف غدر سا مچا تھا اُسوقت مسیحیون مین اس قدر طاقت تھی کہ فتح اوندلس کے ارادہ کو تمام تر پورا کر لیتے مگر ادہر مسلمان شاہزادون نے زرکثیر بطور رشوت دیکر اُن کو راضی کر لیا اُدہر مروانی حمایت پھر کہڑی ہو گئی غرض ان وجوہ سے یہ مبارک عزم پورا نہ ہو سکا۔ پھر بھی اتنا ضرور تھا کہ مسلمان اپنی مرضی اور اختیار سے کبھی کچھ نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایک طرف سے تو اُن کو الفنسو کا دباؤ تھا۔ دوسری طرف سے اُن کے مددگار و معاون یعنی مروانیون کا۔ گویا دونون برابر کے کھٹکے تھے۔ گو آخر کار آخر الذکر قوت غالب رہی مگر اسوقت کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی اوندلس کی مہمات ملکی مین

اکثر مداخلت کرتے تھے - اُن کے گروہ مسلمان ریاستون مین غارتگری کرتے تھے - اور خراج کثیر بطور خونبہائے عزت وصول کرتے تھے - اس وجہ سے نیز اور اسی قسم کی وجوہ سے دونون قومون کے تعلقات آخر کار اسقدر مضبوط اور ایسے قدر پیچ در پیچ ہوئے کہ مسیحی مستاجر سپاہی اسلامی فوجون مین بخوشی بہرتی ہوتے تھے اور نہ صرف بہرتی ہوتے تھے بلکہ خود مسیحی ریاستون پر لوٹ مار کے حملے حتی کہ مذہبی جہاد کرتے تھے - اسی طرح مسلمانون کو بھی دریغ نہ تہا کہ مسیحیون کے ساتھہ ہوکر مسلمان حریفون پر چڑہائی کرین - غرضکہ یہ زمانہ من کل الوجوہ - قوم پرستون کا - مذہب کے حامیون کا - ملک وسلطنت کے جان نثارون کا نہ تہا - بلکہ یہ زمانہ تہا - فاقہ مست متلاشئ معاش لوگون کا قسمت آزمائی کرنیوالون کا - عزت کو جان کی جان کو روپیہ کے عوض بیچ دینے والون کا - الحذر ! الحذر !!

اگر کوئی مورخ کسٹایل اور لیون کے بہادرون کو - اعلے درجہ کا سچا اور ناموس کا یا واقف فن رزم سمجھے تو یہ اُس کی بڑی سخت - بڑی بہاری غلط فہمی ہے - اُن صفات سے اُن کو ذرہ برابر بھی مس نہ تہا - اور تعلیم و تربیت - تہذیب و شایستگی سے تو اُن کو کچھہ نسبت ہی نہ تھی - ایک کسٹایل لیون کیا - تمام شمالی ریاستین - اپنے مسلمان حریفون سے رزم و بزم - تمدن و ملکداری - حسن معاشرت وحسن عادات بلکہ ہر طریقہ زندگی مین ذرہ ذرہ بر عکس تہین - اگر کامل اجتماع ضدین ممکن ہے تو وہ اسپین مین مسلم و مسیحی قومون کے یکجا ہونے سے تہا - گو اہل عرب بھی جب شروع مین آئے تو کچھہ ایسے اعلے درجہ کے مہذب اور شایستہ نہ تھے - مگر آچکنے پر جب اہل اوندلس سے شیر و شکر ہوئے - ادہر مذاقات زندگی سے ہر طرح بہرہ مند ہونے کے لیئے جو اُنمین طبعی موزونیت تھی اُس نے مدد دی تو اُنہون نے اس قدر جلد اور حیرت انگیز ترقی کی کہ بہت کم عرصہ مین وہ نہایت مہذب - انتہا درجہ کے شایستہ - اعلی تعلیم یافتہ ہوگئے - شعر و سخن - علم ادب - علم مجلسی جو انسان کا زیور ہے اُن کا مذاق یہان تک بڑھا کہ یورپ بھر مین کوئی نظیر نہ رہا - زندگی اور اُس کے فطرتی عطیات سے ہر پہلو پر مسرور الوقت و مستفید ہونا صرف اُنہی کا حصہ تہا - اُن کا ذہنی مذاق اسقدر لطیف اسقدر نکتہ سنج تہا کہ جن معنوی باریکیون کو اہل مذاق بمشکل ادراک کرسکتے تھے

متعلقہ باب ۱۱ کا صفحہ ۳

بوٹیکا واقع طلیطلہ
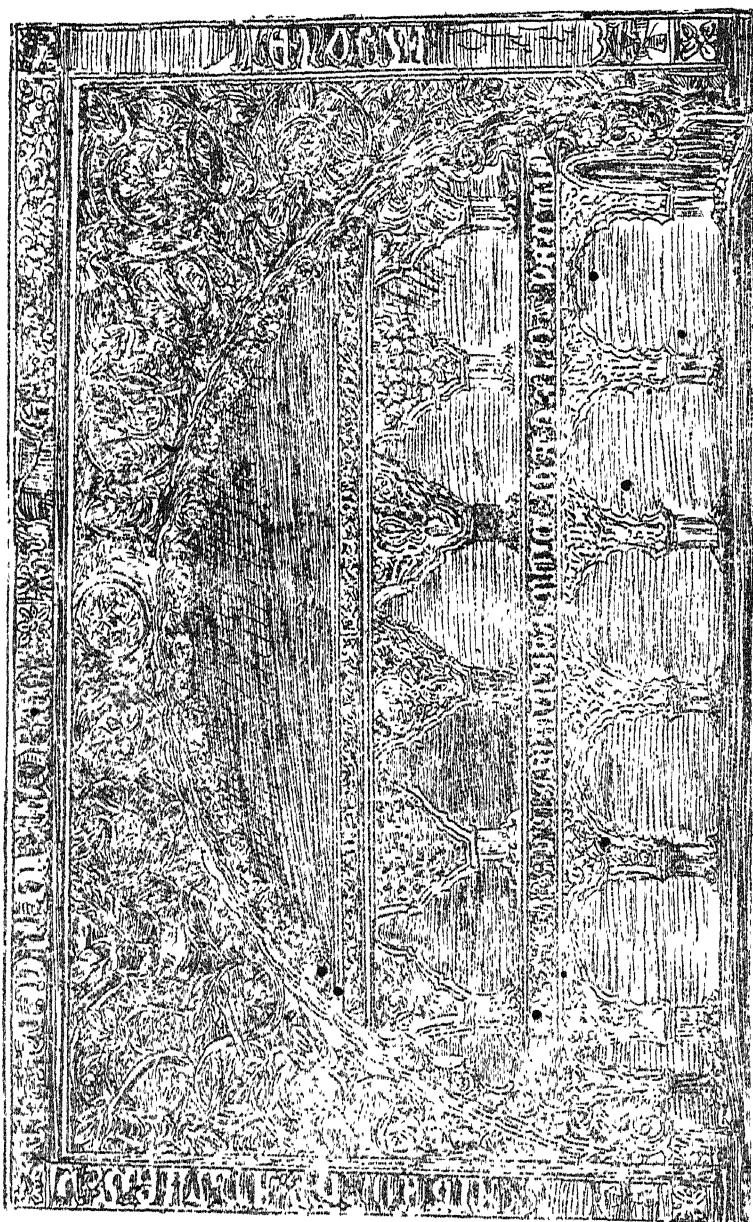
وہ اُن کے متاثر دلون مین معاً تاثیر و ولولہ پیدا کر دیتی تہین - تشبیہ و استعارہ -
فصاحت - بلاغت مین اُن کو وہ قدرت تھی کہ کاہ سے کوہ اور معدوم سے موجود
کر دکھاتے تھے - اُن کی نازک خیالی - ذکاوتِ طبع - اُن کے قلم اور زبان کی سحر آفرینیون
کی کوئی حد نہ رہی - اگر خلاقِ صورات کہا جائے تو زیبا ہے - شاعری تو اُن کی خانہ زاد
تھی - اور اِس قدر عزیز الوجود کہ ایک موزون مصرع پر ہفت اقلیم نثار کرنے مین تامل
نہ کرتے تھے - اُن کا قول تہا کہ شعر و سخن انسان کے معنوی وجود کا جوہر ہے - چنانچہ
سفاک اور خونریز شاہزادون کے لیئے بھی ضروری تہا کہ سخنور ہون - یا کم از کم اس قدر
سخن شناس کہ اپنے دربار کی زیب و زینت شعرا اور فصحا اور کاملین کی مناسب
قدر و منزلت کر سکین - فن موسیقی - مزامیر و مضاعف کا استعمال فصیح البیانی شوکت
لفظی - آدابِ مجلس - حتی کہ شکل سے شکل اور نہایت دقت طلب علوم و سائنس
کی تحصیل و تکمیل - گویا قسامِ ازل ہی نے اِس جلیل القدر اور روشن دماغ قوم کی قسمت
مین لکھہ دی تہی - اگر اُن کے خاص و عام خصائل اور مشاغلِ زندگی غور سے پڑہین تو
معلوم ہوگا کہ اِن سب سے بڑھکر ایک صفت اُن مین نہایت اعلےٰ اور برگزیدہ تہی -
یعنی اُن کا خیال اور ادراک ہمیشہ صحیح اور نکتہ رس ہوتا تہا - ہر شئے کی کنہ بلا تکلف
دریافت کر لیتے تھے - اُن کا مذاق - نازک مطالب کے کنایتہً اور پُر تکلف اظہار
مین اور سمجھنے مین نہایت ہی لطیف تہا - حسن پر شیدا تھے - حسن معنوی ہو یا حسن لفظی
گویا اس زمانہ کے فرانسیسی تھے -

برخلاف اِس کے سیمیون مین یہ صفات تو کہان ان کا وہم و گمان بھی نہ تہا -
گو جا بجا وہ قدیم شریف حکمران نسل سے تھے - مگر بہت سی باتین اُن مین ایسی پائی
جاتی تہین جیسے خود غرض - نو دولتہ قومون مین ہوا کرتی ہین سخت وحشی - جاہل -
کُندہ ناتراشیدہ اُن کے بعض شہزادے تعلیم تو درکنار معمولی لکھنا پڑہنا بھی بہ مشکل
جانتے تھے - اُن کے دماغ اِس قدر بھدے تھے سمجھہ اِس قدر موٹی کہ مشکل تو کجا نازک خیالیان
اور شائستہ مذاقاتِ زندگی ٹھونسنے سے بھی نہ آ سکتے تھے - رزمی صفات سے
بالکل بے بہرہ تھے - جنگی بہادری اگر کر سکتے تو بالکل وحشیانہ اور اُکھڑ - البتہ کسی
مسلسل جنگ عظیم کی تکالیف برداشت کرنے مین یا اور اسی قسم کی بہادری

کے سخت خطرناک اور جان جوکھوں کے کام انجام دینے میں وہ اپنے حریفوں سے زیادہ مشاق تھے۔ کیونکہ ارضی و سماوی آفات سے ملک میں مایحتاج زندگی کی قلت تھی۔ اس لیئے اُن کا روزمرہ زندگی کی سخت محنت مشقت کے مشاغل سے معمور رہتا تھا۔ اور وہ خود جفاکشی کے عادی۔ شائستہ طرز رزم اور نامورانہ بہادری کا اُن میں ایک شمہ بھی نہ تھا۔ اور اگر اب اس قدر صدیوں بعد پایا جاتا ہے تو یہ حضرات مورخین کی جودت طبع ہے۔ نہ امر واقعی۔ خلاصہ یہ کہ وہ صرف تلوار چلانا ہی جانتے تھے اور بس۔ افلاس و فاقہ مستی۔ قوت لایموت کی احتیاج۔ اُن کو ترس و ناکس کا زر خرید بنا دیتی تھی۔ اُن کی وحشیانہ بہادری عموماً بکتی تھی۔ جو زیادہ قیمت دیتا خرید لیتا۔ وہ تلوار کو قومی یا ملکی۔ مذہبی یا شخصی نیکنامی کا زینہ نہ سمجھتے تھے بلکہ معاش کا ذریعہ اور کمانے کا اوزار۔ چنانچہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ "المنصور" نے انہی مستاجر سپاہیوں کی ایک بڑی فوج سے جو خاص لیون کے رہنے والے تھے۔ خود لیون کو فتح کیا۔ اور سینٹیاگو پر جو "کعبہ یورپ" مانا جاتا تھا۔ قبضہ کر لیا۔ حالانکہ یہ بندۂ زر اور سگ دنیا خوب جانتے تھے کہ ہماری قوت بازو کس فریق کے حق میں مفید ہوگی۔ اسپین کی گیارہویں صدی کی تاریخ میں بیسیوں بے شمار واقعات اس قسم کے ملتے ہیں جن میں بے حمیت مسیحیوں نے اجرت پر مسلمان شہزادوں کی تلوار سے خدمت کی اور دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالا۔ مگر ان سب میں "سِڈ" (السید) یعنی اسپین کا نیشنل ہیرو (قومی نامور بہادر) نہایت مشہور اور نیک نام گذرا ہے۔ اس کے مختصر حالات زندگی ہم باب ہذا میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

سِڈ کا اصلی نام تو "راڈریگو ڈیاز آف بیوار" تھا مگر چونکہ تمام مسلمان سردار اُسکو اسی نام سے مخاطب کرتے تھے۔ شریف و معزز مسلمان اب تک بھی مصر یا اور مقامات میں "سڈ" پکارے جاتے ہیں جو لفظ سید (سردار) کا بگڑا ہوا ہے۔ اس لیئے ہمارے ہیرو کو اس لحاظ سے عموماً سڈ یعنی "سید" یا "سیدی" یا "السید" کہتے تھے۔ اور کبھی کبھی "کمپیڈر" یعنی "المبارز" سے خطاب کرتے تھے جسکو انگریزی میں چیلنجر (Challenger) کہتے ہیں۔ اسکی وجہ تسمیہ

یہ تھی کہ اسپین کے قدیم طرز رزم کے بموجب ضرور تہا کہ جوق جوق معرکہ آرائی سے پیشتر۔ جوڑ جوڑ زور آزمائی کریں جس طرح پہلوان آپس میں گھتے ہیں اور چونکہ سید بھی ایک نہایت شہ زور اور یل شل جوان تھا اور ان زور آزمائیوں میں اپنے وقت کا رستم خیال کیا جاتا تہا اس واسطے ”المبارز“ مشہور ہو گیا۔ المبارز عربی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے تھے جو میدان جنگ میں اپنی فوج سے مسلح نکلکر اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو کر اپنا جوڑ مانگتا تھا۔ اور کہتا تہا کہ ”ہل مبارز من کم“ یعنی ہے کوئی جوان جو میرا مقابلہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ ”سید“ اس قسم کی لڑائی میں یکتائے زمانہ تھا چنانچہ اسپین کے قدیم مورخ جن کو فسانہ نویس کہنا چاہئیے اسکو فرط محبت سے ”مائی سڈ الکمپیڈر“ (سیدی المبارز) سے موسوم کرتے ہیں۔

سید کے اصلی کارنامہ پر مؤرخین اسپین نے وہ وہ حواشی و نظایر چڑھائے ہیں۔ وہ روغن قازملا ہے۔ کہ واقعہ اور غیر واقعہ میں تمیز کرنا سخت دشوار ہے جب وہ اپنے نیشنل ہیرو (قومی نامور) کی بڑائی کرنے پر آتے تھے تو سیاہ سپید کچھہ نہ دیکھتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ”شاہ لیون نے پیرس پر قبضہ کر لیا تمام فرانس کو فتح کر ڈالا۔ جرمنی۔ اطالیہ کے دہوئیں اڑا دئیے۔ حتی کہ فارس کو زیر کر لیا“ حالانکہ لیون کے عامل کو قیصر اطالیہ سے کیا نسبت اور فارس کو فرانس سے کیا علاقہ۔ ع

مسکن ملّاح در چین است و کشتی در فرنگ

بس جب معمولی واقعات نگاری میں اُن کے جوش و حمیت قومی کی کچھہ حد نہوتی تھی تو سیدی المبارز جیسے قومی نامور اور عزیز الوجود شخص کی نیک نامیاں کیونکر محدود ہو سکتی تہیں۔ اُنہوں نے اپنے ہیرو کو اُن برگزیدہ اور مقدس صفات سے متصف کیا ہے جو خود موصوف بلکہ اُس کے ہمعصر ناموروں کے فہم و قیاس میں بھی نہیں آسکتی تہیں۔ ایسی حالت میں قرین قیاس تہا کہ عربی واقعہ نگاروں پر بھروسہ کیا جائے مگر یہ ممکن نہیں کہ اُنہوں نے قومی تعصب سے کام نہ لیا ہو اور ایسے شخص کی بابت صحیح اور واجب التسلیم رائے قائم کی ہو جس نے ولینشیا کے

مسلمانون کو تباہ اور برباد کر دیا تہا - گو یہ درست ہے کہ یہی مسلمان اُس کو "میڈیکل آوگاڈ" یعنی "کرامت اللہ" کہا کرتے تھے -

اِس نازک اور نکتہ چین زمانہ مین یہ ایک قاعدہ ٹھہر گیا ہے کہ کسی کی حیات لکھتے وقت ایام طفولیت کے بے شمار دلچسپ واقعات افسوس کے ساتھہ قلم انداز کیئے جائین - "حیات السید" بھی اِس قاعدہ سے مستثنیٰ نہین کی گئی - چنانچہ ایک نہایت مستند مصنف اورینٹلسٹ (مفسر حالات مشرقی) نے ایک علیحدہ کتاب مین ثابت کیا ہے کہ السید جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے کوئی نامور بہادر نہ تھا - بلکہ وہ ایک نہایت مکار - دغاباز - نہایت سفاک بے رحم شخص تھا جسکو گرجا مسمار کرنے سے دریغ نہ تہا نہ مذہب بگاڑنے مین تامل" پروفیسر ڈوزی" کی رائے ہے کہ "حیات السید" ایک سراسر لغو اور محض فرضی فسانہ ہے جو اسپین کے جاہل بہاٹون کی جودت طبع ہے - چنانچہ ایک کتاب مین جس کا نام "سید کی حقیقت حال" ہے اُس نے اپنے دعویٰ کی تائید اور روایات مندرجہ "حیات السید" مروجہ عام کی تردید بھی کی ہے - درحقیقت یہ ایک محاکمہ ہے اور ایسا محاکمہ ہے جسمین حکم صاحب نے عربی مصنفون پر باوجود اُن کے قومی اور مذہبی حریف ہونے کے بیجا اور بے حد بہروسہ کیا ہے - اِس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے معمولی علم و عقل کے آدمی "حیات السید" پر یقین کرتے ہین جو محض بھاٹون کی جودت طبع ہے - غرضکہ ہمارے نزدیک ڈوزی صاحب اور اُن کے مدعی دونون کی حالت ایک سی ہے "بیش قاضی تنہا روی راضی آئی" فرق صرف اتنا ہے کہ وہ عربی مورخون پر بے سوچے سمجھے ایمان لائے ہوئے ہین اور یہ مسیحی بھاٹون پر - پھر بھی تعجب ہے کہ حقیقی سید اور اور فرضی سید کے واقعات زندگی مین ڈوزی صاحب کی تحریر کے بموجب نہایت خفیف اور جزوی فرق ہے - حالانکہ ہم جانتے ہین کہ "حیات السید" (فرضی فسانہ) "الفنسو العالم" نے سید کی وفات سے صرف پچاس برس بعد تالیف کیا ہے - رابرٹ سودی نے ۱۸۰۸ء مین اِس کتاب کا ترجمہ انگریزی مین کیا ہے اور اُسکی لفظی و معنوی رعایت اور حسن کلام و محاورہ درست لکھنے مین ایسا کمال دکھلایا ہے کہ ترجمہ مذکور

بعینہ اصل معلوم ہوتا ہے۔ اور اگرچہ نہایت دلچسپ اور نہایت دلفریب ہے مگر
پھر بھی اِس قدر صاف ہے کہ ناظرین اُس کے حقیقی واقعات اور اُن واقعات
مین جو بطور فسانہ بیان کیے گئے ہین۔ بسہولیت تمیز کر سکتے ہین۔ کچھہ ضرورت
نہین کہ عربی تصانیف کو حکم گردانا جاوے جبکہ اُن مین ھیرو کے صرف ایک
حصہ زندگی سے بحث کی گئی ہے اور اگر مروجہ عام حالات پڑھنا منظور ہین تو
"واقعات السید" سے زیادہ کوئی مقبول انام کتاب نہین جسکو سودی صاحب
نے تالیف کیا مگر شرط یہ ہے کہ ناظرین مین نکتہ چینی کی قابلیت اور بیشتر واقعات
نظر انداز کرنے کی ہمت ہو۔ ورنہ مطالعہ خالی از مضرت نہ ہوگا کیونکہ "حیات السید
مولفہ" الفنسو العالم" کا ہیرو اور "واقعات سید مؤلفہ" سودی" کا ہیرو بلحاظ واقعات
ایک نہین بلکہ دو مختلف ہیرو ہین۔ اول الذکر کو بالکل بے عیب و خطا جمیع صفات
حسنہ کا پتلا بنا کر دکھلایا ہے۔ اور دوسرے کو مثل انسانون کے "مرکب من الخطا
والنسیان" ناظرین خود سمجھہ لین کہ کس پر اعتماد کرین اور کسپر نہ کرین۔

یہ لکھکر تو ہمکو بھی طوعًا کرہًا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارا ہیرو بھی عیوب سے معرا
نہ تھا۔ بے شک اِس سے اِس قسم کی خطائین اور ایسے افعال ناشائستہ جن کی صفائی
ممکن نہین۔ ایک دو سرزد نہین ہوئے بلکہ صدہا۔ وہ کچھہ حامی الملتہ مسیح نہ تھا۔ نہ
خالصًا للہ جہاد کرتا تھا۔ بلکہ جس طرح مسیحیون کی طرف ہو کر مسلمانون سے لڑتا تھا
اسی طرح مسلمانون کی طرف ہو کر مسیحیون سے لڑتا تھا۔ اور مسجد و گرجا دونون کو
یکسان طور سے لوٹنے اور مسمار کرنے سے دریغ نہ کرتا تھا بشرطیکہ موقع ملتا۔ یہ سب
واجب التسلیم اور ناقابل بحث ہے۔ بحث اگر ہے تو یہ ہے کہ اول تو یہ تمام حالات
"واقعات سید" مین من و عن اور بالتصریح درج ہین۔ اُن کے مطالعہ سے سید کی
حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ قدیم زمانہ جاہلیت کا ایک وحشی ہیرو تھا اور بس۔
دوم یہ کہ اگر حالات مذکور نہ بھی درج ہون تو عقل صاف بتلاتی ہے کہ ہیرو در رزم
(نامورانہ بہادری) کو مذہبی اور روحانی صفات کے دائرہ مین محدود کرین اور ہیرو
(نامور بہادر) سے ہمیشہ صبر و تحمل۔ رحم و انصاف ہی کی توقع رکھین۔ تو ایک
السید کیا ہمکو بڑے بڑے رفقائے دیرینہ کو الوداع کہنا پڑے گا۔ پھر تو یہ کہئے

کہ ہومر واقعی ہومر (اندھا) ہی تھا کہ بجائے کسی کریم النفس اور رحمدل بزرگ کے اشیلز جیسے قسی القلب شخص کو ہیرو گردان بیٹھا جسنے ہکٹر کی لاش کو نہایت بے رحمی سے شہر ٹرائے کی فصیل کے گرد کھینچا۔ مگر با اینہمہ اشیلز تاریخی دنیا میں نہایت مشہور ہیرو ہے اور "الیڈ" کی تو جان ہے۔ قدیم زمانہ کے نامور بہادروں مین فی صدی نوّے ایسے تھے کہ اُن سے بے شمار وہ وہ ناشایستہ افعال سرزد ہوئے ہین کہ اگر اس تہذیب و شایستگی کے زمانہ مین ہوتے تو نہ صرف ظالم و بے رحم کہلاتے بلکہ سخت خونخوار وحشی درندے سمجھے جاتے۔ پس مورخون کی یہ بڑی سخت کج فہمی اور کور عقلی ہے کہ زمانہ حال کے مجموعہ قوانین اخلاق" کی پابندی ہزار سالہ مردون سے کراتے ہین جنہون نے حالت تاریکی مین آنکھ کھولی اور اُسی مین بند کر لی۔ مانا کہ وہ نقص سے مبرا نہ تھے۔ وہ ملائے خالص نہ تھے۔ اچھا تو وہ سہیم و غل سہی۔ پھر بھی تو ممکن ہے کہ ہم اُن کی نامورانہ بہادریان۔ اُن کے یادگار زمانہ کارنامے پڑھکر مسرور و لوقت نا ہون اور یاد کرین کہ وہ اپنی خون آشام تلوار کو گھماتے ہوئے کس طرح دشمن کیطرف لپکتے تھے۔ اُن کا حملہ کیسا سخت اور صف شکن ہوتا تھا۔ اُن کے بلند اور موزون قد شعلہ فشان آنکھین حملہ کے وقت کیسی پیاری معلوم ہوتی تھین۔ غرضکہ بے شمار ایسی باتین ہین جن سے ہم اگر چاہین تو ہر طرح محظوظ ہو سکتے ہین۔ یہ سمجھنا خطا ہے کہ وہ فلاسفر یا معلم الاخلاق تھے۔ الٰہی فلسفی تھے۔ حسن معاشرت اور طرز تمدن کے موجد و مصلح تھے وہ ان مین سے کچھ بھی نہ تھے۔ بلکہ وہ تو صرف نامور بہادر۔ تیغ آزما۔ دلیر میدان تھے یا دلیرون کے سردار تھے اور بس۔

السّید کسی کے نزدیک کچھ ہی ہو مگر اہل سپین اُسکو سچا قومی ہیرو سمجھتے تھے اور سمجھنے کی وجہ بھی معقول تھی۔ اوّل یہہ کہ وہ نہایت بہادر سے لڑا۔ اور یہ صفت اُس زمانہ مین عظمت و امتیاز حاصل کرنے کے لیئے کافی تھی۔ دوم یہ کہ قدیم فسانہ کے ہیرو یعنی "برنارڈو ڈل کارپیو" اور جعلی فرننڈ و گانزالیز کی مانند وہ کسٹائل کا شجاع تھا اور شاہ لیون کا مقابلہ کر کے اُس عداوت دیرینہ کا بار بار ثبوت دے چکا تھا جو اہل کسٹائل کو اپنے کامیاب اور زبردست حریف اہل لیون سے

نسلاً بعد نسلاً چلی آئی تھی وہ لیون جس نے کسٹائیل کی طاقت کو آخر کار سلب کرلیا تھا
سوم وجہ السّید کے قومی ہیرو ہونے کی یہ تھی کہ بھاٹون نے جو اُس زمانہ کے مستند
قومی مورخ تھے قصّے گھڑنے مین اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا (سہواً
یا عمداً او مصلحتاً) کہ اُسکو مسلمانون سے کیسے لیسے چوڑے تعلّقات اور کس قدر
دلی ہمدردی تھی ۔ بلکہ کُفّار (اہل اسلام) کے مقابلہ پر وہ اُسکو صرف
حامی ملتہ المسیح ہی سمجھتے تھے ۔ لیکن الفنسو ششم سے ہمیشہ برگشتہ رہنے کے
سبب سیّد جس قدر اہل کسٹائیل کی نگاہ مین خصوصیت کے ساتھ جلیل تھا
اُسیقدر الفنسو العالم کے نزدیک ذلیل تھا ۔ چنانچہ حیات السیّد مین اُس نے
صاف لکھدیا ہے جس سے "واقعات سیّد" سودی صاحب نے مستخرج کیا
ہے ۔ اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ الفنسو اپنے قلم سے سیّد کی حیات لکھے اور سیّد
نے اُس کے ایک بزرگ کی جو سرتابی اور گستاخی کی تھی اُسکو قلم انداز کرے ۔
یہی وجہ ہے کہ "حیات السیّد" کے انگریزی ترجمہ کو جسکو سودی صاحب نے
"فسانہ سیّد منظوم" کے چیدہ اور دلچسپ اشعار سے جابجا مزیّن کیا ہے ۔ جب
پڑھتے ہین تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مُصنّف نے اس بیہودہ خوشامد اور بیجا
مدح سرائی پر قرار واقعی نکتہ چینی کی ہے جو اسپین کے بھاٹون نے قومی جوش
مین اکثر نظمون اور فسانون مین بلا تکلف روا رکھی ہے یہ کتاب نہایت ہی عمدہ
اور دلچسپ ہے بلکہ اگر اُسمین واقعی اور معتبر حالات درج ہوتے تو ہم کہتے کہ بہمہ
صفات موصوف ہے تاہم بہ حیثیّت مجموعی اور بہمہ نقوص و عیوب اُس کا
ہیرو ایک سچّا اور اعلےٰ ہیرو کر کے دکھلایا گیا ہے اور کتاب مذکور قدیم
طوفان خیز زمانہ کا ایک نہایت عجیب اور دلچسپ فوٹو اور اسپین کے رزمی
نامورون کی سچّی تصویر کا گویا مُرقع ہے ۔

سیّد کے حالات اگر مجملاً ہی لکھے جائین تو ایک پوری جلد چاہیئے ۔ ہم اِس
مختصر کتاب مین اِس سے زیادہ کچھہ نہین کرسکتے کہ "حیات سیّد" سے بعض نہایت
دلچسپ مقامات اختصاراً درج کرین ۔ ہیرو کی ابتدائی عمر کے حالات مثل کتاب
سربمہر ہین ۔ تاریخی اسٹیج پر وہ اول ہی اوّل سنہ ۱۰۶۴ع مین نمودار ہوتا ہے ۔ اسوقت

اگرچہ اس کی عمر پورے بیس برس کی بھی نہ تھی مگر ریاست ناوار کے ایک مشہور نامور شجاع کو لڑائی میں پچھاڑ کر خطاب "المبارز" حاصل کر چکا تھا۔ اس کے بعد جلد ہی وہ افواج کسٹائل کا سپہ سالار مقرر ہو گیا۔ اسی زمانہ میں اس نے سانکو شاہ ناوار کے ساتھ ہو کر اس کے بھائی الفانسو شاہ لیون کو اچانک ہلہ کر کے جا لیا اور اسکو مغلوب و شکست کیا جو اگرچہ سراسر دغا اور فریب تھا مگر اس زمانہ جاہلیت میں وہ خدعۃ الحرب یعنی جنگی لطائف الحیل خیال کیا جاتا تھا۔ آخر سانکو۔ بیلی ڈو کے ہاتھ سے زامورا کی فصیل کے نیچے قتل ہوا اور وہ الفانسو اس کا جانشین ہوا جسکو سید ایک مرتبہ پیشتر جلاوطن کر چکا تھا۔ یہ دیکھکر ہمارا ہیرو اس کے دائرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ نئے بادشاہ نے کسٹائل کے شہرہ آفاق شجاع کی بڑی خاطر مدارات کیں۔ بلکہ اپنی چچازاد بہن کی شادی بھی اس کے ساتھ کر دی تا بعد کو حاسدوں کے اکسانے سے اسکو اپنی گذشتہ جلاوطنی الا اثر کے مصائب و آلام کے سوہان روح یاد تازہ ہو گئے۔ اس وجہ اور نیز اور وجوہ سے الفانسو سید کا مخالف ہو گیا اور اخیر کو اسکو شہر بدر کر دیا۔ ایسی اندوہناک ذمت اور جلاوطنی پر جہاں سید کے مصنف نے زیادہ کون نوحہ خوانی اور شکایت کر سکتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

"سید نے اپنے تمام اعزا و اقارب۔ دوست آشنا اور ماتحت کسانوں کو جمع کیا اور شاہ الفانسو کے حکم جلاوطنی کا حال سنا کر پوچھا کہ ان میں سے کون کون شہر آپ حال ہوں گے اور کون کون ٹھہریں گے۔ یہ سنکر اس کا چچازاد بھائی الور فینز جو جرمنی کا رہنے والا تھا آگے بڑھکر بولا۔ ہم سب آپکے ہمرکاب چلیں گے۔ خواہ آپ ویران جنگلوں اور بیابانوں میں رہیں یا آباد ملکوں میں ہم کسی جگہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑینگے۔ ہماری خچریں اور گھوڑے ہمارا جان و مال سب آپ پر نثار ہیں اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہمارے دل آپ کی محبت سے اور ہمارے ہاتھ آپکی خدمت سے خالی نہ ہونگے اور ہم ہمیشہ وفاداری کرینگے چنانچہ سب لوگوں نے الور فینز کے ساتھ اتفاق کیا۔ سید نے ان کے اخلاص حمیت اور اس دوستانہ مروت کا

شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ مین تمہاری اِس وفاداری کا نعم البدل دون گا۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو اپنے گھر کی طرف ایک حسرت انگیز نظر سے دیکھا کہ اُس کا عالی شان کمرہ خالی ہے۔ تمام صندوق اور دروازے کھلے پڑے ہین۔ نہ کھونٹیون پر کوٹ اور عبائین لٹکتی ہین۔ نہ برآمدہ مین بیٹھنے کی جگہ ہے۔ نہ اڈون پر باز بیٹھے ہین۔ جب اُس نے یہ لٹی اور برباد حالت دیکھی تو وہ آبدیدہ ہوکر بولا۔ افسوس! یہ سب کل میرے کامیاب دشمنون کے کہلائے ہوئے ہین۔ خیر خدا کا ہر حالت مین شکر ہے۔ اور پھر مشرق رو ہوکر اور ادب سے جھک کر کہنے لگا۔ اے مادر مقدس! پاک مریم! اور اے تمام اولیاء عظام! میرے حق مین خدا سے دُعا کیجیے کہ وہ میرے بازؤن مین قوت دے تاکہ مین تمام کفار اور دشمن دینِ مسیح کو غارت کرون۔ اور اُن سے اس قدر مال و متاع حاصل کرون کہ میرے جان نثار رفیقون اور وفادار ساتھیون کی مروت کا پورا پورا نعم البدل ہو۔ اسکے بعد اُس نے بھائی الوہرفینز کو بلا کر کہا کہ دیکھنا بادشاہ نے جو ہمپر ظلم کیا ہے اُسمین غریب غربا شریک نہین پس خبردار! اُن کو راستہ مین کوئی تکلیف نہ دیجائے۔ پھر اُس نے اپنا گھوڑا مانگا۔ ایک بڈھی عورت نے جو اپنے دروازہ پر کھڑی تھی دعا دی کہ جا۔ نیک ساعت ہے۔ جو کچھ تیرا مقصد ہے پورا ہو گا۔ اِس کے بعد وہ سوار ہوگیا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ خدا کی عنایت و مہربانی سے ہم کسٹائل کو عنقریب عزت و دولت لیکر واپس ہون گے۔ جب یہ تمام جماعت بیوار سے نکلی تو لوگون کا جم غفیر اُن کے دائین ہاتھ پر تھا اور جب وہ برگوس مین داخل ہوئے تو بائین ہاتھ پر تھا۔

سید ساٹھ آدمیون کے ساتھ برگوس مین داخل ہوا۔ شہر کے تمام باشندے اناث و ذکور اپنی دریچیون سے اُسکو جھانک جھانک کر افسوس کرتے اور روتے تھے اور سب ہمزبان ہوکر کہتے تھے کہ افسوس کیسا شجاع جوانمرد ہے۔ کاش یہ کسی سردار کے ماتحت ہوتا۔ اور ہر ایک اُسکو خیر مقدم کہنے کے لیئے تیار تھا!! مگر مجبوری تھی کیونکہ شاہ ڈون الفنسو نے غضبناک ہوکر منع کر بھیجا تھا کہ

اگر کوئی باشندہ برگوس سید کو اپنے گھر مین پناہ دیگا تو اُس کی جائیداد ضبط ہوگی
اور آنکھین نکلوا دی جائین گی - اِس وجہ سے تمام لوگ غمگین تھے - اور جب
سید نزدیک آیا تو سب لوگ اپنے گھرون مین چھپ گئے کیونکہ بموجب
فرمان شاہی اُن کو اُس سے بات کرنا بھی منع تھا - سید یہان سے بوساڈا
مین گیا اور جب اُس کے دروازہ پر پہونچا تو اُسکو بند پایا - کیونکہ پادشاہ کا یہی حکم تھا
اُس نے چلا چلا کر آوازین دین - مگر اندر سے کسی نے جواب نہ دیا - آخر وہ گھوڑا
بڑھا کر دروازہ تک پہونچا اور اپنا پائون رکاب سے نکال کر اُسمین زور سے لات
ماری مگر دروازہ نہ کھلا کیونکہ وہ مضبوط بند کیا گیا تھا - آخر ایک نو (۹) برس کی
لڑکی ایک مکان سے باہر نکلکر کہنے لگی - سید جی! ہم کیا کرین پادشاہ نے
منادی کر دی ہے کہ کوئی آپ کو پناہ نہ دے - پس اگر ہم دروازہ کھولین گے
اور آپ کو جگہ دینگے تو ہماری تمام جایداد اور اثاث البیت ضبط ہو جائیگی
اور ہماری آنکھین نکال لی جائین گی - سید جی - ہماری عدول حکمی آپ کی کچھ مدد نہین
کرسکتی - خدا کے مقرب اولیاء آپ کی مدد کرین - یہ کہہ کے لڑکی اپنے مکان مین
واپس چلی گئی - جب سید کو اس حالت کی خبر ہوئی تو وہ دروازہ سے پھرا اور
سوار ہو کر سینٹ میری کو چلا اور وہان گھوڑے سے اُتر کر سجدہ کیا اور حضور
قلب سے دُعا مانگی - اور پھر سوار ہو کر شہر سے باہر نکلا اور آرلینیز کے قریب گلیرا
پر جو بالکل ریتیلا مقام ہے خیمہ نصب کیا - افسوس! وہ السید المبارز جو کبھی تلوار
گھماتا تھا آج ایک بیابان پر خیمہ زن ہوا اِسلیئے کہ کوئی آشنا نہ تھا جو اُسکو پناہ دے -
اُس کے ساتھ جان نثارون کی پوری جمعیت تھی اور وہ اُن کے حلقہ مین گویا
کوہستانی دردون مین محفوظ تھا -

مُرغ سحر کی بلند آواز سے دشت و جبل گونج رہے تھے اور صبح کی چاندنی
پہاڑ کی چوٹیون پر چمک رہی تھی - جو السید المبارز سلینٹ پیڈرو کے گرجا مین
پہونچا - اس وقت ڈون سسبوٹو گرجا کا راہب و امام نماز صبح مین مشغول
تھا اور اُس کے ساتھ ہی الخیطرف کو ڈونا زمینا یعنی السید کی بی بی مع پانچ
شریف عالی حسب عورتون کے - بڑی خشوع و خضوع سے دُعائین مانگ رہی

تھین - کہ خدائے برتر اور سینٹ پیٹر سید کی دستگیری کرے - جب اُس نے دروازہ پر دستک دی تو راہب اُس کی آواز پہچان کر خوشی سے پھولا نہ سمایا اور سب جوش مسرت سے از خود رفتہ ہو کر موم بتیاں اور مشعلیں لیکر باہر احاطہ میں نکل آئے اور سید کو دیکھکر سجدۂ شکر بجا لائے - سید نے اُن سے تمام حقیقت حال بیان کی - اپنی جلا وطنی کی خبر سنائی اور اخیر میں پچاس مارک (ایک سکہ) اپنی طرف سے اور سو اپنی بی بی بچوں کی طرف سے دیکر بولا - اے بزرگ راہب میں دو ننھی ننھی لڑکیاں چھوڑتا ہوں اور تمہارے سپرد کرتا ہوں - اُن کی اور میری پیاری بی بی اور اُس کی پانچوں سہیلیوں کی خبر گیری کرنا - اگر یہ روپیہ ناکافی ہو اور بے وقت ختم ہو جائے تو اپنے پاس سے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرنا میں ایک ایک کے پانچ پانچ شکریہ کے ساتھ ادا کروں گا - راہب نے بخوشی تمام اُسکو قبول کیا - اُس کے بعد ڈونا زینبا دونوں بچوں کو آغوش میں لیئے آئی اور سید کے سامنے ادب سے سر جھکا کر اور رو رو کر اُس کے ہاتھوں پر بوسہ دیتی جاتی تھی اور کہتی تھی - افسوس! خبیثوں کی شرارت سے تمہیں نسں نکالا ملا - تم رخصت ہوتے ہو اور مجھکو ان دو معصوم بچوں سمیت اکیلا چھوڑتے ہو - شاید اب ہم تم سے جیتے جی نہ مل سکیں گے - سینٹ میری (مریم مقدس) کے لیئے مجھے بتلاؤ کہ ہم کیا کریں اور کہاں جائیں - سید نے فرط محبت سے بچوں کو گود میں اُٹھالیا اور چھاتی سے لگا کر زار و قطار رونے لگا کیونکہ وہ اُن کو بہت ہی چاہتا تھا - اُس نے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی کہ اے ہمارے آسمانی باپ اور پیارے ہماری ماں مقدس مریم تو مجھکو صحیح سلامت رکھہ کہ میں اپنے ہاتھ سے اِن لڑکیوں کی شادیاں کروں اور اپنی عزیز اور پاک دامن بی بی کے فرائض ادا کروں جس کو میں نے ہمیشہ جان سے زیادہ عزیز سمجھا ہے -

اُس روز سب نے روزے رکھے اور سب گرجا کا گھنٹا بجا کر المیا ذر کی خیر مناتے رہے - اسی اثنا میں سید کی جلاوطنی کی خبر کسٹائل پہونچ چکی تھی اور لوگ اُسکو سُن کر عموماً نہایت اندوہناک اور غمگین تھے - بعض لوگوں نے گھربار چھوڑ کر اُس کی رفاقت اختیار کی بعض نے اپنے اعلے مناصب کو استعفا دیدیا -

جس روز جہاز پہونچی اُس روز ایک سو پندرہ مجاہدین کی ایک جمعیت سید کی
تفتیش حال کے لیئے آئرلینڈ پل اکٹھی ہوئی ہے اور مارٹن انٹولی نیز
کے ساتھ سینٹ پیڈرو کی جانب چلی جب سید کو اس کی خبر پہونچی تو
اس تائید غیبی پر بہت خوش ہوا۔ اور اُن کے استقبال و خیر مقدم کے لیئے
خود سوار ہو کر چلا اور اُن سے نہایت تواضع او خلق سے ملا۔ اُنہون نے اُس کے
ہاتھ پر بوسے دیئے۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ خدا وہ دن جلد لاوے کہ مین آپکے
احسانات کا شکریہ ادا کرون آپنے مجھکو نہایت شرمندہ احسان کیا ہے کہ میرے
پاس خاطر سے اپنے گھربار بیوی بچون اور تمام مال و دولت پر خاک ڈال دی۔
خدا کرے کہ مین آپکے حسن سلوک کا دوچند بدل دینے کے قابل ہون۔ مُدت
مقررہ مین اب کل تین دن باقی تھے۔ چھ گذر گئے تھے۔ فرمان شاہی تھا کہ نو
دن سے زیادہ اگر وہ حدود سلطنت مین رہیگا تو سونا چاندی کوئی بیش بہا شئے
اُس کا خون بہا نہ ہوسکے گی۔ اس دن وہ سب مل کر جلسۂ دعوت مین مشغول رہے
قریب شام سید نے اپنا تمام مال متاع حسب لیاقت سب مین تقسیم کر دیا۔
اور اُن سے خواہش کی کہ اگلے دن علی الصباح نماز فجر پر وہ سب اکٹھا ہون اور
وہین سے رخصت ہون۔ چنانچہ صبحدم مرغ سحر کی آواز سے پیشتر وہ سب تیار ہوگئے
راہب امام نے نماز صبح پڑھائی۔ اور یہان سے فارغ ہو کر سوار ہونے چلے۔ سید نے
اپنی پیاری بی بی اور ننھے ننھے بچون کو رخصت کیا اور دعائے خیر کی۔ وہ ایک
دوسرے سے اس طرح رخصت ہوتے تھے جس طرح جتنا ناخن انگلی سے علیحدہ
ہوتا ہے۔ ہر ایک حسرت انگیز نظر سے دوسرے کو تکتا تھا اور روتا تھا۔ اتنے
ہی مین الورفینز نے آکر کہا۔ السید! تمہاری جرأت و دلیری کہان ہے؟
تمہاری ماں نے تمہین ٹھیک ساعت مین جنا ہے۔ سفر دشوار ہے۔ منزل
کی فکر کرو۔ ممکن ہے کہ تمہارے رنج راحت سے مبدل ہوجائین۔"

"حیات سعید" مین اس واقعہ کو نہایت دلاویز بیان مین تحریر کیا ہے۔

اس کے بعد سید نے مسلمانون کی ملازمت اختیار کی۔ شاہ زاراگوزا نے جو
شمال کے مسلمان شہزادون مین اسوقت سب سے زیادہ ذی اقتدار تھا۔ اسکو

بڑی خوشی سے اپنے دائرۂ خدمت میں داخل کر لیا۔ سید نے اپنے ہی تن کے
جوانوں کے ساتھ جو بوجہ حرص غنائم اُسپر ہزار جان سے فریفتہ تھے۔ ارگون
پر اس قدر تیزی اور کامیابی سے حملے کیئے کہ صرف پانچروز میں بیشتر حصہ ریاست
کو تہ وبالا کر کے۔ اس سے پہلے کہ سب ہی واقف ہوں اور چارہ کار کریں۔ خیریت
سے واپس آگیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی ایک جری فوج جسے کونٹ بارسلونا
پر چڑھائی کی اور اُسکو شکست فاش دیکر اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ اس معرکہ کے حالات کہ
سید اپنے جوانوں سمیت میدان جنگ میں کس طرح مظفر و منصور اور شادمان و مسرور
پھرتا تھا۔ "حیات سید" سے زیادہ اچھی طرح ہم بیان نہیں کر سکتے لکھا ہے کہ
وہ "پیدو برموڈیز آخر نہ رہ سکا اور جھنڈا ہاتھ میں لیکر چلایا "سیدی!
سیدی المبارز! خدا تمہاری مدد کرے میں اُس سامنے کی جماعت کے بیچ میں
یہ جھنڈا نصب کروں گا اور پھر دیکھوں گا کہ تم کس طرح اُس کی حفاظت کر کے اپنا فرض
منصبی پورا کرتے ہو۔ یہ کہکر وہ آگے بڑھنے لگا۔ المبارز چلایا کہ خبردار برموڈیز! ا
آگے نہ جانا میں تمہیں عزیز تر از جان سمجھتا ہوں۔ مگر برموڈیز نے ایک نہ سُنی
اور برابر قدم بڑھائے چلا گیا یہاں تک کہ ایک بڑے دستہ فوج کے بیچ میں جھنڈا
گھڑا کر دیا۔ مسلمان چاروں طرف سے اُسپر ٹوٹ پڑے اور سخت وار کرنے لگے تاکہ
جھنڈا چھین لیں اور اُسکو زخموں سے چور چور کر دیں۔ مگر برموڈیز کے آہنی بازو
اور شیر پنجہ کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ دشمن اُسپر یا جھنڈے پر قابو نہ پا سکے کیونکہ
وہ نہایت بہادر اور مشہور تھا۔ جب سید نے اُسکو دشمنوں کے حلقہ میں دیکھا
تو اپنے جوانوں کو اُس کی مدد اور حفاظت کے لیئے حکم دیا۔ بہادر جوانوں نے فوراً
سینہ پر سپر لگائی نیزوں کے پھرے نیچے کیئے۔ اور دشمن کی طرف رُخ کر کے
گھوڑوں کو ایک ساتھ پھینکا۔ تین سو سوہان روح نیزے جن کے سروں پہ سہ
پھریرے لہراتے تھے عجیب شان سے حرکت میں آکر لپکے اور تین سو مسلمانوں
کے سینے چھیدتے ہوئے نکل گئے۔ عین اُس وقت "المبارز" چلایا کہ
"ہاں! اے دلاوران صف شکن! خبردار یہ جماعت جانے نہ پائے۔ ایشار یہہ
ہے کہ سب کہتے رہیں۔ یاد رکھو کہ میں راڈریگو سید البیہار ہوں"۔ اُس دن

بڑی بڑی مضبوط ڈالین تھین۔ یہ کرحیلتی شروع ہو گئین۔ بہت سے زرہ بکتر
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ بہت سے سفید پرچمون پر پیادون کے خون کی افشان
کی گئی۔ بہتیرے غازی مرد خالی پشت رہ گئے۔ کفار (اہل توحید) نے حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ مانگی اور مومنین
(اہل تثلیث) نے سینٹ یاگو کی دوہائی دی۔ قرنائی بھیانک آواز۔ طبلات
جنگ کے طوفان خیز شور سے کان کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ سید نے
اپنے جان نثارون کے ساتھ ہو کر برمودیز کی پوری مدد کی اور مسلمانون کے قلب
لشکر مین گھس کر چارون طرف سخت ضربین کرتا اور تیغ کرتا ہوا اور بہتیرے مسلمانون کو
قتل کر کے اسی طرح واپس آیا۔ ناظرین! اگر آپ پوچھتے ہو کہ یہ نامور جوان۔ یہ مردان
کون تھے۔ تو مین تمھین ضرور بتلاؤن گا۔ کیونکہ اگرچہ وہ لوگ زندہ نہین۔ ممکن ہے
کہ ان کے نیک نام اور نیک کام ہمیشہ زندہ اور یادگار زمانہ رہین۔ جو لوگ اپنے
شوق سے کار ہائے نمایان کرین یا کرنے کی امید کرین وہ ہرگز ایسا نہ سمجھین۔ اب
مین بتلاتا ہون کہ یہ مرد میدان کون تھے۔ سب سے اول سید المبارز ہا جنہنے
سطلانزین پر سوار ہو کر سب سے زیادہ دادِ جوانمردی دی۔ الوہر ہینز مینایا۔
مارٹن انٹولی نیز۔ موتوگستائیس اور مارٹن موتوز ہین نے
مونٹی سیور کرلیا۔ الو رالویز۔ الو ساواڈو مریس۔ ریاست ارگان کا مشہور
شجاع گالن گارشیا۔ المبارز کا بھتیجا فیلیز موتوز۔ جس طرف سید جاتا
تھا۔ مسلمان اس کے سامنے رستہ بناتے چلتے تھے۔ کیونکہ اس نے ان کو بیدریغ
تہ تیغ کیا تھا۔ اثنائے معرکہ مین مسلمانون نے الورفینز کی گھوڑی کو مار ڈالا۔ اور نیزہ
توڑ ڈالا۔ پھر بھی وہ پیادہ پا صرف تلوار ہی سے لڑتا رہا۔ مگر سید یہ حالت دیکھکر
آگے بڑھا اور سلیمان سردار مسمی الغازی کو جو ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار
ہوا تھا۔ مار کر نیچے گرا دیا اور اس کے گھوڑے کو الورفینز کے سامنے لا کر کہا۔
"منایا! لو اس پر سوار ہو جاؤ۔ کیونکہ مین تمھین اپنا دایان بازو سمجھتا ہون"
سید کے متقبل اور مبارک زمانہ کا سب سے مشہور واقعہ ویلنشیا کی
فتح ہے۔ پولیٹکل مصالح امور اور ملکی مہمات کی پیچیدگیان اس کی مقتضی ہوئین کہ

سید - والئ ویلنشیا کا جو شاہ ہوا گو زا تھا پروٹیکٹر (محافظ) مقرر ہوا۔ اس حیثیت
سے بلا غل و غشت ویلنشیا میں اس کا عمل دخل ہو گیا۔ مصنف "حیات سید" لکھتا ہے۔
"سید جب ویلنشیا میں گیا تو شاہ یحیی اس سے نہایت اعزاز و اکرام سے پیش
آیا اور چار ہزار مار اوبڈیس (ایک سکہ) ہفتہ وار دینا کیے۔ سید کی طرف سے
یہ شرطیں ٹھہریں کہ وہ قلعہ جات ملحقہ کو مطیع رکھے اور مجبور کرے کہ جو کچھ خراج وہ
پہلے شاہان ویلنشیا کو دیتے چلے آئے ہیں شاہ یحیی کو بھی دیں۔ علاوہ اس کے
تمام بیرونی دشمنوں سے کیا مسلمان کیا مسیحی سب سے شاہ یحیی کی حفاظت کرے
اور ویلنشیا میں سکونت اختیار کرے اور جو کچھ لوٹ مار کر لاوے وہیں ذخیرہ
کر لے اور وہیں فروخت کرے۔ یہ عہد نامہ تحریر میں آکر طرفین پر واجب التعمیل
ہوا چنانچہ سید نے تمام والئ قلعہ جات کے نام احکام جاری کر دیئے کہ وہ
حسب دستور سابق شاہ یحیی کو خراج ادا کریں سب نے منظور کر لیا کیونکہ ان میں سے
ہر ایک سید کی خوشنودی حاصل کرنے کا آرزومند تھا" ویلنشیا کے اس اعلے
منصب پر متمکن ہو کر سید نے قرب و جوار کی ریاستوں پر ایلغار شروع کر دی۔
جس طرف گیا مظفر و منصور واپس آیا۔ ریاست ڈینیا اور ژیٹیوا پر فوج کشی کی۔
وہاں تمام موسم سرما قیام کر کے اسقدر لوٹ مار کی کہ اوریہی ھیولا اور ژیٹیوا
کے بیچ میں ایک دیوار تک باقی نہ رہی۔ اور جو کچھ مال اور بندی غنیمت میں ہاتھ
آئے ان کو بموجب شرط عہدنامہ۔ ویلنشیا میں لا کر فروخت کیا۔ جب ان
ترکتازیوں میں مشغول تھا تو ایک مرتبہ دارالمرکز اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کی
مختصر کیفیت یہ ہے کہ الفنسو نے ۱۰۸۹ء میں عفو جرائم گذشتہ کر کے سید کو
پھر واپس بلا لیا۔ اور تمام قلعہ جات مقبوضہ سابقہ واپس دیکر فرمان لکھدیا کہ آئندہ سے
سید کی فتوحات خود بادشاہ کی فتوحات خیال کی جائیں گویا اسکو بالکل خود مختار
اور ذی اقتدار شہزادہ تسلیم کر لیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد الفنسو پھر اس سے
بدظن ہو گیا۔ اور جب سید شمالی علاقہ جات کو تاخت و تاراج کرنے میں مشغول
تھا تو فرصت کو غنیمت جان کر اس نے ویلنشیا کا محاصرہ کر لیا۔ المبارز
کو جب یہ خبر ملی تو آگ بگولا ہو کر چیٹیا۔ اور بطریق انتقام۔ الفنسو کے صوبجات

مجیرا - کلابرا کی آتش و شمشیر سے خبر لی - لوگ رو نو کو مسمار کر کے خاک
مین ملا دیا اور جیسا کہ لاطینی زبان کا قول ہے "نہایت وحشیانہ ظلم و تشدد اور
سخت ناخدا ترسی سے تمام علاقہ کو زیر و زبر تاخت و تاراج اور اسکی تمام سرسبز
و زرخیز زمینون کو خاک سیاہ کر کے اپنے جولان گاہ سکے قابل بنا لیا" اب الفنسو
کو بجز اسکے کیا چارہ تہا کہ ویلنشیا سے دست بردار ہو کر اپنے گہر کی حفاظت کرے
مگر سید ابہی اثنا رہین اپنا کام پورا کر کے جب ویلنشیا کو واپس آیا تو شہر پناہ
بند پایا - یہ دیکہکر اُس نے محاصرہ شروع کر دیا نو (۹) مہینہ کامل اہل شہر کو بہوک
پیاس کی شدت سے سخت مصائب آلام اور جانگزا تکالیف جہیلنا پڑین -
طرہ یہ کہ سید نے اس عرصہ مین کسی قسم کی اذیات محاصرہ سے دریغ نہین کیا -
محصورین کی فاقہ کے شدائد سے یہ نوبت پہونچی کہ اپنے شہر کے حال ساتہیون
کو بار گران سمجہکر باہر نکالنا شروع کر دیا - یا خود بہوک سے جان بلب اور از خود رفتہ
ہو کر دیوانہ وار باہر نکل آئے - جو اس طرح محاصرین کے ہاتہ آئے وہ بے رحمی
سے تہ تیغ ہوئے یا غلام بن کر بکے - بعض مسلمان مورخون کا قول ہے کہ انہین
بے کسون کو سید نے آگ مین جلا دیا - "حیات سید" کا مصنف اپنی معمولی
دلدوز انگریزی زبان مین لکہتا ہے کہ شہر مین اس وقت آزوقہ بالکل نہ رہا از بس
تہا - اور باشندے زندہ درگور - فاقہ کی شدت سے چلتے چلتے بازارون مین
گر گر جان دیدیتے تھے - اس حالت کو ایک شاعر باشندہ ویلنشیا اسطرح
نظم مین لکہتا ہے "ویلنشیا! افسوس تجہ پر مصیبتین نازل ہو رہی
ہین - تو سخت بیان کنی مین ہے - اگر خوش قسمتی سے تو بچ نکلے تو تیرے بچ نکلنے کو
اعجوبۂ روزگار سمجہونگا - اگر کسی مقام پر خدا کی رحمتین نازل ہو سکتی ہین تو ہم دعا کرتے
ہین کہ تجہ پر ہون - کیونکہ تو کبہی سراپا مسرت تہی - مسلمان تجہ پر ناز کرتے تہے
اور تیرے ہی دامن شفقت مین مسرور الوقت ہوتے تہے - لیکن اگر مشیت
ایزدی سے تیرا نوشتۂ تقدیر یہی ہے کہ تو بالکل تباہ اور برباد کر دی جائے - تو
یہ تیرے گناہون کی سزا ہے - تیرے غرور و نخوت کا یہ انجام ہے - وہ ساعت بد
قریب ہے کہ تیری بنیاد کے چارون ستون باہم ملکر تیرا ماتم کرین - اگر یہ ممکن ہے

تیری مضبوط دیوار جو ان ستونون پر قایم ہے۔ تیری قسمت کے خوفناک فیصلہ سے
لرز لرز کر گرنے کے قابل ہے - اس صدمۂ جانگاہ سے اُنمین کھڑے ہونیکی
طاقت نہین رہی۔ تیرے عالی شان برج جن کی خوبصورتی اور بلندی کبھی یاجیون
کے لیئے نظر فریب اور سرور خیز تھی - اب تیری مصیبت دیکھکر شکستہ ہوتے
جاتے ہین - تیری سنگ مرمر کی ایسی شہر پناہ جو دُور سے چک چاک کر دیکھنے
والون کی نظرین خیرہ کرتی تھی - اب تیرے ماتم مین اپنا تمام حسن اور آب و تاب
کھو بیٹھی ہے۔ تیرا خوش خرام دریاے وادی الکبیر معہ اپنے تمام معاونین
کے جنہون نے تجھکو ہمیشہ سرسبز اور سرسبز بخت رکھا ہے - اب تجھ سے بیزار
ہوکر اپنی قدیم گذرگاہ چھوڑتے جاتے ہین اور تجھ سے بچ بچ کر چلتے ہین - تیری
صاف شفاف آبِ روان کے چشمے جو مردم و مرغ و مور کے لیئے یکسان طور
سے گویا چشمۂ آبِ حیوان تھے - اب غلاظت کی کثرت سے ساکن ہین اور
گویا تیری حالت دیکھکر دم بخود ہین - تیرے شاداب انگورستان تر و تازہ
باغات - رشکِ جنت الفردوس - جو کبھی تجھکو فرطِ شفقت سے اپنے حلقہ
مین لیئے ہوئے تھے اور تیری نازک فصیل کو اپنے قدرتی دامنون مین
چھپائے ہوئے تھے - اب بالکل بے برگ بے ثمر ہین کیونکہ خونخوار بھیڑیون
نے اُن کی جڑین تک چبا ڈالین - تیرے زرخیز چمن اور بالامال خیابانین جنمین
ہفت رنگ نظر فریب پھولون سے گلزار ارم کا جلوہ نظر آتا تھا - اور تیرے
عزیز الوجود فرزندون کے لیئے تفرج گاہین تھین - اب خشک ہوکر دشتِ کربلا
کا نمونہ ہین - تیری شاندار بندرگاہ۔ تیرا مایۂ نازِ تجارت - اب اُس رونق اور فضا سے
خالی ہے جو تیرے اقبال کے زمانے مین تیری بدولت اُسکو حاصل تھی - جس
سرزمین کی تو کبھی عروس دلفریب کہلاتی تھی - اب اُسکو ایک شہر آشوب جہانسوز
آتش نے آتشکدہ بنا دیا ہے جس کا پریشان کرنے والا دُھوان تجھکو عذابِ
جہنم کی یاد دلا رہا ہے - افسوس! تیری مرض الموت کا دنیا مین کوئی علاج نہین -
تیرے ناسورِ دل کے اندمال سے اطبائے زمانہ قاصر ہین - واویلتا! واویلتا!
ہر طرف سے مایوس اور دل شکستہ ہوکر تیرے غم کی سوزشِ پنہان سے سلگ کر

مین نے تیری حسرت انگیز داستان بیان کی ہے۔ مین اس دردِ دل کو بڑی خوشی سے اربانِ دل بنائے رکھتا اور کسی کو شریکِ غم نہ کرتا۔ مگر افسوس! کہ افشائے راز کی سخت ضرورت ہے۔

آخر ولینشیا کی ساعتِ ناگزیر آپہونچی۔ جون ۱۰۹۴ء مین بھوک کے زور سے شہرپناہ کھل گیا اور سید کو پھر ایک مظفر ومنصور داخل ہوکر اُس کی فصیل و برج پر کھڑا ہونا نصیب ہوا گو اُس نے نہایت سخت شرایط پر اہلِ شہر کی جان بخشی کی۔ اکثر کو شہر بدر کردیا تاکہ اُس کے رفیق بہادران کسٹائل کے لیئے گنجایشِ سکونت ہو۔ اور اُن سے فی الجملہ کچھہ شایستہ اور حیانہ سلوک نہین کیا۔ مگر پھر بھی خلافِ توقع قتلِ عام یا کوئی اور وحشیانہ ظلم بھی نہین کیا۔ تاہم باشندگانِ شہر کبھی کبھی تباہ وخانمان برباد ہوئے۔ مگر جان جوکھون۔ بجز سرِ خون کے کسی کو نہ تھی۔ اسوقت سید کا ستارۂ اقبال عین اوج پر تھا۔ دور ونزدیک کوئی مقابل نہ تھا۔ اُس نے درگاہ سینٹ پیڈرو سے اپنے بال بچون کو بڑی عزت و احترام سے بلایا۔ ولینشیا کا خودمختار بادشاہ بن کر ریاست ہائے قرب وجوار مین شہنشاہ تسلیم کیا گیا۔ شاہ اراگون تک اُس کے ظلِ حمایت کا خواستگار ہوا۔ تمام ہمسایون نے اُس کو بطورِ خراج دینا منظور کیا۔ چنانچہ خاص ولینشیا سے اُسکو ایک لاکھ بیس ہزار اشرفیان سالانہ وصول ہوتی تھین۔ دس ہزار والئی البراسین سے۔ دس ہزار ولیعہد البونٹ سے۔ چھہ ہزار سردارِ مروڈرو سے علیٰ ہذالقیاس۔ آخر اُسکو تمام اوندلس کی فتح کے خواب دکھائی دینے لگے۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ ایک راڈرک نے سلطنت دی۔ دوسرا راڈرک اُسکو پھر لے گا۔ چنانچہ مروانیون کو اُس سے بجز شکستِ فاش کچھہ نہ ملا۔ حیاتِ سید مین اسکے معرکہ کی کیفیت اس طرح لکھی ہے۔

" دن گذر گیا۔ رات آپہونچی۔ سپیدہ دم وہ سب سینٹ پیڈرو مین جمع ہوئے۔ ڈان هیرانیموم امام وخطیبِ گرجا نے نمازِ صبح پڑھائی اور حمد وثنائے کردگار کے گیت گائے۔ سامعین کو بڑا سوز وگداز ہوا۔ بڑی رقت ہوئی۔ ہرشخص نے اپنے گناہون کا اعتراف واستغفار کیا۔ عشائے ربانی تناول

متعلقہ صفحہ ۱۷۳

سیرنو کا دروازہ
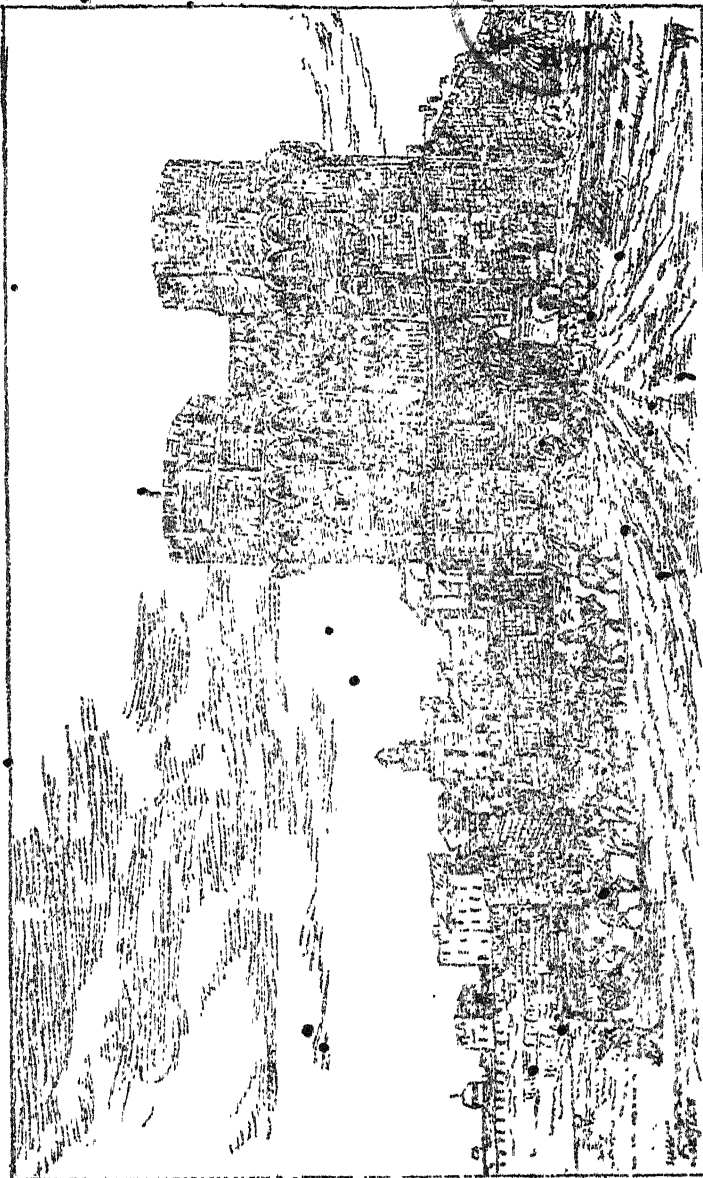
متعلقہ باب ۱۱ کا صفحہ آخر
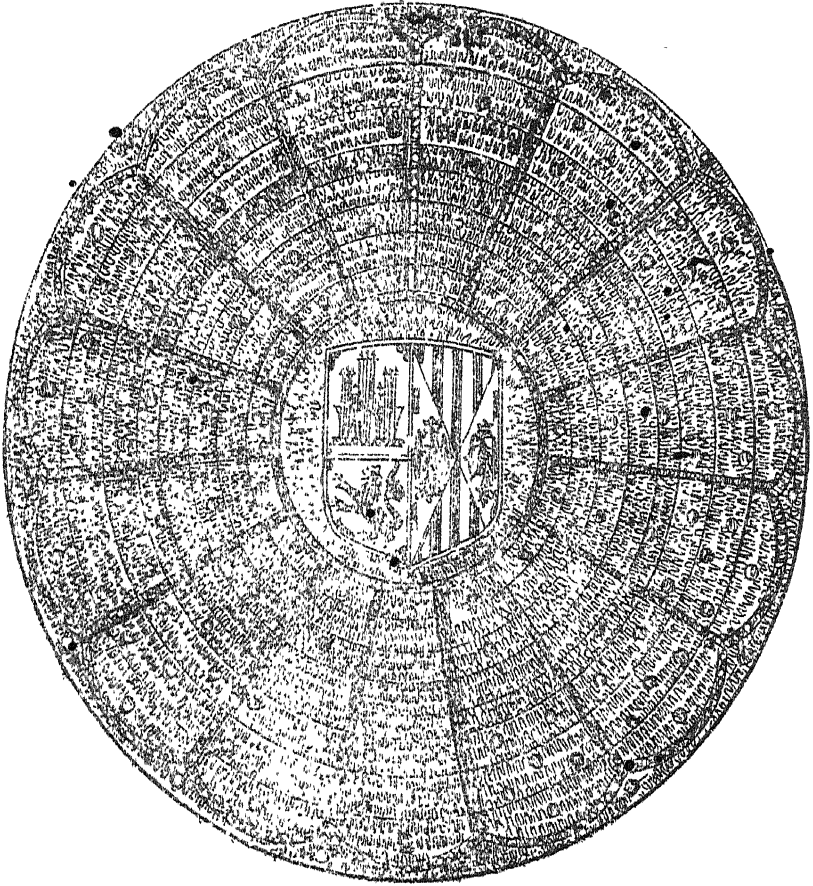
شجاعان - لیون - کسٹائیل - اراگون - کے ہتھیار ایک ہجاتا پلیٹ میں
جڑے ہوئے ہیں

کیا۔ خطیب نے اُن کو نہایت جوش دلایا۔ اور کہا کہ جو شخص آج کے دن سینہ سپر
ہوکر لڑے گا اور راہِ خدا میں جان دے گا۔ میں ذمہ کرتا ہون کہ اُسکے صغائر و
کبائر معاف اور روح واصلِ ذاتِ باری تعالیٰ ہوگی۔ پھر سید کی طرف مخاطب ہوکر
بولا کہ اے راڈریگو میں نے تمہیں آج نمازِ فجر پڑھائی اور گیت گاکر سنا ہے۔
میں تم سے درخواست کرتا ہون کہ آج جو شخص اوّل میدان میں اترکر دشمن کو زخمی
کرے وہ بھی میں ہی ہون۔ سید نے اس خالصاً للہ درخواست کو منظور کیا۔
اس کے بعد سب مسلح اور تیار ہوکر میدانِ کارزار کو چلے اور شہر کے اُس دروازہ
سے باہر نکلے جسکو باب الافعی (سانپون کا دروازہ) کہتے تھے کیونکہ دشمن کا بڑا
نرغہ اُسی طرف تھا۔ اور باقی دروازون پر راہِ خدا میں جان دینے والون کو بطورِ
محافظ قائم کیا۔ الوربانز اپنے دستہ سمیت پہلے ہی باہر نکلکر کمین گاہ میں
جا چھپا تھا۔ ادہر سید اپنے تین کم چار ہزار جوانون کو لیکر پچاس ہزار دشمنون
کے مقابلہ پر چلا۔ یہ فوج تنگ و تاریک مقامات۔ دشوار گذار گھاٹیون سے گذرتی
کمین گاہ کو بائیں ہاتھ پر چھوڑکر۔ دائیں طرف کو جھکتے تاکہ دشمن اُن کے اور شہر کے
بیچ میں آ جائیں۔ میرِ عسکر نے باقاعدہ جماعت بندی کرکے پیرو برموڈیز
کو جھنڈا اٹھانے کا حکم دیا۔ مسلمان دیکھکر حواس باختہ ہوئے اور بہت گھبرائے
مگر پھر کچھ سنبھلکر۔ جلدی جلدی گھوڑون پر زین ڈال خیمون سے باہر نکل آئے
ادہر سید نے حکم دیا کہ جھنڈا آگے بڑھے۔ اُدہر ڈان ہیرانیمو (امام و
خطیب گرجا) نہایت پھرتی سے اپنے دستہ سمیت باہر نکل آیا۔ اور ایسے طور سے
قائم ہوا کہ فوج کے تمام منتشر حصے ایک دوسرے سے سلسلہ وار مل گئے۔ پھر
تو اس قدر گیر و دار ہوئی کہ صدہا خالی پشت تازی مرد میدان میں سراسیمہ و قیدین
پھرتے پھرتے تھے۔ زین پشت سے سرک کر پیٹ پر آ گئے تھے۔ صدہا
جوانمرد سوار سرخ لباس پہنے۔ عرشِ زین سے فرشِ زمین پر تڑپ رہے تھے۔ تھوڑے
سی عرصہ میں بے انتہا کشت و خون ہوا مگر چونکہ دشمن کی تعداد زیادہ تھی اسواسطے
اُنھون نے ایک مرتبہ پھر اُٹھتے ہوئے جوش سے حملہ کیا اور قریب تھا کہ پسپا
کر دین مگر سید۔ خدا اور سینٹ یاگو کو پکار پکار کر اپنی فوج کا دل بڑھانے لگا۔ یعنی

موقعہ دیکھکر **الور فینز** اپنے دستہ سمیت کمین گاہ سے دفعتہ باہر نکلا۔ اور جس طرف سے سمندر قریب تھا اُس طرف سے دشمن پر جھکا۔ مسلمان سمجھے کہ کوئی تازہ کمک کہین سے سید کی مدد کو آپہونچی۔ اور تہ وبالا ہوکر میدان سے بھاگ نکلے۔ سید فوج سمیت تعاقب کرتا اور بیطرح خبر لیتا چلا۔ ناظرین! اگر مین تم سے بیان کرنا چاہون کہ سپہیون نے آج کے دن کیسی داد جوانمردی دی۔ تو یہ ممکن نہین کہ بیان کرسکون۔ کیونکہ ہرجوان نے ایسے ایسے کارنمایان کیئے کہ کوئی شخص اگرچاہے تو بیان نہین کرسکتا خصوصاً سید نے اس قدر داد جوانمردی دی اور اس قدر مسلمانون کو قتل کیا کہ اُس کے تمام ہاتھون مین تر بتر تھے۔ اُس روز وہ اپنے آپ کو اپنے گھوڑے (بویکا) پر ایسی اچھی طرح جکر بیٹھا دیکھکر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ تعاقب کے وقت ایک دفعہ شاہ یوسف اُس کے سامنے آگیا اور اُس نے اُسپر تین دفعہ وار کیا۔ مگر یوسف وار خالی دیکر تلوار کی جست سے بچ گیا۔ کیونکہ سید کا گھوڑا ہر حملہ مین آگے نکل جاتا تھا۔ تیسری مرتبہ جب وہ پلٹا تو پادشاہ ایک تیز چالاک گھوڑے پر سوار ہوکر بہت دُور نکل گیا تھا۔ چنانچہ یہان سے بھاگ کر اُس نے قلعہ گاٹرا مین پناہ لی۔ اس سے زیادہ سپہیون نے تعاقب نہین کیا اور مسلمانون کو اس قدر بے دریغ قتل و غارت کیا کہ پچاس ہزار مین سے کل پندرہ ہزار میدان سے جان بچا کر بھاگے۔

لیکن افسوس متلون مزاج زمانہ کی نظر ہمیشہ یکسو نہین رہتی۔ نہ لڑائی کا فیصلہ ہمیشہ یکطرفہ ہوتا ہے۔ جو ہر مرتبہ غالب رہتے ہین وہ آخر دیر کو مغلوب بھی ہوجاتے ہین۔ سید کی فتح نصیب فوجون کو بالآخر حملہ آورین (مسلمانون) کا لوہا ماننا پڑا۔ شکست فاش کے صدمہ سے **المباذر** جولائی ۱۰۹۹ء مین مرگیا۔ حواریین اُس کی لاش کو طرح طرح کے مصالحات سے معطر اور معمور کرکے اُسپر شب بیداری کرتے رہے۔ فسانہ نویس لکھتا ہے۔ کہ اس کے بعد مرحوم کی وصیت کے بموجب لاش کو (بویکا) گھوڑے کی پُشت پر بٹھا کر ایسی طرح باندھ دیا کہ ظاہر سے زندہ سوار معلوم ہوتا تھا۔ آنکھین منور اور گردش کرتی تھین۔ چہرہ بالکل

متعلقہ صفحہ ۱۸۵

اسید کی قبر
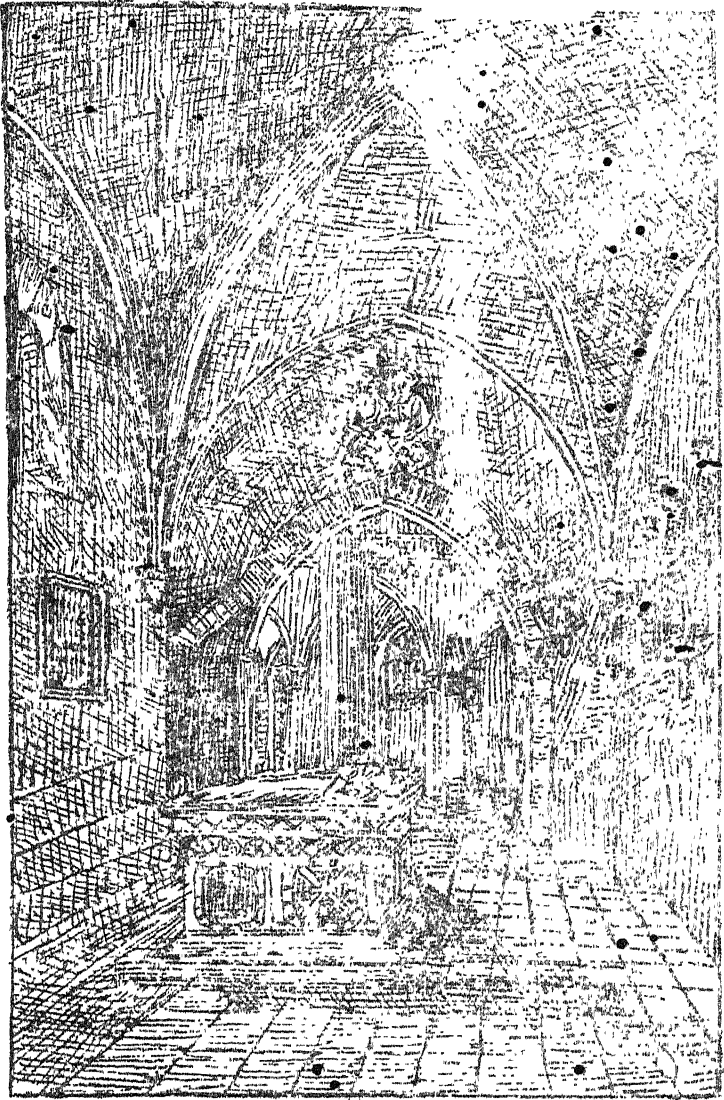
متغیر نہ ہوا تھا۔ اور داڑھی کے بال سینہ پر پڑے تھے۔ اُسکی وفادار تلوار (ٹزونا) ہاتھ مین تھی۔ کوئی تمیز نہ کرسکتا تھا کہ سید ہے یا اُسکی لاش۔ اس کے بعد سید کا وفادار جھنڈا بردار پیرو برموڈیز آگے آگے چلا جسمین جوا ہرین (زبویکا) کی رکاب اور لگام تھا تھے۔ اِس کے بعد سید کے پانچ ہزار مسلح جوان اور سب سے پیچھے اُس کی بی بی ڈونا زمینا مع اپنے حشم و خدم کے۔ اِس تزک اور شان سے سید کی سواری آہستہ آہستہ شہر سے نکلکر محاصرین کے درمیان سے بے تکلف گذرتی ہوئی کسٹائیل کی سٹرک پر پڑلی۔ دُور نکل جانے پر جب مسلمانون کو اِس سوانگ کی اطلاع ہوئی تو ششدر رہ گئے کیونکہ سید کے انتقال کی اُن کو اصلا خبر نہ تھی۔ کسٹائیل پہنچکر سان پیڈرو ڈی کارڈینا کے گرجا کے عظیم الشان آلٹر (منبر) کے برابر ایک خوبصورت چتر کے نیچے جسمین لیون۔ کسٹائیل۔ ناوار۔ آر گون کے نامور شجاعون جیسے مرحوم کے اسلحۂ جنگ تبرکاً آویزان تھے۔ ایک ہاتھی دانت کی خوشنما کرسی پر لاش کو بٹھا دیا دس برس کامل سید بالکل اصلی حالت مین مثل زندون کے بیٹھا رہا۔ چہرے کا رنگ ذرا بھی متغیر نہ ہوا۔ آخر جب مُردنی چھانے لگی تو اُسکو آلٹر کے پائین انداز مین پیاری زمینا کے برابر دفن کردیا لیکن بعینہ اُسی حالت سے ہاتھی دانت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے۔ شاہانہ لباس زیب بدن کیئے۔ تلوار ہاتھ مین لیئے گویا زندہ در گور تھا۔ اُس کی مضبوط سپر اور فتح نصیب پھریرا خراب اور خستہ ہوکر اُس کی تربت پر تصدق تھا۔

بارھوان باب

"خاندان بنی نصر"

غرناطہ ..

جب فرننڈو اور الفنسو جیسے مدبر اولو العزم فرمانروا ہون اور سیدا لمبارز جیسے

جانباز و دلاور سپاہی ۔ تو پھر فتح اوندلس مین کیا تہا ؟ صرف وقت کی دیر تھی ۔ لیکن
حقیقت وُہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہین ۔ کہ ہر قوم کی ترقی اور عروج کا ایک وقت اور
حد ہے ۔ جس کے بعد تنزل شروع ہو جاتا ہے ۔ دنیا کی تمام اولوالعزم اور فاتح قومون کا
یہی انجام ہے ۔ قدیم مصر اور اُس کے خالق علوم کو کس کی نظر کہا گئی ۔ یونان اور اُس کے
فلاطون حکمت ۔ سکندر رزم ۔ ارسطو بزم کس خاک مین مل گئے ۔ ؟ دار رومۃ الکبرےٰ
جو کبھی دنیا کا مایہ ناز دار الحکومت تھا اور وہ اُس کے قیصر اعظم جو شہنشاہ ہفت اقلیم
کہلاتے تھے ۔ کس زمین کے پیوند ہو گئے ؟ ایک یہ کیا ۔ کارتھیج ۔ فنیشیا ۔
میڈیا ۔ بی بیلونیا ۔ ہزارون عظیم الشان اور جلیل القدر سلطنتین انتہا سے کمال کو
پہونچکر تنزل پذیر اور اخیر کو نیست و نابود ہو گئین ۔ اسی طرح سلطنت قرطبہ بھی بڑھی اور
بڑھکر گھٹ گئی ۔ اس قوم کی ساعت ناگزیر اب گویا قریب آ پہونچی تھی ۔ بنی مروان کے
آنے اور الحاق اوندلس کرنے سے پیشتر ہی اُن مین پھوٹ پڑ چکی تھی ۔ اور جب وہ
نکل گئے تب بھی باہمی نفاق اُسی شد و مد پر تہا ۔ انہون نے پولیٹیکل اسٹیج کو ابھی پوری
طرح خالی نہ کیا تہا کہ ایک اور نئے ایکٹر نمودار ہوئے ۔ نزاع نشست و فتنہ برخاست
یعنی بنو المہدی جو ایک متعصب اور موحد محض فرقہ کے پیرو قوم تھے جب افریقہ مین
بنی مروان کو مغلوب و مستاصل کر چکے تو اس صوبہ کی فتح اور الحاق کی طرف متوجہ
ہوئے تاکہ اپنے پیشرو اور مغلوب خاندان کی پوری پوری خلافت کرین ۔ یہان سلطنت
کی یہ حالت تھی کہ مدت سے مرحوم و مغفور ہو چکی تھی ۔ اُس کے اجزائے منتشرہ یعنی بنی
شاہزادگان جو دوسر پہلے ہی ایک دوسرے سے بیزار اور موقع ملے تو دلی کاوشین نکالنے پر
تلے بیٹھے تھے ۔ اس سے حملہ آورین کو اور بھی آسانی ہوئی ۔ چنانچہ ۴۸۵ھ مین پیشعل
غشت الجیسبراس پر قابض ہوئے ۔ ۴۷۶ء مین سیوائل ۔ اور مالاگا پر ۔ اور
اگلے چار برس مین قرطبہ اور باقی اضلاع شمالیہ پر ۔ اگرچہ بعض عامل کچھ عرصہ سرکشی پر اڑے
مگر ایک دو سردار یا سرخیل کی کیا حقیقت تھی کہ بنو المہدی کی ٹڈی دل اور طاقتور فوج کا
جمکر مقابلہ کرتا ۔ رفتہ رفتہ سب مطیع ہو گئے ۔

بنو المہدی نے گو اوندلس کو فتح اور ملحق کیا مگر مسقط الراس یا دار القرار کبھی نہین
سمجھا ۔ ہمیشہ افریقہ ہی مین بیٹھکر حکمرانی کی ۔ یہی وجہ ہے کہ ملک پر اُن کا مستحکم قبضہ کبھی

متعلقہ باب ۱۲ کا صفحہ ۲

شاہ غرناطہ کی ڈھال

متعلقہ باب ۱۳ الکامل صفحہ ۲۳ جلد
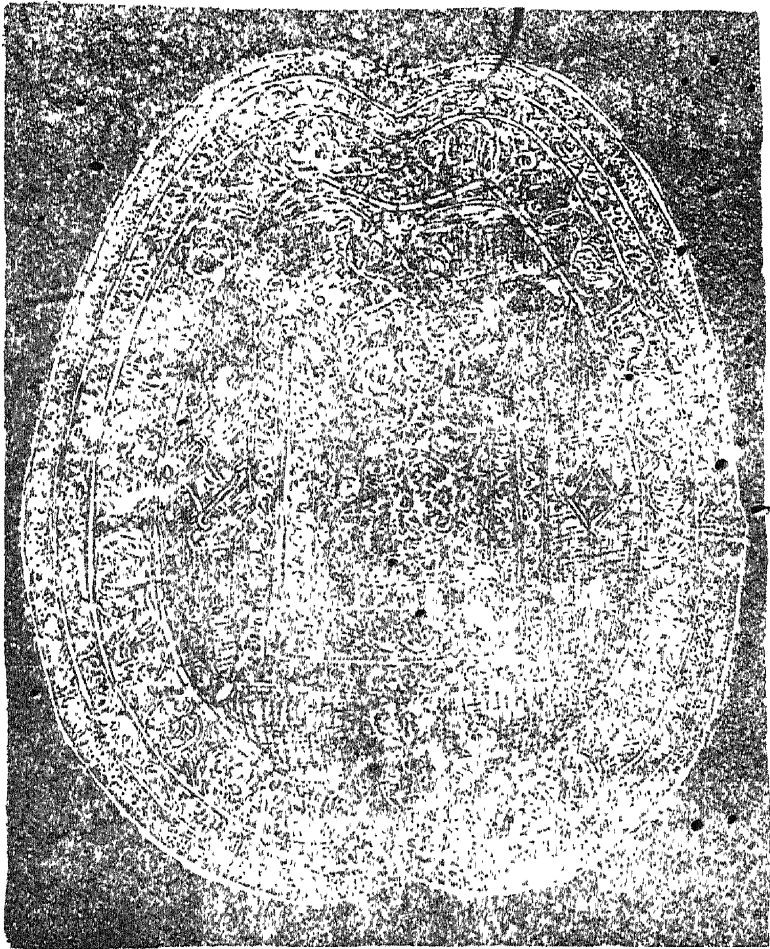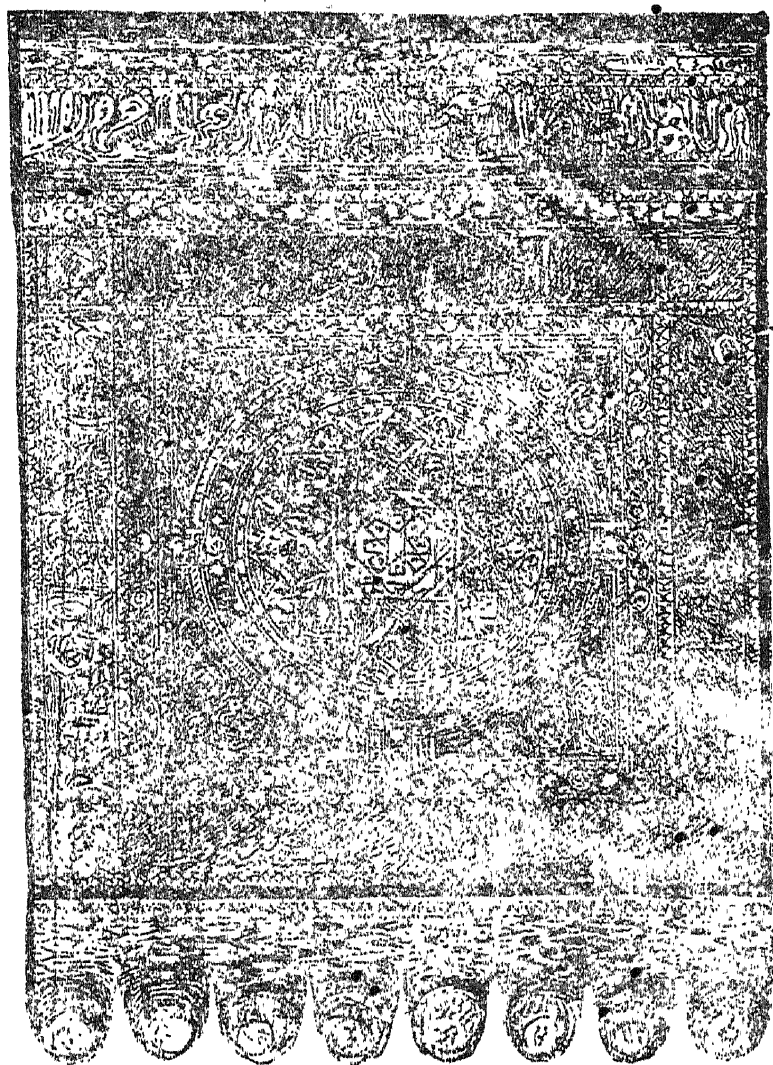
بنو المہدی کا پرچم

مسلمانون کے قبضہ سے ملک کا بہت کم حصّہ نکلا۔ صرف قلعہ جبل الطارق ایک مرتبہ ہاتھ سے جاکر پھر آگیا۔ مگر مسیحیون نے پھر اُسکو چھین لیا۔ علاوہ ازین چند اور مقامات بالخصوص الجیسیراس کو فتح کرکے کشائل مین شامل کیا۔ فی الجملہ مسلمانون کی سلطنت کی وسعت پندرہوین صدی کے اول پچہتر برس مین تقریباً وہی رہی جو تیرہوین صدی کے اوّل پچاس برس مین تھی غرناطہ کا یہ زمانہ نہایت امن و آسائش سے گذرا۔ کوئی فتنہ و فساد برانگیختہ نہین ہوا۔ اور بنو نصر کو علوم و فنون کی ترقی و تہذیب و شائستگی کی اشاعت کی طرف متوجہ ہونیکا موقع ملا۔ چنانچہ بہت کم عرصہ مین غرناطہ بلحاظ علمی و کسبی کمالات اور متمدنانہ طرزِ معاشرت کے رشکِ قرطبہ بن گیا۔ اُس کی عالی شان اور خوبصورت عمارتین تمام براعظم مین شہرۂ آفاق ہوئین قصر الاحمر۔ یا الحمرا[۱] جس کی بدیع المثال اور اعجوبہ روزگار صناعی اس مٹی حالت مین بھی سیاحانِ یورپ کو حیرت مین ڈالتی ہے۔ ایسی حالت مین تیار ہوا۔ اِس کی تعمیر مین مسلمانون نے فنِ معماری و سنگتراشی۔ اور فنِ مصوّری کے وہ کمالات دکھلائے ہین اور اُس کے در و دیوار مین عربی نقش کی ایسی عدیم المثال پچیکاری۔ گلکاری کا طلائی کام کیا ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے صناع آج تک اُس کے سمجھنے سے قاصر ہین۔ خود غرناطہ کی وضع قطع اور شاندار عمارات کو دیکھئے تو مستحکم قلعون کے درمیان گویا وہ نور ہیرا معلوم ہوتا تھا۔ اور ابھی تک معلوم ہوتا ہے مشہور کوہستان سیرا نویڈا کی وہ بلند اور کشیدہ قامت چوٹیان جو ہمیشہ برف سے سفید رہتی ہین عہدِ اسلام مین جبال القمر کہلاتی تہین۔ اُن کے دامن مین ایک نہایت سرسبز و شاداب اور وسیع الفضا میدان دور تک پہیلتا چلا گیا ہے جسکو "ویگا" کہتے ہین۔ ویگا کے کنارہ پر ایک طرف غرناطہ واقع ہے اور دوسری طرف الحمرا مثل ایک مسلح محافظ کے سر بفلک کشیدہ اس طرح کہڑا ہے جس طرح ایتہنز[۲] کے میدان مین قدیم

[۱] الحمرا کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس میدان مین یہ قصر واقع ہے اُس کا رنگ کچھ آہنی سا ہے۔ تیرہوین صدی مین اس کی تعمیر شروع ہوکر چودہوین صدی مین ختم ہوگئی۔ واشنگٹن اروِنگ نے ۱۸۲۹ء مین شہزادہ (ڈولگوروکی) کے ہمرکاب اسکی سیر کرکے۔ اپنے وہان کے مختصر زمانۂ قیام کے حالات مین ایک دلچسپ رسالہ بھی لکھا ہے جو گویا اس مقام کی تاریخی ناول ہے۔) ۱۲

[۲] ایتھنز یا مدینۃ الحکما یونان کا قدیم دار الخلافہ اور مشہور زمانہ شہر معدنِ علم و حکمت۔

اہل اتھنز (مدینۃ الحکما) کا مشہور حصار حصین اکروپولس شہر کی کسی بلند عمارت یا اگر زیادہ وسیع و دلچسپ نظارہ منظور ہے تو الحمرا کی عالی شان چھت پر چڑھکر سامنے نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ "ویگا" مین ہر طرف مد بصر تک زمردین فرش بچھا ہے جا بجا گلزار و مرغزار - نارنگیون اور انگورون کے باغات جن کی نضارت و تروتازگی مین گلشن فردوس کا جلوہ نظر آتا ہے - لہلہا رہے ہین - صاف اور شیرین پانی کے چشمے عجب خرام ناز سے تھم تھم کر بہتے ہین - ایسا نظر فریب منظر - موزون موقع اور ایسی فرحت افزا اور خوش آیند آب وہوا - اوندلس کے کسی شہر کو نصیب نہین ہوئی - جبال القمر کی تیز برفیلی ہواؤن کی بدولت شدید سے شدید موسم گرما مین بھی عجب لطف و آرام سے گذرتا ہے - زمین انتہا سے زیادہ قابل زراعت بلکہ زر و جواہر ریز ہے - الحمرا کی کرسی کے لیے مسلمانون نے "ویگا" کا ایک ایسا موزون بلند حصہ مثل سطح مرتفع پسند کیا ہے جسکو چارون طرف سے ایک معمول سے زیادہ ڈھلوان نالا بطور خندق گھیرے ہوئے ہے اس کے دامن مین شمال کی جانب دریائے ڈارو موجین مارتا ہے - اس قدرتی خندق کے کنارہ کنارہ چارون طرف اندر کی جانب - لوتالاٹ سنگین دیوارین جن پر جا بجا مناسب فاصلہ سے عالی شان مینار ایستادہ ہین - اس سطح مرتفع پر محیط ہین - مقام محاط جو شرقاً غرباً زیادہ سے زیادہ ۸۸۰ گز یا نصف میل لمبا ہے شکل مین کچھ کچھ ایسا ہے جیسا ایک مخروطی شکل کا پتہ کسی سطح ارستوی پر پڑے ٹکڑے پر قصر کے اندر جانے کا راستہ ایک بڑے جنگی مستحکم او گلناری رنگ کے برج سے ہے جس کا دروازہ

عرش الٰہی فلسفہ - ساحل سمندر سے تین میل کے فاصلہ پر میدان اٹیکا کے بیچ مین واقع ہے - اس کی چند پہاڑیون مین سے سینٹ جارج جسکو قدیم زمانہ مین لیکابیٹس کہتے تھے زیادہ مشہور ہے لیکابیٹس کے جنوب مغرب مین جو چار بلند پہاڑیان مین اور اب شہر مذکورہ کے نصف مین اُن مین سے سب سے نزدیک ایک میل کے فاصلہ پر اکروپولس کہلاتی تھی - جب کبھی دارا اور اُسکے بیٹے زرکزیز کی فوجکشی اور جنگ تھرمالپلی ۴۸۰ قبل از مسیح علیہ السلام کے وقت اہل اتھنز کا مشہور حصار حصین تھا - یہ پہاڑی قدرتی شکل مربع ناہموار عموداً ۱۵۰ فیٹ بلند اوپر سے چپٹی شرقاً غرباً ۱۰۰۰ فیٹ لمبی اور شمالاً جنوباً ۵۰۰ فیٹ چوڑی - ۱۲
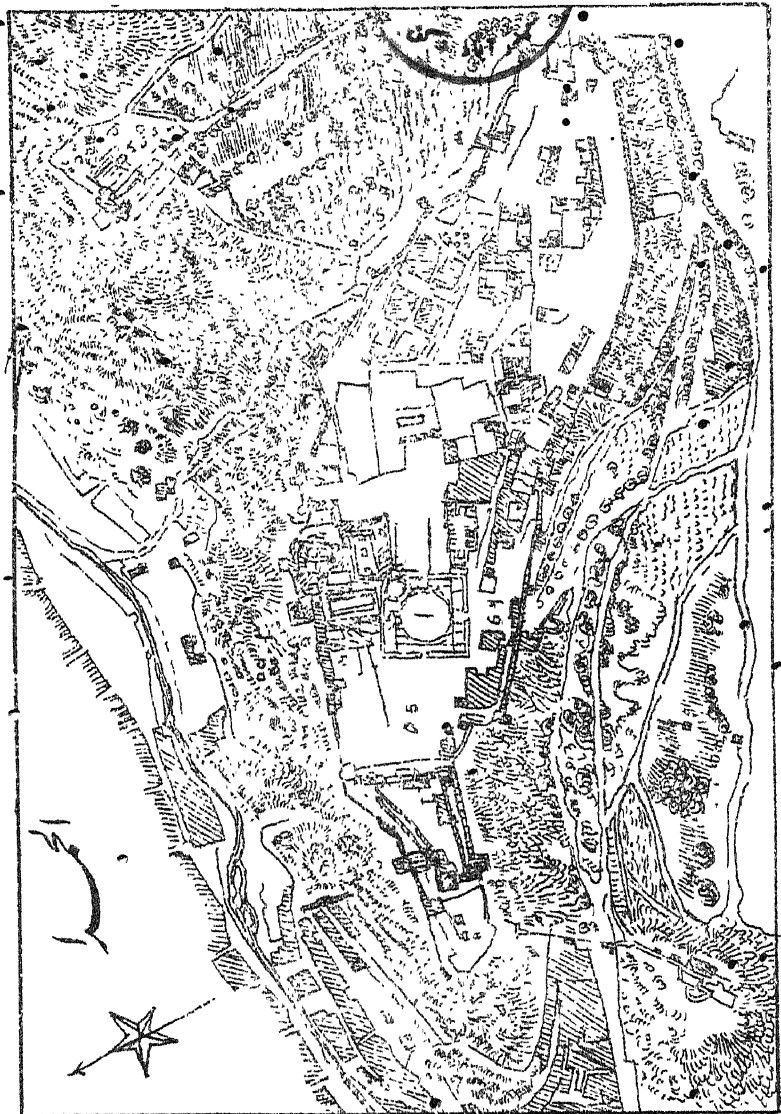
متعلقہ باب ۱۲ کا صفحہ ۳

نقشہ قصر واقعہ قریب غرناطہ

متعلقہ باب نمبر ۱۲ کا صفحہ

۱۰۹

(۱) چارلس پنجم کا ناتمام قصر (۲) کسار ریئل (۳) کیمرس کا مینار

(۴) قصر الاختین (۵) مقام الحوض (۶) باب العدل

نہین ہوا۔ اندلس کے بے چین صوبے مدت سے عزل و نصب اور دار و گیر دیکھتے دیکھتے جنگجو۔ اور انقلاب و سختی پسند ہو گئے تھے۔ ایسے نرم دل حاکمون کو وہ کب خاطر مین لاتے تھے جن کو فاتحین کی اسیقدر نوازش کافی تھی کہ مراکو سے دوسرے تیسرے سال کوئی سردار تنہا یا کبھی اتفاقیہ عندالضرورت معہ فوج آکر سرکش مسیحیون کی سرکوبی کر دے اور بس۔ آخرالذکر حیثیت سے جب کبھی وہ آتے تھے تو ہمیشہ کامیاب واپس جاتے تھے۔ چنانچہ ۱۱۹۵ء مین انہون نے مسیحیون کو الارکوس کے میدان پر جو بادا جوز کے قریب واقع ہے ایک بڑی بھاری شکست فاش دی جسمین ہزارون دشمن کھیت رہے۔ اور مسلمانون کے ہاتھ بے انتہا مال غنیمت آیا۔ لیکن بدلا بھی جلد ہی مل گیا۔ کیونکہ ۱۲۱۲ء مین لاس ناوا اس کے خوفناک میدان مین بنی مہدی کی قسمت کا سخت فیصلہ ہوا۔ اس لڑائی مین مسلمانون کی چھ لاکھ فوج مین سے صرف معدودے چند جان بچا کر بھاگی جن کی زبانی اس سانحۂ جانگزا کی خبر پہنچی [1] پھر تو یہ حالت ہوئی کہ شہر پر شہر مسیحیون کے قبضہ مین آنے لگے۔ اور دولت مہدوی کو زوال شروع ہو گیا۔ ادہر اہل اندلس بھی اُن کی شکنجہ نما حکومت کے تسلسل سے اب اُکتا گئے تھے۔ اور اب جو انہون نے دیکھا کہ ملک مین جس قدر خاندان تھے ان مین نفاق شروع ہو گیا ہے۔ ادہر افریقہ مین ان کے حریف و مقابل قبیلون نے قلب سلطنت پر حملے شروع کر دیئے ہین۔ تو موقعہ پا کر اس بوسیدہ حکومت کو جس مین اب کچھ جدت باقی نہ رہی تھی۔ زمین پر پٹکنا چاہا۔ اور ۱۲۳۵ء تک اُس سے سبکدوش ہو گئے۔ ایوان حکومت کو خالی دیکھکر ایک عربی سردار "ابن ہود" نے قبضہ کیا۔ اور ملک کے بیشتر حصّہ جنوبی پر حکومت شروع کر دی۔ آخر اُس کے انتقال پر ۱۲۳۸ء مین عنان حکومت گردش کرتے کرتے "بنو نصر" فرمانروایان غرناطہ کے ہاتھ مین آ ٹھہری۔

"بنو نصر" کا عہد۔ اندلس مین مسلمانون کی بزم آخر تھی۔ کیونکہ اُن کے قبضہ مین اب ملک کا بہت کم حصّہ باقی رہ گیا تھا۔ بلکہ ۱۲۳۸ء و ۱۲۶۰ء کے درمیان فرنینڈ و ثالث

---

[1] مؤرخ صاحب مہربانی کر کے یہ بھی تو بتلاتے کہ الارکوس کے میدان سے مسیحی کتنے بچ کر بھاگے۔ "ہزارون" پر اکتفا کرنا تو مناسب نہین۔ ۱۲ مترجم

والی کسٹائل اور جیمی اول والی اراگون بنے - بلاد ویلنشیا - مرشیا اور سیویل فتح کرکے اس کو کمتر کردیا - جس سے اب اُن کی حکومت صرف اُسی قدر حصۂ ملک مین رہ گئی جس قدر بین زمانۂ حال کا صوبہ گرنیاڈا (غرناطہ) ہے یعنی وہ اضلاع جو کوہستان سرانویڈا کے قریب اور ساحل سمندر پر المیریا اور جبل الطارق کے درمیان واقع ہین -

اس تنگ سرزمین مین محدود ہوکر مسلمانون کی قسمت مین دو سو پچاس برس اَور اسپین پر حکومت کرنا لکھا تہا - اگرچہ ہر طرف وہ اپنے کامیاب حریفون سے گھرے ہوئے تھے مگر پھر بھی اُن کی جنگی طاقت کچھ کم یا کمزور نہ تھی - امصار و بلاد نو مفتوحہ کے والنٹیر باشندے مغلوب ریاست ہائے اسلام کے دلاور سپاہی جو اپنے مسیحی فاتحون سے ازبس متنفر تھے سُلطان غرناطہ کی تلوار سے خدمت کرنے کے لیئے ہر طرف سے جمع ہوگئے - کیونکہ اب اُس کے سوا کوئی مسلمان بادشاہ ملک مین باقی نہ رہا تھا اور اِس لیئے وہ "قحط الرجال" زمانہ مین بسا غنیمت معلوم ہوتا تھا - چنانچہ مؤرخون کا قول ہے کہ ویلنشیا سے پچاس ہزار اور سیویل - مرسیہ - کیڈیز سے ایک لاکھ مسلمانون نے بھاگ کر سلطانی ظلِّ حمایت مین پناہ لی - لیکن با اینہمہ غرناطہ کو باجِ کسٹائل کا حلقہ بگوش اور باجگذار رہنا پڑا - خاندان بنی نصر کا بانی ابن الاحمر[1] جو اصلی سرداران عرب کے قبیلے سے تہا - اگرچہ نہایت دلیر اور اولوالعزم شخص تھا - مگر اپنے حریفون کی جو اب تقریبًا تمام اسپین پر قابض و متصرف تھے - تاب مقاومت نہ لاسکا اور بالآخر شاہ فرنڈو اور اُس کے فرزند و جانشین الفنسو ملقب بہ "العالم" (مؤلف حیات السید) دونون کا مطیع و باجگذار بننے پر مجبور رہا - ایک مرتبہ گو اُسنے اپنے آپکو اس کی عنایت سے آزاد کرنے کی کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ ہوا - اِس واقعہ کے بعد مسیحیون نے غرناطہ کا کبھی رُخ نہین کیا بلکہ اُسکو اُسی کے حال پر چھوڑ کر خود مفتوحہ اضلاع کے نظم و نسق اور جھوٹے دعویداران سلطنت کے انسداد مین جو وقتًا فوقتًا ملک مین پیدا ہوتے تھے مصروف ہوگئے - البتہ مسلمانون نے اُن پر اکثر یورشین کین - لیکن آخر کار اُن کو اس دوم درجہ کی خودسر حکومت پر طوعًا کرھًا قناعت کرنا پڑی - بلکہ ۱۴۶۳ء مین تو محمد دہم سلطان غرناطہ نے مسیحیون کو بارہ ہزار ڈوکیٹ (ایک سکہ) بطور خونبہا کے اَمن بھی دیا - اِن دو صدیون مین

---

[1] اس کے بدن کی جلد اور بالون کا رنگ نہایت خوبصورت اور سُرخ تہا - ۱۲

متعلقہ باب ۱۲ کا صفحہ
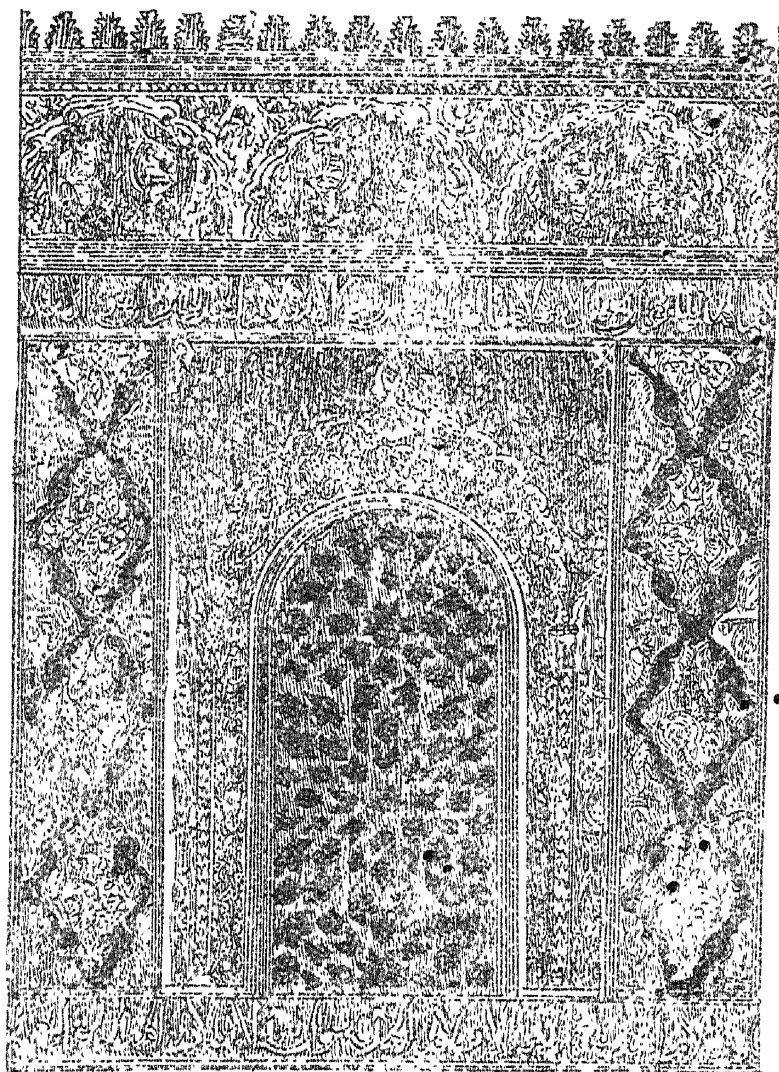
"باب العدل" کہلاتا ہے - یہ وہی مبارک برج ہے جسمین کبھی خلفائے بنو نصر - مثل
عبرانی ججون کے معدلت گستری کیا کرتے تھے - اندر داخل ہو کر فرش کرسی سے ۴۸ فیٹ
بلند دو خوبصورت پتھرون پر جو ایک خوشنما محراب بشکل سہم اسمین نصب ہین - ایک بڑی
بھاری کنجی اور ہاتھ کا نشان کندہ دکھلائی دیتا ہے - برج کو طے کرکے جب سیاح اندر پہونچتا
ہے تو اپنے آپ کو دفعتہ ایک مربع احاطہ کی شکل کے ایوان مین پاتا ہے - جس کے ایک جانب
وہ ناتمام عمارت ایستادہ ہے جسکو چارلس پنجم نے شروع کیا تھا -

چنانچہ وہ برآمدہ جسکو طے کرکے قصر الاحمر کے خاص دروازہ پر پہونچتے ہین اس
عمارت کے ایک گوشہ کو کاٹتا ہوا گذرتا ہے - اور سیاح کو ایک اور اس سے بھی زیادہ خوبصورت
ایوان مین داخل کردیتا ہے جسکو **ایوان الآس** کہتے ہین - کیونکہ آس کی گنجان بیلین
اُس کی دیوارون کو چارون طرف سے اپنے قدرتی دامنون مین چھپائے ہوئے ہین - یہان سے
ایک تنگ مگر خوشنما راستہ طے کرکے ایک تیسرے ایوان مین پہونچتے ہین جو قریباً ایک سو
چالیس فیٹ طویل اور ستر فیٹ عریض ہے - آفتاب کی درخشندہ شعاعین ہر طرف سے
بے روک ٹوک پڑ کر اس ایوان کی قدرتی فضا کو اس قدر نظر فریب کرتی ہین کہ آگے بڑھنے کو
جی نہین چاہتا - عین وسط مین صاف شفاف پانی سے لبریز ایک بڑا وسیع تالاب بنا
ہے جس مین رنگ برنگ کی سنہری مچھلیان آزادی سے ادھر اُدھر تیرتی پھرتی ہین - تالاب
کے چارون طرف ادھر کنارہ کنارہ اُدھر فاصل دیوارون سے ملے ہوئے خوش قطع برآمدے
پرّہ باندھے کھڑے ہین - جن کی مشجر چھتین بے شمار خوشنما اور سرو قد ستونون پر ٹھہری
ہے - شمالی دیوار سے ملا ہوا - کمیرس کا عالیشان مینار بشکل مربع اسقدر بلند ایستادہ ہے کہ
تمام اُفق نظر سے چھپ جاتا ہے - یہہ درحقیقت "دار الامن و السرور" ہے - تالاب
کے مخرج اور مدخل اور آبشارین بنانے مین نہایت اعلے درجہ کا کمال دکھلایا ہے - پانی
ایسے بڑے حوض مین اسقدر آہستہ آہستہ داخل ہوتا اور نکلتا ہے کہ ذرا بھی آواز نہین ہوتی -
اور پھر اُسمین بے شمار چھوٹی چھوٹی مچھلیان اسقدر خوشرنگ کہ آفتاب کی سُنہری
شعاعین جب شفاف پانی سے گذر کر اُن کے ہفت رنگ سُنہری پرون پر پڑتی ہین تو
معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہزارون آبدار ہیرے لعل و زمرد نیلم و پکھراج پانی کے بیچمین بے ترتیب
بکھرے پڑے ہین - مقام اسقدر محفوظ ہے کہ کوئی بیرونی آفت اُس کے امن و سرور مین

ذرہ بھی مخل نہیں ہو سکتی ۔

اگرچہ اس ایوان میں داخل ہو کر قوت سامعہ بالکل معطل ہو جاتی ہے ۔ جبکہ مذاق چشم
ہر طرف سناٹا ہے گویا ہر شے منظر فریب مگر مثل تصویر ساکت ہے ایوان پر ہیبت لگا سکے
متوجہ بات دیتا وہ ہے ۔ مگر یہ سکوت و خاموشی کچھ ناگوار طبیعت پر اس وحشت انگیز ویرانیت
سے مشابہ نہیں جو موت اور بربادی غیر آباد ویران مقامات پر اور شوقین سیاح کے دل پر
طاری کر دیا کرتی ہے ۔ اگرچہ یہ مکان سنسان کہیں ایک تن بیجان ہے ۔ سیاح اسمیں تو مسند داخل
ہوتے ہی مثل تصویر طلسم خاموش سیر کرتا ہے ۔ اور ہر شے کے ساتھ ملال و الم آ ہی لیکن بھی گرد و پیش تو ممکن ہے کہ ان یادگار زمانہ مکانات
کے مکین ان عالیشان عمارات کے مرحوم مالک عالم خیال میں اس سے ہمکلام ہو کر نقشہ تصویر کا سیر کرا رہے ہیں ۔ اس خیالی
سیت میں سیر کرتا ہوا سیاح اس ایوان سے آگے بڑھتا ہے اور اول ایک نہایت خوبصورت
کشتی نما نشیمن دالان یا جلوخانہ میں پہنچتا ہے جسکو "بارگاہ" کہتے تھے اور پھر آخر "ایوان السفیر"
میں داخل ہوتا ہے ۔ صدر مقام پر نظر ڈالتے ہی عالم خیال میں وہ دیکھتا ہے ۔ کہ جناب
جلالت مآب ۔ سلطان السلاطین ۔ شہنشاہ کشورستان ظل اللہ ۔ خلیفہ غرناطہ خلد اللہ ملکہ
سریر سلطنت پر شاہانہ سطوت و جبروت سے جلوہ افروز ہیں ۔ ارکین دربار ۔ اعیان حضرت
تخت کے گرد بشکل ہلال دست بستہ ایستادہ ہیں ۔ اس کی گہرائی ہوئی اور مرعوب نظر
یہاں سے اوچ پہنچ کر ایوان عالی شان کی گنبدین سقف پر پہنچتی ہے لیکن اس کے سراپا
مطلا و شعر نقش بالاغاث نشستگاہیں ۔ زنگار رنگ کے تراشے ہوئے کار نفیس نظر کے
لیئے بھول بھلیاں بن جاتی ہیں ۔ اور چھت کی سطح کی جواہر نگاری ۔ زمردین مطلائی ۔ بلورین
رنگ کی شگوفہ کاری جنمیں جا بجا چاند ستارے اور زرین ماہچوں کی شکلیں رنگ برنگ
کی تراش کر اس قدر خوبصورت بنائی گئی ہیں کہ جگمگاتے ہوئے آسمان کا جلوہ نظر آتا ہے
نظر کے لیئے زنجیر پا ہو جاتے ہیں ۔ جب اسکو یہاں بھی قرار نہیں ہوتا تو گردش کرتی ہوئی
دیواروں پر آتی ہے ۔ جن کی سفید سنگ مرمری استرکاری کی نزاکت اور چمک سے
آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں ۔ استرکاری پر قدیم متبرک زمانہ سکون کے نمونے طرح طرح کے عربی
کتبے ۔ جن کے خط گلزار اور عجیب و غریب خطوں میں لکھے ہوئے حروف جا بجا
پچکاری اور گلکاری کے بیچ میں اسقدر کاریگری اور نزاکت سے کندہ ہیں کہ دیواروں کو قدرتی
گلزار کا نمونہ بنا دیتے ہیں ۔ دیواروں میں ایکطرف بلندی پر جا کے دریچوں کی جانب وہ دریچے کھلا

متعلقہ باب ۱۲ کا صفحہ ۹

ایوان الاسد
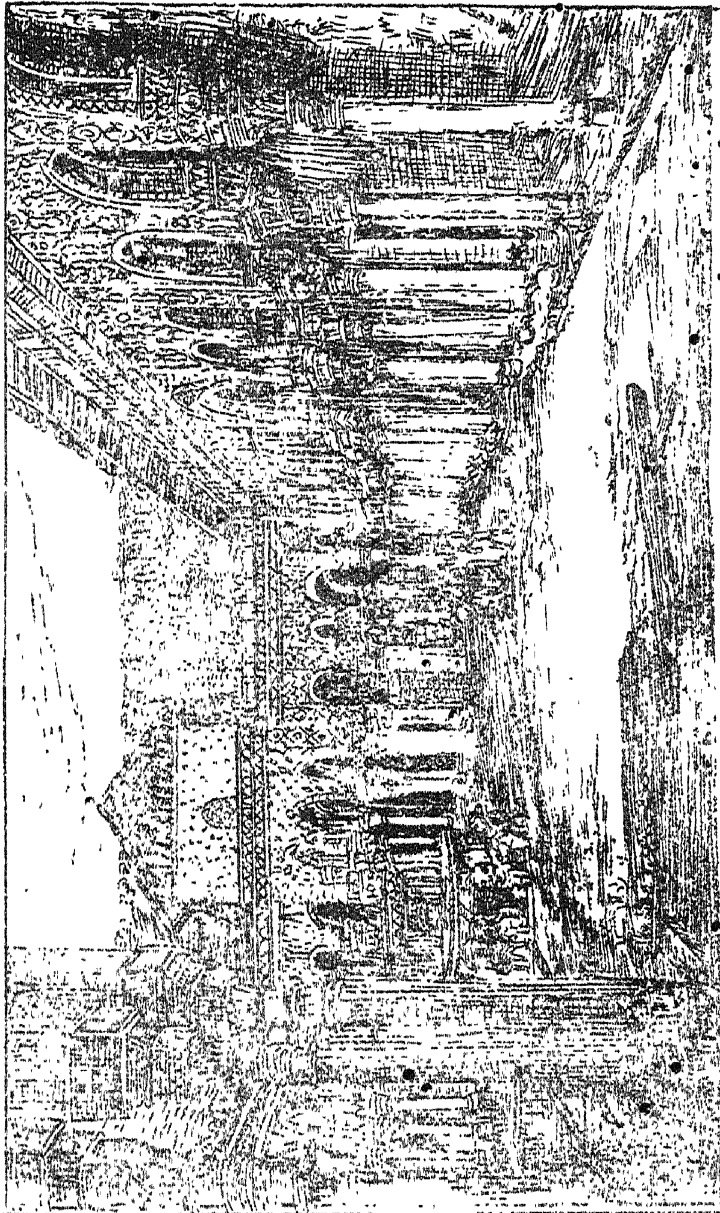
ہے جس سے پانسو برس ہوئے کہ عائشہ نے ابو عبد اللہ کو ایک ٹوکرے میں بٹھا کر نیچے
لٹکایا تھا ! یہ وہی ابو عبد اللہ ہے جس کی بابت چارلس پنجم نے الحمرا کی سیر کر کے کہا تھا ۔
"اُس شخص سے زیادہ بدنصیب دنیا میں کون ہوگا جو اس رشک گلزار ارم سے یکلخت نکال دیا
جاوے" سیاح کا خالق تصورات خیال مسلمانوں کی مرحوم شوکت و عظمت سے مسرور الوقت
و محو حیرت ہو کر رفتہ رفتہ پندرہوین صدی کے واقعات کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔ آہ !
انقلاب پسند زمانہ کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے ۔ کیسے کیسے پردے اُلٹتا ہے ! وہ دیکھتا ہے
کہ اسٹیج کا سین بالکل بدلا ہوا ہے ۔ ملکہ ازابلا تخت پر جلوہ فرما ہے ۔ نئی دنیا کا دریافت کرنیوالا
یا یون کہو کہ خالق امریکہ کولمبس ۔ سراپا ادب سامنے کھڑا التماس کرتا ہے "غلام کو اجازت
دیجائے کہ بندگان حضور کے مضافات میں ایک نیا براعظم داخل کرے ۔ اور تاج شہی کو ایک
نئے دُرِ یتیم سے زینت دے"

مد ایوان لیفنڈ کے اندر سے سیر کر کے سیاح چھت کے اوپر پہونچتا ہے جس پر
چونہ گچ کا پختہ فرش ہے ۔ چھت کا راستہ ایک خوش قطع زینہ سے ہے ۔ جس کی تنگ
سیڑھیاں متواتر گھومتی ہوئی عمودًا بلند ہوتی ہین ۔ یہ وہ مبارک زینہ ہے جسپر کبھی گل اندام
شہزادیاں اور جوان رعنا شہزادون کے جھرمٹ ۔ گھبرائے ہوئے قدمون سے اس لیئے چڑہتے
تھے کہ بلند فصیل کے محفوظ مورچون سے کسی آنے والے غنیم کی فوج ۔ یا میدان ویگا
مین معرکہ آرائی کرنیوالون کی قسمت کا فیصلہ دیکھ لین ۔ غرض جب سیاح اوپر پہونچتا ہے تو
عجب دلفزا منظر دیکھتا ہے ۔ اُس کی متجسس نظر دور تک وسیع الفضا میدان مین پل پنوس
کو ڈہونڈتی پھرتی ہے جس کے قبضہ کے لیئے صلیب اور ہلال نے متواتر زور آزمائیاں
کی ہین ۔ جب اُلوالعزم کولمبس مایوس و دل شکستہ ہو کر ملکہ ازابلا کے دربار سے ناکام پھرا اور
اس جستجو مین چلا کہ کسی اَور زیادہ کریم بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنے عزم بالجزم کو
پورا کرنے مین اُس سے مدد لے ۔ اور ملکہ نے کچھ سوچکر بالآخر اُس کے پیچھے قاصد دوڑایا تو
قاصد اُسکو اسی مشہور پل سے واپس لے گیا تھا ۔ ناظرین یہ نہ سمجھین کہ یہ واقعات جس کی بدولت
پل پنوس کو تاریخی مقام ہونیکا فخر حاصل ہے ۔ ایک افسانہ محض ہے ۔ بعید القیاس افسانے
اور محال عقل داستانین الحمرا کے عجائب و غرائب کا جزو ہین ۔

اس ہیبتناک بلندی سے سیاح کی شوقمند نظر ۔ ویگا مین گردش کرتی ہے ۔ اور اُس کی

بے شمار اونچی نیچی عمارات سے بل کھا کر گذرتی حرم سرا سے جا ملتی ہے جس کے خوشنما دریچوں سے تمام میدان کا نظارہ بے تکلف کر سکتے ہیں - اور کچھ عجیب لطف کے ساتھ کہ جس قدر انتہا تک نظر بڑھتا جاتا ہے - اسیقدر نظارہ دلچسپ و دلفریب ہوتا جاتا ہے - خاص خلوتکدہ سلطانی کے دروازہ کے قریب سنگ مرمر کے فرش ہیں - جا بجا چھوٹے چھوٹے سوراخوں کی خوشنما جالیاں بنی ہیں - فرش کے نیچے بطور تہ خانہ ایک خلا ہے - جس میں عود و عنبر اور اگر کی بتیاں روشن کی جاتی ہیں - اور مشام و دماغ کو معطر کرنے والے بخورات ان سوراخوں سے نکل کر جاتو ان محل کے عشرتکدوں کو رشک جنت بنا دیتے تھے - ہر طرف اس قسم کے لوازم عیش و عشرت دیکھکر مشرقی مذاق زندگی پر حیرت ہوتی ہے - نیچے وہ سرسبز باغ لہلہاتا ہے جسکو لیڈی اراجا کہتے تھے - واشنگٹن ارونگ جس زمانہ میں ان مقامات میں فروکش تھا جنکو وہ اپنے ذہن میں تاریخی مقامات گردان بیٹھا ہے - تو اس باغ کے نظارہ سے محظوظ ہوتا تھا - باغ تو بذات خود کچھ ایسا قابل دید نہیں - ایک چھوٹا سا مزروعہ قطعہ ہے - مگر اس کے قریب جو خاص سلطانی حمام ہیں - وہ البتہ نہایت اعلے درجہ کی صنعت کا نمونہ ہیں . . . . - ان کے در و دیوار پر اسقدر نازک طلائی اور نقرہ شگوفہ کاری اور خوشنما پچیکاری کی ہے - زبرجد سماق نیلم ہر رنگ کے قیمتی پتھر کے ٹکڑوں سے ایسے نفیس جال بنائے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے - ان سے ملا ہوا ایک خوش قطع حوض بنا ہے جسکا شفاف پانی کچھ عجب سریلی اور دلکش آواز سے تھم تھم اور لہرا لہرا کر اس طرح مخرج کی طرف بڑھتا ہے کہ گویا سروں ہی سے ملنے کے لیئے اُس سے ان خوش گلو مطربوں اور خوش آہنگ سازندوں کی تلاش ہے جو کبھی حمام کی تیاری کے وقت کمروں کے بعضی تہ نشینوں اور بالا خانوں میں نظر سے پوشیدہ بیٹھکر نغمہ سرائی کرتے تھے اور خاتونان عفت مآب کے جمگھٹ اپنے اپنے عشرتکدوں سے نکلکر ان کمروں سے بے تکلف گذرتے تھے - آزاد طاؤسوں کی طرح زربفت مسندوں پر ادھر ادھر بے قرینہ بیٹھے - آگے سے سرور الوقت خراماں خراماں حمام کی طرف بڑھتے تھے - ہر ایک حمام سالم سنگ مرمر سے تراش کر بنایا گیا ہے اور ایک گنبد نما کوٹھری میں شکل بیضہ سیمرغ الگ الگ کہا ہے - اور روشنی کے لیئے مناسب بلندی پر نہایت خوبصورت جالیاں بنی ہیں جنمیں جا بجا ستارے اور گلاب کے پھول لگے ہیں -

متعلقہ باب ۱۳ کا صفحہ ۱۱- اور ۱۲

روضۃ الناظرین
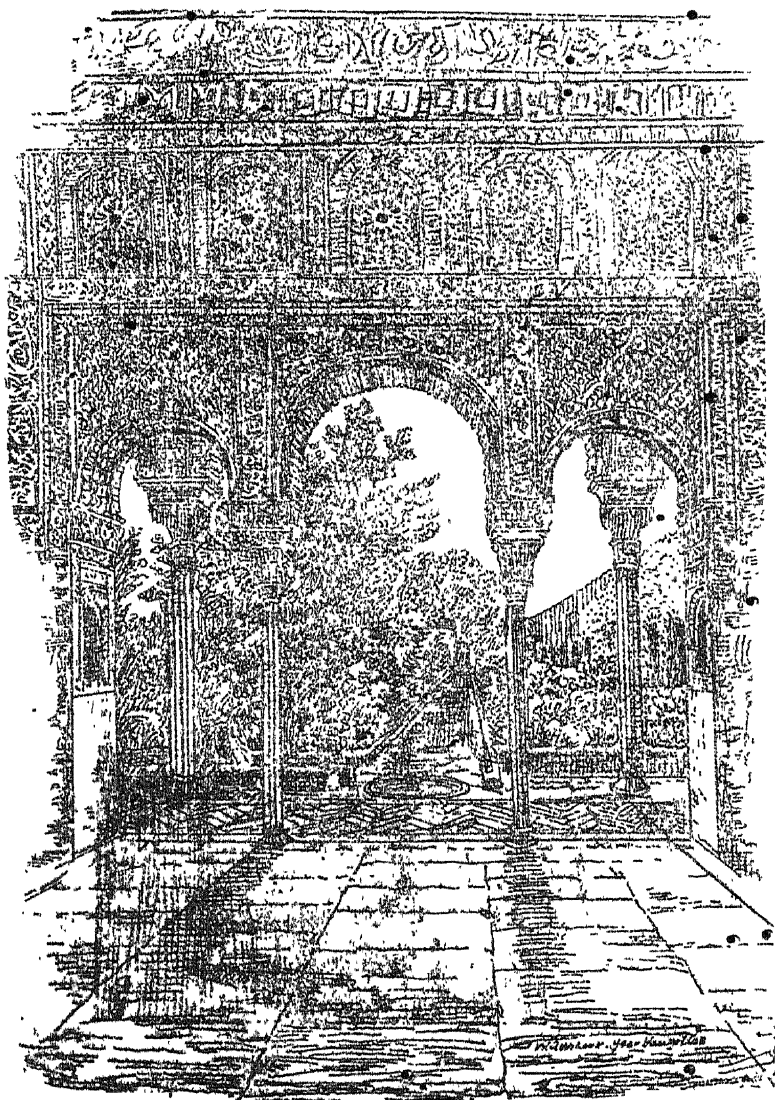
قصر الاحمر مین سب سے زیادہ رفیع الشان عمارت ایوان الاسد کی ہے جو وسعت مین ایوان الآس سے کسی قدر چھوٹا ہے ۔ مثل اور ایوانون کے اسمین بہت خوش وضع برآمدے ہر طرف پڑے باندھے ہین جن کی چھتین سنگ مرمر کے ایک سو اٹھائیس ستونون پر ۔ جو تین تین اور چار چار کی ترتیب سے مناسب فاصلہ پر ایستادہ ہین ٹھیری ہوئی ہین ۔ اور اگرچہ کچھ زیادہ بلند نہین ۔ مگر اُن کے در و دیوار کا مشجر اور مطلا غلاف ۔ خوبصورت نقش و نگار ۔ عربی کتبون کے جلی قلم سے لکھے ہوئے حروف جو نہایت نزاکت اور خوبصورتی سے گلکاری کے بیچ مین کندہ کیئے گئے ہین ۔ زنگار رنگ کی شگوفہ کاری اور اسی قسم کے اَور کمالات فن مصوری ۔ وہ لیانی رنجقہ فیشن کی بے شمار خوشنما محرابین جو دونون طرف سے بل کہاتی ہوئی اُٹھکر درون کے عین سمت الرأس پر مل جاتی ہین ۔ محرابون کی پیشانی پر وہ خوبصورت تریخ نما قبّے اور کشیدہ قامت مینا ریان جو موقعہ موقعہ پر مزین ہین ۔ سفید سنگ مرمر کے حوض ۔ اور وہ خوش قطع تالاب جس مین سنگ مرمر کے بارہ مصنوعی شیر اپنے بڑے بڑے دہانون سے صاف اور ٹھنڈے پانی کی دہارین چھوڑتے رہتے تھے ۔ وغیرہ اس قسم کے عجایب و غرایب ہین کہ اگر شاعرون اور فسانہ نویسون سے ان کی تعریف مبالغہ کی حد تک پہونچائی ہے تو کچھ تعجب نہین ۔

اس ایوان کی سیر کر کے سیاح بذریعہ ایک خوبصورت دروازہ کے جو حسب معمول رنگ برنگ کے نقش و نگار سے ایک اطلسی لباس پہنے ہوئے ہے ایوان بنی سراج مین داخل ہوتا ہے کہتے ہین کہ اس خاندان کے اکابر ابو عبد اللہ کے اشارہ سے اسی ایوان مین قتل ہوئے تھے ۔ اور یہی وجہ تسمیہ ہے ۔ چنانچہ فرش کے ایک پتھر پر چند دہبے بھی دکھلائے جاتے ہین جو گویا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہان ضرور خونریزی ہوئی تھی ۔ اور سریع الاعتقاد سیاح یقین بھی کر لیتے ہین ۔ عام روایات خواہ کچھ ہی ہون مگر اس ایوان کا ظاہری و دلفزا منظر ایسی خونریزی کے لیئے موزون معلوم نہین ہوتا ۔ اُس کی خوبصورت چھت جو بلورین شگوفہ کاری سے ایک جگمگاتا ہوا ستارہ معلوم ہوتی ہے چھت کی منور خوشنما دریچیان جن کے ذریعہ آفتاب کی روشنی اندر داخل ہو کر اور بلور سے اکتساب صور حاصل کر کے در و دیوار کی زیبا رنگی ۔ محرابون کی سرخ اور لاجوردی گلکاری کو دوبالا کرتی ہین ۔ غرضکہ ہر ایک شے مبدء امن و سرور معلوم ہوتی ہے ۔ اور اگر تاریخ کے پاس خاطر سے نہین تو بپاس خاطر انسانیت ہمکو

شبہ ہے کہ ابو عبد اللہ مرحوم کے دامنِ تمدن کا دھبہ ہو۔

اگر الحمرا کی تمام عمارات اور اُس کی بدیع المثال صناعیاں ایک ایک کرکے دیکھیں تو وقت نہیں رہتا۔ اس لیے سیاح ایوان بنی سراج سے نکلکر خطِ مستقیم وہ سڑک اختیار کرتا ہے جو دونوں طرف پستہ اور انجیر کے درختوں۔ گلاب اور طرح طرح کے پھولدار پودوں سے آراستہ **لوس معلی نوس** (جنت کا نام) کو کاٹتے ہوئے ایک اور قصر عالی شان کے احاطہ میں ختم ہوتی ہے جسکو روضۃ الخلفا کہتے ہیں۔ موسم بہار بسر کرنے کے لیے یہ گویا الحمرا کا تفریح گاہ تھا۔ اس کا بیرونی منظر کچھ ایسا پُر تکلف نہیں بلکہ مشرقی قطع و وضع کے مکانات کی طرح معمولی سادگی پیش نظر کرتا ہے۔ دیواروں میں نہ کوئی دریچہ ہے نہ ہوا اور روشنی کی آمد و رفت کے لیے کوئی خدیو شہ نشین۔ بالاخانے۔ برآمدے۔ محرابی راستے تمام خراب و خستہ گرد آلودہ اور اپنی بیکسی پر گویا آپ نوحہ خواں ہیں۔ دیواروں کی وہ نازک نقش و نگاری جس نے صناعانِ عرب کو کبھی یکتائے زمانہ کا خطاب دیا تھا سفیدی کے پھرنے سے بالکل ماند ہو گئی ہے۔ اسی طرح کندہ کیے ہوئے بیل بوٹے اور پھول پتے سب۔ بے نور آنکھوں کی طرح بالکل بے آب ہیں۔ غرضکہ اس قصر کی اندرونی خوبصورتی اور زیبائش بلکہ تمام انسانی صناعی کے کرشمے۔ فنا ہونیوالے انسان ہی کی طرح مدت ہوئی کہ رخصت ہو چکے ہیں۔ البتہ قدرت کے لازوال کرشمے ہنوز موجود ہیں۔ اُس کے باغوں کی نضارت و تر و تازگی اُسی طرح نظر فریب ہے گو وحوش و طیور سے لیتے۔ اسکی پھلی پھولی گلزار ابھی تک دنیا کی ناپائیداری پر خندہ زن ہیں اور اُس کے پاکیزہ اور شیریں پانی کے چشموں پر ابھی تک سبیل لگی ہے لیکن صرف مرغ و مور کے لیے۔ چنانچہ ایک چشمہ قصر کے طول میں سنگ مرمر کی ایک مصنوعی گذرگاہ سے بہتا ہے جس کے ایک حصہ پر مسلسل محرابوں کی زمین دوز چھت بطور پُل بنی ہے۔ پانی اس تنگ سا راستہ سے تیزی کے ساتھ بہتا ہوا جب باہر نکلتا ہے تو سدا بہار (ایور گرین) بیلوں کی پیچ و خم کھاتی ہوئی شاخیں اُسکو ہر طرف سے اپنے سبز دامنوں میں چھپا لیتی ہیں۔ اور شمشاد۔ صنوبر۔ ترنج۔ نارنگی کے درخت جو دونوں طرف موزوں فاصلے سے پرے باندھے کھڑے ہیں۔ اپنے گہرے سایہ کی قنات کھینچ دیتے ہیں تاکہ آفتاب کی دست درازیاں کارگر نہوں۔ اس کے علاوہ جا بجا فوارے۔ حوضیں تیز بہتے ہوئے چشمے یا خاموش و ساکن تالاب۔ چھوٹے چھوٹے سوتے جو پاس کی قدم چاہوں میں سے

متعلقہ باب ۱۳ آ کا صفحہ ۱۱
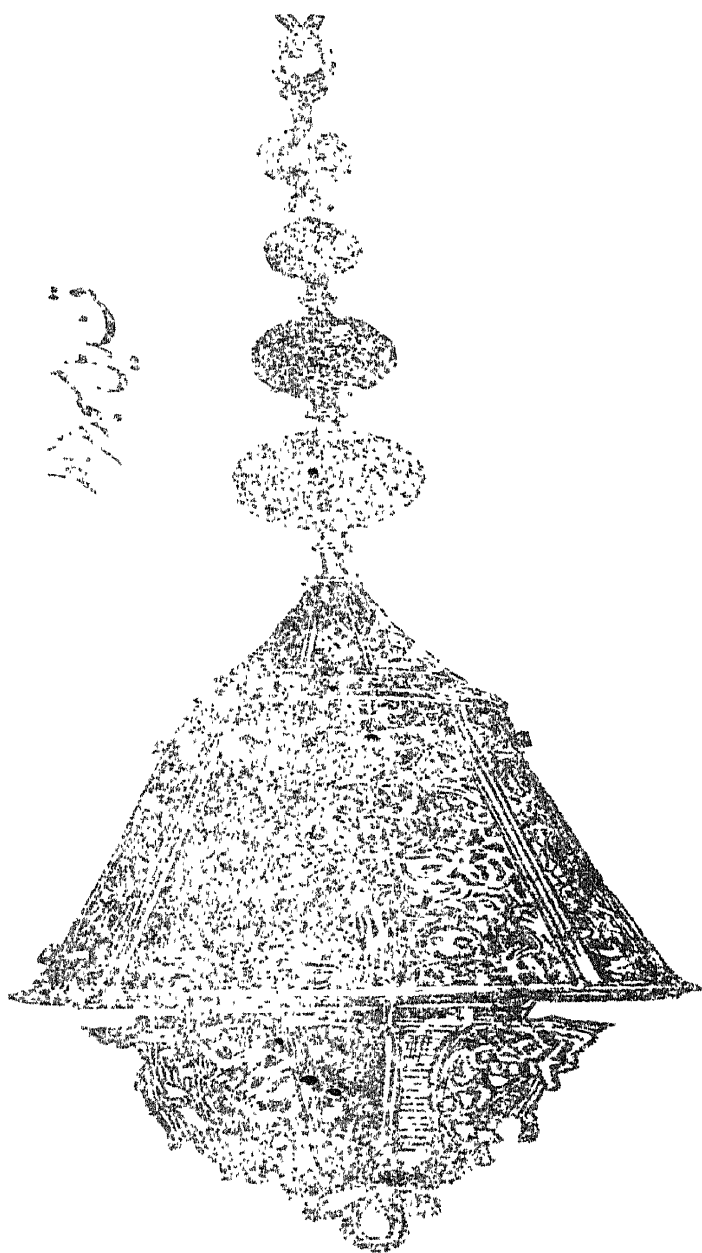
سیراب ہوتے ہین - کہین نہرین عجیب دلکش آواز سے آہستہ آہستہ جاری ہین کہین آبجوئین ادہر ادہر بل کہا کر بہ رہی ہین جن کے صاف شفاف پانی ہین ایک دوسرا نیلگون آسمان جہلملاتا ہے - غرضکہ تمام کے متن اور حاشیہ پر ایک روپہلا جال بچھا معلوم ہوتا ہی جسکو دیکھکر مسلمانون کی اس اعلےٰ درجہ کی کمال اور نہایت عدیم المثال ہنرمندی پر سخت حیرت ہوتی ہے -

واشنگٹن ارفنگ اس مقام کی بابت لکھتا ہی :-

"اسپین کے رنگین مزاجون کے لیے یہان جمیع سامان عشرت موجود ہین - قسم قسم کے لذیذ اور شیرین میوے صاف اور ٹھنڈے پانی کے چشمے - دماغ کو معطر اور روح کو تازہ کرنیوالی ہوا کے جھونکے - طائران خوش الحان کے چہچہے - طرح طرح کے ہفت رنگ خوشنما پھول - سدا بہار بیلون کے گنجان جھنڈ - سرسبز شاداب کنج باغ جہان اغیار کا خیال تک بھی مخل حجاب نہین ہوسکتا غرضکہ تمام مذاقات زندگی موجود ہین - مَین نے یہان کے زمانہ قدیم مین اکثر ہے وہ عجیب وغریب نظارہ بچشم خود دیکھا ہے جو ہمارے بامذاق مصور جنوبی ملکون کے باغات ومحلات کا خاکہ کھینچتے وقت بڑے ذوق شوق سے دکہلایا کرتے ہین چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کونٹ آو (غرناطہ کا نواب) گرینا ڈا کے بیٹی کا سینٹس ڈے (ایک تہوار کا دن) تہا اور وہ علی الصباح اپنے نوعمر ہمنشینون کے جھرمٹ سمیت شہر سے الحمرا مین آ گئے تا کہ گرمی کا پہاڑ سا دن - ان ہوادار کمرون اور سبز باغون مین ادہر اُدہر گھومکر گزارین - روضۃ الناظرین کے گلگشت صبح کی سیر کا لازمہ تھا چنانچہ یہان پہنچکر ہمارے نوجوان دوستون نے عجب تماشا دکھلایا بعض شوخ طبیعت در چلبلے باغ کی خوشنما روشون پر ادہر ادہر بے فرینہ پہر گھومنے لگے بعض حوضون کی نقشین کی سیڑہیون پر بے ترتیب بیٹھے ہوکر یا جھلک جھلملاتے ہوئی پانی سے لطف اُٹھانے لگے - کوئی باغ کی بلند اور شاندار نشستگاہون مین - اور کوئی اُن برآمدون مین جا جا - جنکے سنگ مرمر کے بیشمار ستون مد بصر تک پرے باندہے دکہلائی دیتے تھے - جو ندامتین اور سنجیدہ مزاج تھے اور جن مین مَین بہی تہا - وہ سامنے کے برآمدون اور چہل ستونون مین بیٹھکر نظارہ کرنے لگے - الحمراء غرناطہ - وسیع الفضا میدان ویگا - سامنے دور فاصلہ پر اور پہاڑون کا سیاہ بل کہاتا ہوا سلسلہ - انتہائے نظر پر - دور سے چمکتا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حالت خواب طاری ہے - ہم اسی خیال مین تھے کہ یکایک طنبورہ کی سریلی آواز طبلہ کی تھاپ کے

ساتھ ملی ہوئی ریاست ... ارہ کی سرسبز و شاداب وادیہ کی جانب سے لہرا لہرا کے تمام ہوا
کو معمور کر لیتی اس طرح آنا شروع ہوئی کہ طبیعت بے قابو ہو گئی۔ غور کر کے دیکھا تو کوہستانی
سلسلہ اور اس تمام کے درمیان ایک خوش نصیب طایفہ آباد رہا تھا۔ اور اس قدر محو
تھا کہ بعض خاص اوقات اس کی رنگین مزاجون کے مذاق کے موافق خوش مردین ہی پر
بے تکلف لوٹین لگا رہے تھے اور بعض ان کے ساتھ ناچ رہے تھے

روضۃ الناظرین کی رفیع المنزل عمارت سے جسکو ہر چشم زمانہ کی نظر کہا گئی ہے تمام میدان
ونیگا کا بے تکلف نظارہ کر سکتے ہین۔ الحمرا کی شکستہ و منہدم برج و دیوارون کا سلسلہ جبال القمر
کے سیاہ ٹیل کہاتے ہوئے سلسلہ کے ساتھ ساتھ صاف معلوم ہوتا ہے۔ اور پیچھے کوہستان
سیرا نویڈا کی کشیدہ قامت برفیلی چوٹیان پرہ باندھے کھڑی ہین جسکو اس دلفریب تصویر کا
گویا پشتہ سمجھیے۔ اور چارلس پنجم کی ناتمام اور تودہ خشت و گل عمارت کا ایک مد مقابل۔

جب ایک طاقتور حریف سلطنت ہر وقت سامنے ہو اور ساعت ناگزیر سر پر۔ تو دو[2]
صدیون کی تقلیل و ناموں حکومت سے زیادہ مسلمان اور کس بات کی توقع رکھتے تھے چنانچہ
۱۴۷۶ع کے قریب ستارہ سلطنت نے مرکز ثقل سے جنبش کی اور ہیوطا زمانہ کا ہاتھ۔ ان کا
کوس رحلت بجانے کے لیے بڑھا۔ شاہ فرڈننڈ اور ملکہ ازابیلا کے عقد نکاح سے خاندان
کسٹائیل اور اراگون کا اتصال گویا مسلمانون کی قسمت کا انفصال تھا۔ کیونکہ دو ایسے متحدہ فرمانروا
ممکن نہ تھا کہ ان کو ایسے تنگ و محدود حصۂ ملک مین بھی زیادہ چین سے بیٹھنے دین۔ مگر
افتتاح جنگ مسلمانون ہی کی طرف سے ہوا۔ ابوالحسن[1] المعروف بہ مولوی علی نے جو ایک
جنگجو اور تیز مزاج شاہزادہ تھا ملکہ ازابلا اور شاہ فرڈننڈ کے کیتھلک بندگان حضور
(مورخ صاحب خود پروٹسٹنٹ ہین اس لیے فقرہ چست کر گئے۔ مترجم) سے اول
چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب کسٹائیل کی طرف سے سالانہ خراج
کی طلبی ہوئی اور تقاضا کے لیے قاصد آئے تو ابوالحسن نے جواب دیا (گویا نظامی
مرحوم کے لفظون میں) کہ "شد آن مرغ کو بیضۂ زرین نہاد + زمانہ دگرگونہ آئین نہاد"
خراج دینے والے شاہان غرناطہ عدم آباد کو گئے۔ ہمارے دارالضرب مین تو بجائے

[1] اسپین کے مورخ البوحسین لکھتے ہین اور اکثر انگریزی مصنف غلطی سے ابن حسن ۱۲

اشتر فسیون کے صرف خون آشام تلوارین ہی ڈہلتی ہین ۔" اور اِس قول کی تائید مین مسیحی علاقہ
پر تاخت و تاراج بھی شروع کردی ۔ اوّل حملہ زہرا پر کیا ۔ ایک جادو بیان امریکن مورخ
نے مسلمانون کی اِس آخری معرکہ آرائی کی کیفیت نہایت بلیغ اور ولولہ انگیز زبان مین
لکھی ہے ۔ مگر ہم "فتح غرناطہ" مصنفہ واشنگٹن ارونگ کا اتباع کرتے ہین وہ لکھتا ہے ۔
۱۴۸۱ء مین ۔ نہایت مبارک تہوار نیٹیوٹی سے شاید دوسری یا تیسری رات کا واقعہ
ہے ۔ کہ باشندگان زہرا اپنی اپنی خوابگاہون مین عیش کی نیندین سو رہے تھے ۔ سنتری تک
بھی متواتر تین رات دن کی طوفان خیز بارش سے تھک کر کسی محفوظ جگہ جا سویا تہا کسکو
خیال تہا کہ ایسے ہنگامۂ پریشان مین دشمن نکل کھڑا ہوگا ۔ لیکن خبیث و شیاطین ہمیشہ
طوفان ہی کے پردہ مین اپنا کام کیا کرتے ہین ۔ ٹھیک آدھی رات شہر مین دفعتہً
ایک شور و غل برپا ہوا جو آسمانی طوفان سے بھی زیادہ طوفان خیز تہا ۔ مسلمان ! مسلمان !
کی مخبر مصیبت آوازین بلند ہوئین ۔ اور ساتھ ہی اسلحہ جنگ کے باہم ٹکرانے کی خوفناک
صدائین ۔ فتح کے نعرے اور مجروحون کی دردناک چیخین ہر کوچہ و بازار سے نکلین ۔ اور
تمام اطراف شہر مین ایک تہلکہ مچگیا ۔ ابوالحسن ایک جری فوج لیکر غرناطہ سے تیز قدم کوچ
کرتا ۔ کوہستانی دّرون سے بے معلوم گذرتا آدھی رات کے قریب حوالئی شہر مین آ پہنچا ۔
جس وقت اِس مسلسل اور تیز طوفان ژالہ باری سے اُکتا کر سنتری پہرے سے اِدہر اُدھر
چہپتا پہرتا تھا اور شہر پناہ اور بروج ہوا کے تلاطم سے سہم رہے تھے اُسوقت مسلمان
کمندین لگا کر تمام شہر اور قلعہ کے محفوظ مقامات پر جم چکے تھے اس مصیبت ناگہانی سے
بے خبر باشندون کو خبر ہوئی تو اُسوقت جب تمام شہر مین دار و گیر اور قتل عام شروع
ہوگیا ۔ خوف و حیرت سے سمجھے کہ گویا آسمانی بلائین طوفان کے ساتھ شہر پر نازل ہوکر
فصیل اور قلعہ کے تمام بُرجون اور کنگرون پر پہیل گئے ہین ۔ ہر طرف صدائے جنگ بلند
ہوئی فصیل قلعہ کے اوپر نیچے شہر کے کوچہ و بازار مین ہر ہر گوشہ سے آوازون پر آوازین
آتی تہین ۔ دشمن کہین معلوم نہوتے تھے مگر ہر جگہ تھے رات کی تاریکی مین چھپے مقررہ
اشارون کنایون پر برابر کام کیئے جاتے تہے ۔ مظلوم سپاہی سوتے سوتے چونک کر
ڈیرون سے نکلکر بے تحاشہ بہاگتے تہے مگر راستہ مین کسی مسلمان کی برہنہ شمشیر سے ٹکرا کے
ہمیشہ کے لیئے سو جاتے تھے اور اگر بچ نکلتے تو سراسیمہ اِدہر اُدہر پھرتے تھے کہ کہان

جائین اور کس طرف بھاگ کرین - اس تیرہ و تار حالت مین اگر اتفاقیہ کہین روشنی کی جھلک
پڑتی بھی تو ہر طرف چمکتی ہوئی ننگی تلوارین ناگن کی طرح لپکتی اور شرارے جھاڑتی دکھلائی
دیتی تھین - جو سرکشی کرتا تھا سرنگون سامنے گرتا تھا - بالآخر اس کشمکش کا خاتمہ ہوا -
جو تلوار سے بچے وہ گھر کے پوشیدہ مقامات مین ادہر اُدہر ہو رہے یا بندی بنکر فاتحون
کے قدمون پر جا گرے - اگرچہ شہر کا طوفان فرو ہو گیا تھا ہتیارون کی جھنکار بھی اب کہین
سنائی نہ دیتی تھی - مگر آسمانی طوفان ہنوز اُسی شدومد پر تھا اور اُسی طرح ہیبت ناک
آوازین نکالتا تھا - جس کا جواب کبھی کبھی مسلمان سپاہی جو غنیمت کی تلاش مین
ادہر اُدہر پھرتے تھے خوشی کے نعرون مین دیتے تھے - بد نصیب باشندے اپنی پیشانی
کی پیش آنیون پر کانپ رہے تھے جو دفعتاً ہر گلی کوچہ مین قرنا کی آواز سنائی دی
جو گویا اس بات کا اشارہ تھا کہ ہتیار رکھ دین اور قلب شہر کے چوک مین سب اکٹھا ہون
چنانچہ یہان وہ سب سپاہیون کی حراست مین رہے - جب صبح ہوئی تو ایک عجیب خوفناک
سین پیش نظر ہوا جسکو دیکھکر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے وہ باشندے جو صرف چند گھنٹہ
پیشتر اقبال و دولت کی بخت آزمائیون سے مالامال تھے اور سر شام بالکل مطمئن اور بے فکر
خوابگاہون مین داخل ہوئے تھے اس وقت جاڑے کے طوفان ژالہ باری مین برہنہ تن
بلا امتیاز زن و مرد - بلا امتیاز جنس وحشیون کی طرح کھڑے تھے - بے رحم ابوالحسن نے
اُن کی آہ و زاری پر کچھ التفات نہ کیا اور حکم دیا کہ سب قیدی ہنکا کر غرناطہ لیجائے جائین
اور فوج کا ایک جری دستہ بطور محافظ شہر و قلعہ مین چھوڑ کے اور اُن کو سخت حفاظت
کی تاکید کر کے خود معہ باقی فوج مظفر و منصور دارالامارت کو عود کیا - اور زہرہ کا فوجی جھنڈا
معہ بے انتہا مال غنیمت بطور علامات فتح ساتھ لئے غرناطہ مین داخل ہوا - ادہر جب
لوگ کفار پر فتح پانے کی خوشی مین عید کی تیاریان کر رہے تھے تو بد نصیب بندیون کا
قافلہ بھی آن پہونچا شکستہ حال بڈھے جوان مرد عورتون اور بچون کی ایک جماعت
تکان سے بیزار زبون و درماندہ - مایوسی اور نامرادی سے چہرون پر زردیان چھائی ہوئین
بکری کے گلے کی طرح آگے آگے اور سپاہیون کا ایک گروہ ہانکتا ہوا پیچھے پیچھے
شہر پناہ مین داخل ہوا - غرناطہ کے تہذیب یافتہ باشندے یہ بہیانک تصویرون کا
مرقع دیکھکر تھرا گئے اور سمجھ گئے کہ بس یہی آغاز تنزل ہے علانیہ کہتے تھے افسوس

اے غرناطہ! تیری بربادی کا وقت آن پہونچا۔ زہرا کا خون ناحق تیری گردن پر ہوگا۔

چنانچہ عوض بھی جلد ہی مل گیا۔ کیڈز کے دلاور مارکوئس نے اچانک ہلا کر کے الحمرا پر قبضہ کرلیا اور اُس مین ایک مسیحی فوج کی چھاؤنی قایم کر کے گویا مسلمانون کے دارالسلطنت کی شہر پناہ کے نیچے۔ عین قلب سلطنت مین صلیب نصب کی الحسن نے ہر چند محاصرے کیئے مگر ایک پیش نہ گئی مسیحی حیرت انگیز بہادری سے قلعہ کی محافظت کرتے رہے اور جب تک ایک جری فوج بطور کمک نہ پہونچگئی برابر لڑتے رہے۔ اب تو باشندگان غرناطہ کو مایوسی ہوئی۔ ہر شخص نوحہ کرتا تھا " افسوس اے میرے الحمرا! تو کیسا ہاتھ سے نکل گیا! - افسوس! غرناطہ کی کنجی کس طرح کفار کے ہاتھ مین آگئی" اِسکے بعد یہ گلشن فردوس قلعہ ہمیشہ شاہان غرناطہ کی نظر دن مین خار ہی رہا۔ کیونکہ کونٹ آف ٹالینڈ و (نواب طلیطلہ) نے جلد پہونچکر تمام ویگا کو تاخت و تاراج اور تہ و بالا کر کے بالکل تباہ کر دیا چنانچہ واشنگٹن ارونگ کا فرضی وقایع نگار[1] بیان کرتا ہے:-

" یہ دیکھکر مومنین کا دل باغ باغ ہوتا تھا کہ مسیحی مجاہدین اور اُن کا بہادر سردار۔ انہین

---

[1] ارونگ نے اپنے تاریخی ناول مین جیسوٹ نامی ایک راہب کو وقایع نگار فرض کر کے مسلمان اور مسیحیون کی زور آزمائیون کی کیفیت اُس کی زبانی بیان کی ہے۔ چنانچہ شروع مین لکھتا ہے " اس فسانہ کا ڈھانچ بنانے مین مین نے اسپین کے ایک راہب کو وقایع نگار گردانا ہے۔ اور اُسکو افری انٹونیا اگا پیڈا) راہبون کے قومی اور مذہبی جوش کا مجسم نمونہ قرار دیا ہے۔ وہ راہب جو عین معرکہ آرائی کے وقت میدان جنگ مین مسیحی شہزادون اور سپہ سالارون پر تصدق ہوتے پھرتے تھے اور جیسا کہ تارک الدنیا اور پکے مسیحیون کا خاصہ ہے۔ اصلی واقعات رزم کو سخت تعصب سے مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے مسیحیون کی رزمی ناموری پر دھبہ لگاتے تھے۔ اور مسلمانون کے ساتھ جو کچھ وحشیانہ سلوک کیئے جاتے تھے اُن کو بڑے جوش مسرت سے بیان کرتے تھے"۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ کیجیے دیباچہ " فتح غرناطہ" (کانکوسٹ آف گرینیڈا) نظر ثانی شدہ مطبوعہ ۱۸۵۰ء تعجب ہے کہ لین پول صاحب ایسے فرضی فسانون کو تاریخی واقعات کا ماخذ گردانتے ہین۔ ۱۲)

مین سے ایک جہاد ہے - کفار کے سرسبز اور مالا مال علاقہ تباہ اور برباد کرکے اور اُس کے
دھوئین اڑا کے کامیاب واپس آ رہے تھے - ایک لمبی قطار مال غنیمت سے گرانبار خچرون
کی - مسلمان بندیون کا ایک بڑا قافلہ جسمین عورت - مرد اور بچے تھے - موٹی تازی گائیون
بھیڑون اور بکریون کے گلّے کیتھلک سپاہیون کے ایک گروہ کے آگے آگے الحمرا
کی کرسی کی ڈھلوان بلندی پر ادہر اُدہر ٹیل کھا کر چڑھتے دکھلائی دیتے تھے - رات کے
وقت ایک خوفناک سین پیش نظر ہوا - یعنی سیاہ دھوئین کے بادل آگ کے چمکتے
ہوئے شعلون مین ملے ہوئے ویگا کی ہر چہار اطراف سے بلند ہوئے - شہر کی فصیلون پر
عورتین سر کھولے ہاتھ ملتی تہین - اور اپنا گھر بار جلتا دیکھکر چیختی اور بین کرتی تہین"

فریقین اپنی اپنی کامیابیون سے جوش مین بھر کر اسی قسم کی ترکتازیان کر رہے تھے
جن کا نتیجہ بجز اس کے کچھہ نہ تہا کہ ملک غارت ہو اور ایک دوسرے کی آتش جوش
بھڑکے - بالآخر مسیحیون نے زیادہ بڑہکر قدم مارنا چاہا اور اتور صوبہ مالگا پر چڑہائی کرنے کا
ارادہ کیا - چنانچہ جنوبی علاقجات کی فوجین مسلح اور تیار ہو کر - مارکوئیس آف کیڈیز
(نواب کیڈیز) اور دیگر نامور سردارون کی کمان مین روانہ ہوئین - وقائع نگار مذکور بیان کرتا ہی[1]
کہ جمعہ کا دن تہا کہ یہ مبارک فوج - انٹی کویرا کی قدیم شہر پناہ سے علی الصباح بڑے
تزک و شان سے نکلی اور شبانہ روز منزلین طے کرتی کوہستانی درون سے اپنے دھن مین
بے خبر گذرتی چلی - چونکہ وہ سرزمین جسپر حملہ کرنا تہا - بعد دور دراز فاصلہ پر مسلمانون کے علاقہ
مین ساحل بحیرہ روم کے قریب واقعہ تھی - اس لیئے وہ دوسرے روز قریب شام سے
پیشتر منزل مقصود پر نہ پہونچ سکی - یہ دشوار گذار کوہستانی مقامات طے کرنے مین
اُن کو اکثر کبھی نہایت گہری اور پتھریلی گہاٹیون سے گذرنا پڑتا تہا جس کے برابر
ایک چھوٹا سا چشمہ نہایت تیزی سے بہتا نظر آتا تہا - گذرگاہ مین جا بجا ٹوٹی پھوٹی
پتھر پاش پاش چٹانین اور ناہموار مقامات دیکھنے سے معلوم ہوتا تہا کہ موسم گرما مین
پہاڑی برف سے سیراب ہو کر چشمہ نے جبراً اپنا راستہ صاف کیا ہے اور مزاحم پتھرون کو
اِدہر اُدہر سے لڑھکا کر نیچے لا ڈالا ہے - اور کبھی اُن کو کسی پہاڑی ندی کے بالکل

[1] نوٹ - دیکھو باب ۱۲ "فتح غرناطہ" محولہ - ۱۲

خشک گذرگاہ سے چلنا پڑتا تہا جسمین جابجا سنگین چٹانون کے بڑے بڑے ٹکڑے
اور ناتراشیدہ سالم پتہر سخت مزاحمت کرتے تہے - نیچے کی یہ حالت تہی اور اوپر سے
پہاڑ کی اونچی اونچی چوٹیان اور ڈہلوان چٹانین دونون طرف سے جہک کر راستہ کو
سرنگ نما بناتی تہین جسکے تنگ و تاریک گوشون کو - صلیب و ہلال کی معرکہ آرائیون
مین شبخون کرنیوالے جانباز بدون نے کمین گاہین بنایا - اور بعلہ کو بدتون قزاق ان مین
چہپکر غریب الوطن مسافرون کو مال و جان سے محروم کرتے رہے -

آفتاب غروب ہو رہا تہا جو یہہ بہادر دستہ پہاڑ کے ایک بلند مقام پر پہونچا جسکی
داہنی طرف نظر ڈالنے سے - صوبہ مالگا کے خوشنما میدان ویگا کا ایک حصہ - بحیرہ روم کے
نیلگون پانی سے اسطرف - دور سے چمکتا دکہائی دیا - انہون نے - اسکو گویا مہم شکار
پیش پا افتادہ کی رویت اول سمجہکر - جوش مسرت سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیا
مین اور پہر چل پڑے - رات کی تاریکی مین راستہ ٹٹولتے بالآخر وہ اس مقام پر پہونچے
جسمین بیشمار چہوٹی چہوٹی بستیان اور آباد وادی ہر طرف کوہستانی سلسلہ سے
محاط واقع ہین اور اکثر رکہوا[1] کہلاتی ہین - یہ سب سے پہلا موقعہ تہا کہ انکی بلند نظر
امیدین اس سے مبدل ہوئین - کیونکہ باشندے اس ایلغار سے واقف ہوکر پہلے ہی
تمام مال مویشی نکال لیگئے تہے اور خود اہل و عیال سمیت کوہستانی قلعون اور برجون
مین جا چہپے تہے -

اس غیر متوقعہ ناکامی سے مستعد ہوکر اور تو کچہہ بس نہ چلا - انہون نے تمام خالی مکانون
اور جہونپڑون مین آگ لگادی اور بہتر و برتر امید کامیابی پر قسمت آزمائی کرتے آگے بڑہے -
حصہ ہراول کے لفٹننٹ رڈون الونزو ڈی اگیلر اور دیگر اور سردارون نے اپنے اپنے
دستہ کے جوانون ہمیت تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا - راستہ مین چند مسلمان کسان
مویشیون کے گلے کسی محفوظ مقام کی طرف ہنکائے لیئے جاتے تہے انکو گرفتار کرلیا
یہ غارتگر جماعت جس وقت علاقہ کی آتش و شمشیر سے خبر لے رہی تہی - اور پہاڑ
کی چوٹیون کو غریب کسانون کی جہونپڑیون کے شعلون سے روشن کر رہی تہی - اس
وقت حصہ عقب کا لفٹننٹ یعنی والی سنٹیاگو اپنے ماتحت جوانون مین فوجی قواعد کے
بموجب جماعت بندی اور ترتیب قایم رکہنے مین نہایت تشدد کر رہا تہا تاکہ اگر وہ کسی درہ سے

[1] بمعنی الاثریا - مترجم

حملہ ہو تو جواب دینے کے لیئے مسلح تیار رہیں" اخوت مقدسہ بس" (ہیولی برادرہُڈ) کے
چند جوان مال غنیمت کی تلاش میں ادہر اُدہر گئے تو لفٹنٹ نے اُن کو فوراً واپس بلاکر
سخت سرزنش کیا۔

آخر چلتے چلتے وہ پھر ایک ایسے ہی بلکہ اُس سے بہی زیادہ دشوار گذار کوہستانی مقام
میں پہنچے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی ہر طرف نہایت گہری اونچی نیچی گہاٹیاں
موسمی چشموں کی خشک گذرگاہیں۔ جنگلی تیز اور تند پانی کے ریلوں۔ سنگین چٹانوں
اور ڈہلوان مقامات نے سخت ناہموار کر دیا تہا۔ ایسے مقام میں فوج کی ترتیب جماعت
بندی نا ممکن تہی۔ راستہ اس قدر تنگ اور خطرناک تہا کہ حملہ یا اُس کی روک تہام تو درکنار
گہوڑے بہی قابو سے باہر تھے۔ کبھی اس ناہموار اور ڈہلوان چٹان پر۔ کبھی اُس ٹوٹے پھوٹے
پتہروں کے انبار پر۔ کبھی کسی گہری خوفناک غار میں اُتر جاتے تھے کبھی اس قدر بلند
ٹیلے سے گذرتے تھے کہ پہاڑی بکرے بہی اُسے بمشکل گذرتے ہوں گے۔ غرضکہ
اس بلندی و پستی کو طے کرتے وہ ایک جلتے ہوئے گاؤن کے پاس سے گذر رہے
تھے۔ آگ کی روشنی سے جو اُن کی نظر ادہر اُدہر پڑی تو معلوم ہوا کہ موقعہ بیطرح مخدوش
و خطرناک ہے۔ یعنی مسلمانوں کی ایک بڑی جمعیت ایک بلند قلعہ کوہ پر برج میں چھپی ہوئی
تہی۔ اُنہوں نے جب اس بہادر دستہ کے مسلح سواروں کو اونچی نیچی چٹانوں سے
سخت کشمکش کے ساتھ افتان خیزان راستہ طے کرتے دیکھا تو جوش مسرت سے
نعرے مارتے ہوئے برج سے باہر نکل آئے اور اُس خمیدہ چٹان پر جو ان اصحاب کہف
کے سروں پر سایہ کیئے ہوئی تہی۔ اِدہر اُدہر پہیلکر بڑے بڑے پتہروں اور نوکدار لوہے
کی چیزوں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ والی سنٹیاگو نے سنگساری سے بیتاب ہوکر
کمک کی تلاش میں ادہر اُدہر سوار دوڑائے۔ حسن اتفاق سے مارکوئیس آف کیڈز قریب ہی
تہا۔ سنتے ہی مثل شیر بیدریغ مع جماعت رفیقوں کے۔ دستہ سمیت مدد کے لیئے جہپٹا۔
اُسکو آتا دیکہکر دشمنوں نے سنگساری سے ہاتہ کھینچا۔ ادہر والی سنٹیاگو کو ہوش آیا
کہ اس خوفناک درہ سے فوج کو باہر نکالے۔ چنانچہ رہبروں کو باہر نکلنے کا حکم دیا۔
رہبر اپنے ذہن میں محفوظ اور سہل راستہ سمجہکر ایکطرف کو چلے مگر درحقیقت وہ نہایت
ہی ڈہلوان اور چٹانی مقام تہا جس سے پیادہ سپاہی بمشکل تمام پاؤن جما کر گذر سکتے تہے

اور سوار تو بالکل بیدست و پا تھے - اور غضب یہ کہ اس مقام پر بھی ایک بلند خمیدہ
چٹان جھکی ہوئی تھی جس سے سنگدل دشمن برابر پتھرون کا مینہہ برسائے جاتے
تھے - اور جوش مسرت مین اس قدر وحشتناک آوازین نکالتے تھے کہ شیرون کے
دل ہلتے تھے - بعض جگہ سے راستہ اس قدر تنگ اور ناکافی تھا کہ سوار پیادے
ایک ایک کرکے گزرتے تھے - اس حالت مین دشمنون کے وار اکثر کارگر ہوتے
تھے - اور گھوڑا سوار سمیت اوپر سے پھینکے ہوئے نیزہ سے چھدا ہوا حرکت کا مذبوح
کرتا تحت الثری کا رخ کرتا تھا اور اس آخری کشمکش سے اپنے کسی رفیق کا بھی
سدراہ ہوتا تھا - تمام اردگرد کی پہاڑیون پر ہزارون آگ کے آلاؤ خبردار کرنے کے
لیے روشن تھے - ہر ایک چوٹی ہر ایک چٹان پر ایک شعلہ بلند تھا جس کی روشنی کی
مدد سے بیچارے اصحاب کہف کلیجہ تھام کر دیکھتے تھے کہ دشمن لنگورون کی طرح اس
چوٹی سے اس چوٹی پر - اس چٹان سے اس چٹان پر زقندین بھرتے پھرتے تھے
اور بجائے انسان کے شیطان کا لشکر معلوم ہوتے تھے - کیفیت رہبر یا تو خوف و ہراس
سے حواس باختہ ہو کر یا واقعی اس سرزمین کے راہ و رسم منزل سے ناواقف ہو کر فوج کو
بجائے اس کے کہ کوہستانی درون سے باہر نکالتے اور اندرونی مقامات مین لے گئے
جن سے جیتے جی بھی نکلنا نصیب نہ ہوتا - غرضکہ رات پھر اسی چکر مین گذری صبح ہوئی
تو معلوم ہوا کہ مثل سابق وہ پھر ایک ایسے ہی تنگ مقام پر ہین جو کسی زمانہ مین پہاڑی چشمہ
کی گذرگاہ ہوگا کیونکہ جابجا پانی کے صدمہ سے ٹوٹی ہوئی چٹانین اور پتھر سد راہ تھے
اور اوپر سراپا بنجر اور خشک چوٹیان بڑی بڑی عظیم الشان سے محابا لٹکی ہوئی تھین جنکی
پیشانیون پر جگہ جگہ ان کے خون کے پیاسے اور جوش مسرت سے لبریز مسلمانون کے
عمامہ وار سرون کے سوا اور کچھہ نہین دکھائی دیتا تھا -

یہ دن بھی اسی چکر مین گذرا مگر اس سنگین بھول بھلیان سے نکلنا نصیب نہ ہوا
شام ہوتے پھر انہی پہاڑیون سے دہوئین کے بادل اٹھنا شروع ہوئے جن پر پچھلی رات
خبردار کرنیوالی آگ کے شعلے بلند تھے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام کوہستانی آبادیون کے
باشندے اطلاع پا کر ہر سمت سے اکٹھا ہو گئے جن کی دل کے دل اصحاب کہف کے
راستہ مین آگے بڑھکر ہر ایک گھاٹی ہر ایک گذرگاہ پر اور تمام آس پاس کی چوٹیون پر اس طرح

پھیلے دکھائی دیتے تھے جس طرح قلعہ کی فصیل و برج پہ مشعلیں ۔

اسی اثنا میں رات ہو گئی۔ سچ پوچھیے تو اس وقت ایک تنگ و تاریک گھاٹی میں تھے جو ہر طرف سے گھرا مقید تھے۔ گھاٹی کے بیچ میں سے ایک نہایت گہرا چشمہ بہتا تھا اور چاروں طرف کشیدہ قامت چوٹیاں آسمان سے ملنے کی کوشش کرتی تھیں جن میں ہر چوٹی سے شعلے بلند ہوتے دکھائی دیتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ دشمنوں نے شب گزشتہ کی طرح پھر خبردار کرنے والی آگ کے الاؤ روشن کیے ہیں۔ سچ اپنی سمت کے آیندہ فیصلہ پر سہم ہی رہے تھے کہ دفعتہً گھاٹی کی دونوں طرف سے ایک شور اٹھا۔ یا الداجل! یا الداجل! کی آوازوں سے جو ہر چوٹی سے بلند ہوتی تھیں تمام دشت و جبل گونجنے لگا۔ والیِ سنٹ یاگو نے گھبرا کر پوچھا یہ کیسا شور ہے۔ ایک بڈھے سپاہی نے جو کمسٹابک کا باشندہ تھا جواب دیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے سپہ سالار الداجل کو پکارتے ہیں شاید وہ بذاتِ خود فوج لیے مالگا سے آتا ہوگا۔ یہ سنکر والیِ سنٹ یاگو نہایت دل شکستہ ہوا اور اپنے مجاہدین کی طرف رخ کر کے بولا "خبردار! اے مذہب کے سچے جاں نثارو۔ تم دیکھتے ہو کہ تلوار ہمارا جسمانی راستہ صاف نہیں کر سکتی۔ لیکن روحانی راستہ ہر وقت کھلا ہے۔ آؤ سب مل کر جان دیں! یہاں ٹھہرنے سے بجز اس کے کچھ حاصل نہیں کہ دشمن اس بےکسی پر ہفت خوان ہو جائیں۔ آؤ! ان مغرور بلند چٹانوں ہی کو جنگی سیڑھیاں اور کمندیں سمجھو اور اوپر چڑھ جاؤ تاکہ نقد جاں نثاری کریں۔" یہ کہتے ہی اس نے گھوڑے کا رخ پھیرا اور مہمیز لگا کر چڑھائی شروع کر دی۔ پھر تو یہ نوبت ہوئی کہ تمام مجاہدین کیا سوار کیا پیادہ ایک ساتھ نعرے مارتے اپنے جاں نثار سردار کے پیچھے پیچھے ہو لیے اور سب نے یہ نیت کر لی کہ جب موت کے سوا کوئی مفر باقی نہیں تو دشمن ایک آخری وار سے کیوں خالی رہے۔ ادھر جب وہ اس کٹھن راستہ کو طے کر رہے تھے تو دشمنوں نے موقع پا کر اوپر سے سخت طوفانِ سنگ باری شروع کر دیا[1]۔ کبھی اس حالت میں

---

[1] نوٹ:- اس جگہ تو ہم یہ ریمارک کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ مسلمانوں کا عیسائیوں پر اس طرح اور ایسی جگہ پتھر برسانا گویا سورۂ الم تر کیف کا دوسرا شانِ نزول تھا۔ لیکن فرق معنوی تو نہیں لفظی اسقدر ہے کہ وہ اصحاب الفیل تھے اور یہ اصحاب الفرس)

"سنگ آمد و سخت آمد" کا مضمون ہوتا تھا یعنی سنگین چٹانون کے بڑی بڑی ٹکڑے
اوپر سے ایک ہیبت ناک آواز کے ساتھ بے محابا لڑھکتے اور چھوٹے چھوٹے
پتھرون کو حمایت مین ساتھ لیئے فوج کے بیچ سے نکلجاتے تھے۔ پیادے بھوک
اور تکان کی شدت سے بیتاب بازؤن سے بے دست و پا ہوکر سہارے کے
لیئے پاس کے گھوڑون کے دُم یا عیال تھام لیتے تھے۔ ادھر گھوڑے جا بجا بھڑکتے
ہوئے بے ڈول پتھرون کے بیچمین قدم نہ جما کر یا کسی دشمن کی وار سے اچانک
زخمی ہوکر بے تحاشہ ٹھوکر لیتے تھے اور اُس ڈھلوان نشیب سے سوار پیادون سمیت
لڑھکتے۔ اونچے نیچے ٹیلون سے ٹکراتے۔ لوٹ پوٹ کھڈ مین آگرتے تھے۔ اس
کشمکش جانفروشی مین الفریا یعنی فوج کا جھنڈے بردار بھی دفعتہً کہین غائب ہوگیا۔
اس سے پہلے والئی سینٹ یاگو کے اور بہت اعزا و اقارب بھی اسی طرح کہین غائب
ہو چکے تھے۔ قصہ مختصر بہادر سپہ سالار دستہ سمیت چوٹی پر پہونچا تو سہی مگر یہ کامیابی اور
بے انتہا مصائب و آلام کا پیش خیمہ تھا۔ کیونکہ وحشت انگیز چٹانون اور ناہموار گڈھون کا
ایک بے ترتیب سلسلہ سامنے تھا جن پر خونخوار دشمنون کے دل کے دل استقبال
کے لیئے کھڑے تھے۔ پیچھے مد بصر تک عمیق کھڈ لقمہ کرنے کو مونھ پسارے تھا۔ فوج
مین نہ کوئی جھنڈا تھا نہ قرنا کہ بے ترتیب سپاہیون کی جماعت بندی کی جاتی۔ سب
ادہر اُدہر بکھرے نفسی نفسی پکارتے تھے اور اسی فکر مین تھے کہ سنگدل چٹانون
کی ٹھوکرون اور دُشمن کے تیر و تفنگ سے کیونکر بچین۔ میر عسکر نے جب
اس دلاور اور صف شکن دستہ کو اس طرح شکستہ حال اور منتشر دیکھا تو غم و غصہ سے
بیتاب ہوکر کہنے لگا "یا اللہ! آج ان گنہگار بندون پر تیرا سخت ہی عتاب ہے۔ تو
ہی بزدل کفار عرب کو شیر دل بنا دیا کرتا ہے اور تو نے ہی قلبہ رانی کرنیوالے کسانون اور
خالی ہاتھ دہقانون کو آج ان مسلح اور جنگ آزما بہادرون پر فتح و نصرت دی ہے۔" فرط
خلوصیت سے بیتاب ہوکر قریب تھا کہ اگر سوار نہین تو بکھرے ہوئے پیادہ سپاہیون کو ادھر
اُدھر سے سنبھال اور سمیٹ کر دشمن پر دیوانہ وار جھپٹ پڑے۔ مگر بعض ہواخواہون نے
جو اس مصیبت کے وقت مین دائین بائین لگے ہوئے تھے باصرار و منت باز رکھا
اور عرض کی کہ آپ صرف اپنی فکر کیجیئے۔ اگر آپ یہان ٹھہریئے گا تو سمجھ لیجئے قتل و غارت

ہلاک ہوجانے کے کچھ حاصل نہ ہوگا بہتر ہے کہ بھاگ چلیے - اگر جان بچے تو دشمن سے قرار واقعی انتقام لینے کے لیئے وقت کی جا سکتی ہے - والیٔ سینٹ یاگو نے اِس مشفقانہ نصیحت سے آخر کار طوعاً کرہاً موافقت کی مگر آسمان کی طرف مونھ اُٹھا کر کہنے لگا "رَبّ العالمین! تو دیکھتا ہے کہ مَین ان کفار سے ڈر کر نہین بھاگتا - بلکہ تیرے قہر سے ڈرتا ہون - یہ کیا ہین؟ صرف تیرے دستِ قدرت مین ایک چابک ہے کہ ہمکو ہماری بدکرداریون کی سزائین دے" یہ کہکر اُس نے مہمیزون کو آگے آگے کیا اور خود گھوڑے کو مہمیز کرکے اِس سے پہلے دو مسلمانون کو مزاحمت کرنے کا موقع ملے ایک تنگ گھاٹی سے تیر کی طرح نکل گیا - سردار کو بھاگتا دیکھکر لشکر کا رہا سہا شیرازہ بھی بکھر گیا - تہ و بالا ہوکر بعض اُس کے پیچھے بھاگے مگر راستے مین ناہموار پیچ دار پیچ چٹانون مین اُلجھکر رہ گئے - بعض بدحواس اِدہر اُدہر جان چھپاتے پھرتے تھے - بہت سے اس پیچیدہ اور تاریک وادی کی نذر ہوئے بہت سے مسلمانون نے تہِ تیغ کیے - جو بچے وہ گرفتار ہوکر غلام بنے -

ہیبت ناک کوہستان مالگا اور اُس کی وہ شب کرب و بلا کی لرزانیوالی یاد ایسی نہ تھی کہ سپینون کے زخمی دل سے جلد بھول جاتی - بلکہ آتشِ انتقام کے شعلے یوماً فیوماً تیز تر تھے - اور جب سلطان ابو عبد اللہ نے اپنے باپ کو کچھ عرصہ کے لیئے معزول کرکے عنانِ حکومت ہاتھ مین لی اور غارتگری کے لیئے مسیحی علاقجات پر شبخون کرنے پڑا تو انہون نے خوب ہی دل کھول کر اگلا پچھلا عوض لیا اُس کی کیفیت یہ ہے کہ ابو عبد اللہ ایک جری دستہ لیکر رات کو شہر سے بے خبر نکلا لیکن سپینون نے کسی طرح واقف ہوکر تمام اونچی اونچی پہاڑیون پر آگ کے الاؤ روشن کر دیئے - والیٔ کیبرا نے خبردار ہوکر سرداران علاقہ کو نکل بجا کر اکٹھا کیا - یہان سے سب مسلح ہوکر بے خبر مسلمانون پر دفعتہ ٹوٹ پڑے اور ایک جنگل کو آڑ مین لیکر اس قدر عمدگی سے چھاپہ مارا کہ اُن کے پاؤن اُکھڑ گئے - یہ دیکھکر مسیحی مجاہدین نے تعاقب مین گھوڑون کو مہمیز کیا اور اپنے رفیقون کو کوہستان مالگا کی ہیبت ناک یاد دلاتے اور سینٹ جیمس! سینٹ جیمس! کرتے اِس تیزی سے جھپٹے کہ یا تو مسلمان پسپا ہوئے تھے یا بالکل شکست خوردہ ہوکر میدان سے بھاگ نکلے - اِس معرکہ مین سلطان ابو عبد اللہ دشمنون کے ہاتھ مین گرفتار ہوگیا -

جب منصورین کی یہ شجاعت بے نیل مرام غرناطہ مین داخل ہوئی تو ہر طرف ماتم ہونے لگا - ہر شخص ایک دلخراش لہجہ مین نوحہ کرتا تہا - پیارے غرناطہ! تیرے آفتاب حسن وجمال پر آج یہ کیسی تیرگی چھا گئی ہے؟ تیرے چہرۂ عالمتاب پر آج یہ ماتمی نقاب کیون پڑا ہے؟ تیرے گلستان شجاعت پر کس لیئے آج خزان کا عالم ہے؟ آہ اے غرناطہ! تیری شمع شبستان بزم - آج دیار غیر مین بزم عدو کا چراغ ہے - افسوس! تو بے پناہ رہگیا - تیرا عالی شان ایوان (بیوار مبلا) جس مین جوان عناصر وار زرق برق وردیان پہنے ہتیار زیب بدن کیئے مبارزت کے لیئے گھوڑون پر سوار ہر طرف جمع ہوتے تھے - آج سونا پڑا ہے - تیرے خوشنما اور پُر رونق بازار جنمین فراش قدرت فرش چاندنی بچھاتے تھے - اور طنبورون کی دلکش آواز کیسے لحن داؤدی کے ساتھ ملکر ہر طرف گونجا کرتی تھی - آج ان پر بھی سناٹے کا عالم طاری ہے - تیرے آراستہ بالاخانے جو کبھی نغمہ سرود سے بزم عشرت رہتے تھے آج ماتم کدہ کیون ہین - تیرے کشیدہ قامت اور سرسبز پہاڑون پر طیور کیون خاموش اور دم بخود ہین - تیری پھلی پھولی گلذار اور سرسبز کنج باغ رقص مرہمیرا سے اب کیون خالی ہین - پیارے غرناطہ! الحمرا مین آج کس لیئے ہر طرف سناٹا ہے - جس کے آراستہ کمرے - ابھی تک لیمون - نارنگی اور آس کی خوشبو سے مہک رہے ہین لیکن افسوس کوئی سونگھنے والا نہین - اُس کے مرغزارون مین مرغان خوش الحان نغمہ سنج ہین مگر افسوس کوئی سُننے والا نہین تیرے خوش قطع حوضون کا پانی تیرے عالی شان ایوان کی سنگ مرمری دیوارون سے سر ٹکرا رہا ہے - اور تیرے چشمے بے آبروئی پر اشک بہا رہے ہین کیونکہ جہان پناہ کا جمال جہان آرا کہین نہین دکھلائی دیتا - افسوس الحمرا کا چراغ گُل ہو گیا - اور ہمیشہ کے لیئے گُل ہو گیا -

ادہر مسیحیون نے ابو عبد اللہ کو گرفتار کر کے قرطبہ کو چلتا کیا - اور فرڈیننڈ نے میدان خالی دیکھکر دیگا کی تمام نہر خیری اور خوبصورتی کو تاخت و تاراج کر کے بالکل خاک مین ملا دیا - جب سلطان ابو الحسن اپنے علاقہ مین واپس آیا تو یہ حالت دیکھکر نہایت غضبناک ہوا مگر غرناطہ کی چہار دیواری سے باہر کیا بس چل سکتا تہا -

---

۱۳ تیرھوان باب

غرناطہ کا خاتمہ

اور

ابو عبد اللہ کی نگاہ واپسین

سلطان ابو عبد اللہ کے صدمہ گرفتاری نے مسلمانون کی رہی سہی طاقت کو اور بھی مضمحل کر دیا۔ بلکہ بعد کو جو اور تازہ تر مصیبتین نازل ہوئین یہ صدمہ اُن کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ ابو عبد اللہ اگرچہ نبرد آزمایان اسلام کی طرح ایک سچا مرد میدان تھا مگر ساتھ ہی کچھ ضعیف طبیعت اور مذبذب الارادہ بھی تھا۔ ہر وقت اُسکو یہی وہم اور یہی خیال رہتا تھا کہ تقدیر میری مخالف ہے۔ لوگ بھی اُسکو بدنصیب کہتے تھے اور وہ خود بھی اپنی شومی طالع سے شاکی متمند اور نالان رہتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ چالاک تقدیر کو سو زبر تدبیر رفو نہیں کر سکتی۔ اکثر ناکامی کے بعد کہتا "نوشتہ تقدیر یہی تھا کہ مین بدنصیب پیدا کیا جاؤن اور چراغ سلطنت میرے منحوس ہاتھ سے گل ہو"۔ ممکن تھا کہ بحیثیت تاریخ نویسی ہم اُسکو باعث استیصال سلطنت ہونیکے الزام سے بری کر دیتے مگر اُسکا ضعیف الخیال ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح ایک شہ زور گھوڑا باگ کے اشارہ کا محتاج گھوڑا کسی شہسوار کی ران تلے سخت گزند پہونچا سکتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ اُس نے بھی عیار اور چالباز دشمنون کے ہاتھ مین کٹھ پتلی بنکر سلطنت کی بیخ کنی کی ہو۔ چنانچہ واقعات ثابت کرتے ہین کہ

ل ہم نہین سمجھ سکتے کہ انگریزی مورخون کا غیر قومون کی تاریخ لکھنے مین کیا اصول ہے۔ ہندوستان کی تاریخ مین وہ عالمگیر کو باعث استیصال سلطنت بتلاتے ہین مگر واقعات سے ثابت نہین کر سکتے کہ اس کے سوا اور کوئی باعث نہ تھا۔ اندلس کی تاریخ مین وہ ابو عبد اللہ بدنصیب کو یہ عزت دیتے ہین اور اگر واقعات سے ثابت کرتے ہین تو کسی مستند تاریخ

اوندلس کے زوال کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ابو عبد اللہ نے فرڈینیڈ کے "حالاتِ شدیدہ" مین ہتھا ـ

غرضکہ جب سلطان غرناطہ بندیون کی حیثیت سے دربارِ قرطبہ مین پہونچا تو شاہ فرڈینیڈ اور ملکہ ازابلا بڑی تعظیم وتکریم سے پیش آئے اور شاہانہ مراسم سے تواضع مدارات کین ـ اثنائے گفتگو مین اُنھون نے ناصح مشفق بن کر اُسکو بہت کچھ سمجھایا ـ مسلمانون کی شکستہ حالی عموماً اور اُس کی مایوسانہ حالت اور مخدوش موقعہ خصوصاً ادہر اُس کے مقابلہ پر مسیحیون کی روزافزون ترقی اور کامیابیان یاد دلائین ـ اور اونچ نیچ دکھا کر اس بات پر راضی کرلیا کہ آیندہ سے وہ اپنے آپ کو تاجِ قرطبہ کا ہوا خواہ و مطیع سمجھے ـ

ابو عبد اللہ کو کٹھ پتلی کی طرح خوب ہاتھ کے اشارون پر لانے کے بعد اُنھون نے غرناطہ کو رخصت کیا جہان کہ اس دورآخر مین ابو الحسن کو ایک مرتبہ پھر موقعہ مل گیا تھا کہ قلعۂ الحمرا پر اپنا جھنڈا نصب کرے ـ قدیم ہوا خواہون کی مدد سے شہر کے اُس حصہ پر جم کر جسکو البیسین کہتے تھے ـ ابو عبد اللہ نے تدبیر و حکمت عملی سے اول راستہ صاف کیا اور پھر حصار القصبہ پر جو قلعۂ الحمرا کے عین مقابل واقع تھا ـ قابض ہو کر باپ کا مقابلہ شروع کردیا ـ اور لگاتار بے ترتیب لڑائیون سے ایک طوفان برپا کردیا ـ جو ابو الحسن کی بیبیون کے باہمی حسد و عداوت سے اور زیادہ تیز ہوا ـ ابو عبد اللہ کی والدہ عائشہ کو اپنی سوت ثریا سے جو ایک مسیحی عورت تھی سخت رشک تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۰)

کا حوالہ نہین دیتے ـ اگر دیتے ہین تو تاریخی فسانون اور ایسی تصانیف کا جو مسیحیون کے جودتِ طبع ہین ـ جب اپنے کسی قومی یا مذہبی ہیرو کی حیات لکھتے وقت وہ عربی تصانیف کو مستند ماخذ نہین سمجھتے جیسا کہ "حیات السید" کے بارہ مین لین پول صاحب خود گیارہوین باب مین لکھتے ہین ـ تو پھر غیر قومون کی پوری تاریخ لکھتے وقت مسیحی مورخون پر کیون اناپ شناپ بھروسہ کرلیتے ہین " ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند" لیکن سچ وہی ہے جو ایک منصف مزاج امریکن مورخ کا قول ہے کہ " انگریزی مورخ ـ بہترین اور بدترین مورخ دنیا میں ہین " ۱۲

کیونکہ ابوالحسن اُس کو تمام بیبیون سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اُمرائے دربار نے موقعہ
پاکر ایک ایک کو سنبھال لیا۔ چنانچہ اراگون کا ایک بربری قبیلہ بنی زیرو۔ عائیشہ کا طرفدار
ہوا اور قرطبیہ کا ایک قدیم خاندان بنی سراج ثریا کا حامی ہوا۔ اور دونون مین چھیڑ چھاڑ
شروع ہوئی۔ جس کا آخر کار یہہ نتیجہ ہوا کہ فرقۂ آخر الذکر کے متعدد سردار نہایت بیرحمی
سے الحمرا کے اُس ایوان مین قتل ہوئے جو آج تک مقتولین کے نام سے مشہور
چلا آتا ہے یہ کہ ابوعبداللہ اس خونریزی کا سبب تہا۔ ایک مشتبہ امر ہے جس کی
بابت ہم کچھ نہین کہہ سکتے۔

غرض فریق بنی زیرو کے ظل حمایت مین ابوعبداللہ اس چھوٹے سے قلعہ کے
اندر کچھ عرصہ اُور باپ کا مقابلہ کرتا رہا مگر ابوالحسن عمر رسیدہ ضعیف یا جیسا کچھ
تہا بیٹے کے لیے کافی تھا جو آخر کار الممیریا مین بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ اسوقت
سے غرناطہ کی حکومت کی گویا تنصیف ہوگئی۔ آدھی مین ابوعبداللہ جو ہر جگہ ہمیشہ
ناکام اور رزم و بزم دونون مین بیل و مرام رہتا تھا اور قومی مذہبی دشمنون کا ہوا خواہ
مطیع ہونے کے سبب شریف متعدد مسلمانون مین سخت نفرت کی نگاہ سے
دیکھا جاتا تھا۔ اور آدھی مین ابوالحسن یا یون کہو کہ اس کا برادر حقیقی الذاجل (یعنی
شجاع) کیونکہ مدت سے باپ کو بیٹے کی ناسعادتمندانہ سرکشی اور انجام کار سلطنت
کی تباہی کا صدمہ زیادہ عرصہ اُٹھانا نہین پڑا اس واقعہ کے تیسرے دن بعد بینائی سے
معذور ہو کر پھر جلد ہی بار عظمت سے ہمیشہ کے لیے سبکدوش ہوگیا۔ مورخون کو
شک ہے کہ اُسکی موت دغا سے وقوع مین آئی۔

اوندلس کے جلیل القدر اور نامور فرمانروایان اسلام مین الذاجل سب سے
آخر تھا۔ نہایت دلیر اور جانباز مرد میدان۔ نہایت عالی ہمت اور اولوالعزم
فرمانروا مسیحیون کا پکا مخالف اور پورا مدمقابل۔ اگر اُس کا حاسد اور ناعاقبت اندیش
بھتیجا مزاحم دخل انداز نہ ہوتا تو خیر یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ غرناطہ پر مسیحی کبھی فتح و
قبضہ حاصل ہی نہ کرسکتے مگر کچھ شک نہین کہ اُس کے جیتے جی یہ بات ہرگز میسر
نہوتی۔ بنی سراج کے قتل سے جو فریق غالب کو کامیابی ہوئی تھی یا الممیرا کے ہاتھ
سے نکل جانے سے جو فریق مغلوب کو ناکامی ہوئی تھی۔ اگر فریقین اسی پر اکتفا کرتے

اور آیندہ کے لیئے ساکت رہتے تب بھی کچھ ہرج نہ تہا مگر افسوس اُنھون نے جہان تک
ہوسکا نیئے نئے قصے قضیئے کھڑے کیئے اور اور زیادہ فتوح حاصل کرنے کی کوششین
کرنے لگے - کارپردازان قدرت جب کسی سلطنت کو تباہ کرنا چاہتے ہین تو اوّل سلطانِ
وقت کے عقل پر پردہ ڈال دیتے ہین - نہ اُسمین عاقبت اندیشی کا مادہ باقی رہتا
ہے اور نہ دشمن کو پہچاننے کی تمیز - اُس کی سوء تدبیری اور کور عقلی نہ موجودہ کی اصلاح
کرسکتی ہے اور نہ آیندہ کی رخنہ بندی - طمع اور نفسانیت اگر حد سے نہ بڑہین تو صفات
انسانی ہین - ورنہ شیطانی - لیکن پھر بہی قوم و قبیلہ - ملک و رعیت بلکہ دنیا بھر کا
فایدہ اگر اُس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہین - تو اُس کی چشمِ تنگ مین پرِ پشہ کے
برابر بھی وقعت نہین رکھتا -

فرمانروایان غرناطہ کی بعینہٖ یہی حالت تھی - گویا اِس وقت اُن پر ایک ایسے
جنون خیز وبا نے ایک سرے سے حملہ کیا تہا جسمین انسان اپنے آپ کو آپ ہلاک
کر ڈالتا ہے - اُنھون نے فرصت کو غنیمت جاننا بالکل چھوڑ دیا تہا - ایسے نازک
وقت مین جبکہ مسیحیون کو پسپا کرنے کی اشد ضرورت کے لیئے ایک ایک متنفس ہزار
غنیمت تہا - وہ ناعاقبت اندیشی سے باہم کُشت و خون ہوکر اپنی مجموعی طاقت
رفتہ رفتہ سلب کر لیتے تھے - بلکہ اگر کوئی دوسرا فریق قومی دشمن کے مقابلہ پر
تن تنہا جرأت بھی کرتا تو اُن کو اِس سے بھی دریغ نہ تہا کہ موقعہ پاکر اُسکو راستہ ہی
مین سے ڈالین - خاص باشندگان غرناطہ متعدد فرقون پر منقسم اور ایک دوسرے
کے سخت مخالف تھے - اپنے اپنے ساختہ پرداختہ بادشاہون کے باہمی حسد و عداوت
کو بڑہاتے بھڑکاتے رہتے تھے - جدت پسند - متلون المزاج - انقلاب کے شایق
عام اِس سے کہ نتیجہ بہبودگی ہو کہ بربادی - بادشاہون کے عزل و نصب کو بہترین
شغلات زندگی سمجھتے - جب تک کوئی بادشاہ ہر جگہ کامیاب - ہر جنگ مین فتحمند
رہتا - اور سرزمین کفار سے بیش بہا غنایم لاتا تب تک وہ اُس کے ظلّ حمایت کو
ظلّ اللہ سمجھتے - اور اگر اتفاقیہ کہین اُسکو ناکامی ہوگئی اور وہ نامراد واپس آیا تو
بس پھر نہ اُس کے لیئے شہر مین جگہ تھی اور نہ دل مین - دونون کے دروازے بند
اور اندر دوسرے بادشاہ کے جلوس کی تیاریان - خوشی کے نعرے اور

کیا - اسی اثنا مین خبر پہونچی کہ شاہ فرڈننڈ نے قلعہ ویلز کا محاصرہ شروع کر دیا ہے۔
غرناطہ کے تمام مسلمان اس خبر سے سخت غضبناک ہوئے کیونکہ قلعہ ویلز مالگا کی کنجی تھا
اور مالگا تمام سلطنت مین غرناطہ سے دوم درجہ پر تھا - اُس کا موزون اور محفوظ موقعہ - ہر
طرف کشیدہ قامت اور سنگین پہاڑون اور عمیق و ناپیدا کنار سمندر سے بحاظ انگوریستان
سرسبز مرغزار - شاداب چراگاہین - ہر قسم کے میوون کے باغات - اور ان سب سے بڑہکر
اُس کی شہر پناہ اور دیگر سامان حفاظت - یہ سب ایسی صفات ہین کہ اگر اندلس بھر مین
اُسکو دوسرا درجہ دیا جائے تو کچھ نازیبا نہین - اگر آج مالگا ہاتھ سے نکل گیا تو کل ضرور ہے کہ
الحمرا بھی " ان سُور کہانیوالون " کے قبضہ مین ہوگا - غرضکہ تمام شہر مین ایک جوش پیدا ہوگیا
اور الذاجل جو مدتون سے تیغ و سپر ہونے کا بڑا مشتاق تھا - اپنے بہادر دستہ سمیت ویلز کو
مسیحیون کے پنجہ سے چھڑانے چلا - اگرچہ وہ خوب جانتا تھا کہ مین ایک ایسے مکار حریف کو
غرناطہ مین چھوڑے جاتا ہون جو ضرور ہے کہ میری غیبت سے فائدہ اُٹھائے اور اپنی گزشتہ
عظمت و امتیاز حاصل کرلے - اور اگرچہ دور اندیشی کرکے وہ ابو عبداللہ کو اس قسم کا موقعہ نہ دیتا
تو حق بجانب تھا لیکن سچ یہ ہے کہ الذاجل ایک سچا نامور بہادر اور واقعی شجاع تھا - اُس نے
نفسانیت کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور ویلز کو بچانے بلا تامل تلوار سونت کر اٹھ کھڑا ہوا مگر
کامیابی اس قدر آسان نہین جس قدر ارادہ - یہان ایک ایسے دشمن سے مقابلہ تھا جو نہایت
عیار اور چالباز تھا - چنانچہ الذاجل تو یہ تدبیرین کرتا تھا کہ کسی طرح محصورین سے ایک
قرارداد ہوجائے تو اُس کے بموجب اُدہر سے وہ ادہر سے ہم ایک ساتھ محاصرین پر حملہ
کردین - اور فرڈننڈ جو اُس سے زیادہ مدبر تھا - ان تمام مراسلات اور خطوط کو بیچ ہی مین تھام کر
تمام تدبیرین اُلٹ دیتا تھا - نتیجہ یہ ہوا کہ اہل شہر نے ایک دفعہ رات کو یہ تو دیکھا کہ الذاجل کی
فوج سامنے بلند چٹانون پر پرے باندہے مسلح کھڑی ہے مگر صبح کو دیکھا تو ایک متنفس بھی
نہ تھا - کیونکہ فرڈننڈ کی عیاری سے شبخون ناکامی پر ختم ہوا - اور مارکوئیس آف کیڈز نے صف شکن
حملہ سے تمام فوج تہ و بالا ہو کر بھاگ نکلی - جب سپاہی شکستہ حال آوارہ گردون کی طرح
ایک ایک کرکے غرناطہ کی شہر پناہ مین داخل ہونا شروع ہوئے اور اہل شہر کو اس ناکامی
کی خبر ہوئی تو نہایت برافروختہ ہوئے - اور تمام شاہانہ القاب و آداب بالائے طاق رکھکر
الذاجل کو " دغاباز نمک حرام " کا خطاب دیا اور معزول کرکے ابو عبداللہ کو تخت نشین کردیا۔

شہر مالگا

ایک مرتبہ اس بات کی کوشش بھی کی گئی مقام مذکور پر حملہ کر کے چھینیں اور جنگی سیڑھیاں لگا کر چڑھے بھی۔ مگر شیر دل الزجری اور اُس کے جانباز دستہ نے۔ رال۔ گندھک۔ اور اسی قسم کے اور جلد بھڑک اُٹھنے والی چیزون کا اسقدر شدت سے مینھ برسایا۔ بڑے بڑے پتھر اور چٹانون کے ٹکڑے اس کثرت سے لڑہکائے۔ اور میناروں اور بلند مقامات پر چڑھکر حکمی تیرون کی اتنی بوچھاڑ کی کہ حملہ کرنے والی جماعت کو سخت نقصان کے بعد مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ جب اس طرح بھی کامیابی نہ ہوئی تو محاصرین نے سرنگیں لگائیں اور بعض فصیل و بروج باروت کے زور سے اُڑا دئے (اسپین کی تاریخ مین یہ پہلا موقعہ تھا کہ باروت سے یہ کام لیا گیا) مگر محصورین اُسی طرح ثابت قدم اور بالکل غیر متزلزل رہے۔ تمام ملک کے مجاہدین اور جنگ آزما فوجین شہر پناہ پر جھکی تھین۔ بلکہ اگر خلاف محاورہ نہ ہو تو یون کہئے کہ اسپین بھر کی ناموارانہ شجاعت۔ بڑی مشہور صف شکن دلاوری کے انبار تھے کہ شہر کے گرد لگے تھے۔ لیکن ایک قلعہ تھا آخر ملکہ ازابلا بہ نفس نفیس تشریف لائین جس سے تمام فوجی افسرون اور سپاہیون مین ایک تازہ جوش پھیل گیا چوبی مینار تیار کر کے نصب کئے گئے تاکہ انہی کے ذریعہ سے فصیل تک رسائی کریں۔ سرنگین لگانے کی تدابیر اور کھودنے والون کو ایک قسم کا نیا ایجاد شدہ زرہ بکتر پہنایا جو بجائے فولادی پتھرون کے ڈھالون سے بنایا گیا تھا۔ غرضکہ کوئی دقیقہ تدبیر فروگذاشت نہیں کیا لیکن ایک پیش نہ گئی اور الزجری۔ حصار یا محصورین بدستور غیر مطیع رہے۔

فٹ نوٹ:۔ "مگر قضا و قدر کی سُپریم گورنمنٹ سے یہ فیصلہ ہو چُکا تھا کہ اس قوم کا ہزار سالہ ایوان حکومت باوجود اپنے استحکام و استواری کے بالکل مسمار اور نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس صورت میں مسیحیون کی گولہ باری۔ آتش فشانی۔ اور سرنگیں ایکطرف۔ اور مسلمانون کی سوء تدبیری کوتاہ اندیشی۔ نفاق۔ اور ضعف دوسری طرف کچھ نہ تھے۔ نظام عالم برقرار رکھنے اور ظاہر بینون کے طفل تسلی کے لئے محض اسباب ظاہریہ تھے اور بس۔ ایک الزجری کی جسارت و مردانگی اور اُس کے متعدد سپاہیون کی دلاوری نے اگر مسیحیون کو بزور شمشیر کامیاب نہ ہونے دیا۔ یا اگر خود مسیحی کسی وجہ سے ناکام رہتے تو یہ بھی ایک مصلحت تھی تاکہ عقل جزئی پر بھروسہ کرنیوالے سمجھیں کہ نئی چیز کی ابتدا اور کے لئے پُرانی چیز کس طرح خود بخود بلا مدد غیری ختم ہو جایا کرتی ہے اور یہ کہ مسیحیون کا اقبال اور مسلمانون کا ادبار گو بادی النظر مین دو مختلف کوششون کے

نتائج ہیں - مگر حقیقت میں ترازو کے تولوں کی طرح بالکل ایک - اور ایک ہی حرکت کا نتیجہ
ہیں جسکو مشترک لوگ مشیت ایزدی کہتے ہیں اور دنیادار قانون قدرت - مانا کہ جبل الفر
کے مشکلین دامن سے مسلمانوں کو عیسائیوں سے بچا سکتے تھے لیکن قضا سے کون
بچا سکتا - یہی آفت اگر ٹل جاتی تو ضرور کوئی بلائے آسمانی نازل ہوتی کیونکہ
زوال کا مقدر ہو چکا تھا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - (منہ)

جب غاصب عیسائی کی دشمنی کا ارادہ ہوئی تو قحط نے خبر لی - اہل شہر فاقوں کی شدت سے
الزجری کی دلیرانہ مساعی ان کو بیجا پریشانیوں کی تباہ حالی میں ملنے لگے - بہادری کی
توقع تو کیا ہوتی وہم و گمان بھی نہ تھا - الزاجل نے البتہ ایک دفعہ محصورین کو بچانے کی
کوشش کی اور اپنی ٹوٹی پھوٹی جمعیت ادہر ادہر سے سمیٹ کر کاڈس سے چلا مگر افسوس
"بدنصیب" بھتیجا اپنے لیے تو تھا اس کے لیے بھی اسم با مسمی ہوا - ابو عبد اللہ نے
یہ خبر سنکر حسب عادت عیسائیوں نفاق کے انداز دکھلائے اور بروقت میں افواج غرناطہ
کو حکم دیا - انھوں نے آگے بڑھکر اس بہادر دستہ کو جو کمک لیے ہوئے جا رہا تھا راستہ ہی میں
جا لیا اور سب کو مار کر بھگا دیا - ادہر الزجری کا ہر طرف سے مایوس ہو کر پچھلے ایک آخری حملہ کیا مگر
سخت شکست و خون کے بعد اسکو بھی ناکام پسپا ہونا پڑا - شہر میں وبائے قحط روز بروز
ترقی پر تھی - لوگ فاقوں کی شدت سے جان بلب تھے - کمبخت مائیں بھوک سے تڑپتی
ہوئی شیر خوار بچیوں کو الزجری کے گھوڑے کے قدموں پر لا ڈالتی تھیں اور رو رو کر
فریادیں کرتی تھیں کہ کچھ ہمارا بندوبست کیجیے - آزوقہ کا نشان نہیں ہے - ان بے زبانوں
کی تڑپ لوٹ نہیں دیکھی جاتی - آخر کار شہر پناہ کھول دیا گیا - الزجری اپنے بہادر
دستہ سمیت جبل الفر میں محصور ہو کر بدستور مقابلہ کرتا رہا - مگر کب تک - اپنے ہی سپاہیوں سے
مجبور ہو کر آخر اس نے بھی دروازہ کھول دیا - شاہ فرڈننڈ اور ملکہ ازابلا نے اس اولوالعزم
اور دلیر شخص کی خوب ہی قدر کی اور اسکو ایسا قید کیا کہ جیتے جی رہائی ممکن نہ ہوئی - کچھ پتہ
نہیں کہ اس کا کیا انجام ہوا -

محاصرین کا دراز اور مسلسل ماتم ختم ہونے پر جب دروازہ کھلا تو فاقہ زدہ محصورین جو اس
شہر سے نکل کر عیسائیوں سے آزوقہ خریدتے اور لڑ لڑ کر ایک دوسرے سے چھیننے میں
مصروف ہو گئے - افریقی سپاہی ہر چند کہ فاقوں کی شدت اور محاصرہ کی سختی سے از بس

ماندہ و شکستہ حال تھے مگر اُن کی مغرور نظرین ہنوز اُسی تمکنت سے اِدھر اُدھر پڑتی تھین
اُن کو اِس دلیری کے بدلے دائمی غلامیت کا تمغہ دیا گیا۔ باقی کُل باشندگان شہر
کی بابت حکم ہوا کہ خونبہا دیکر جہان چاہین چلے جائین۔ بایں شرایط کہ جو کچھ مال و متاع یا
اثاث البیت اُن کے پاس اس وقت موجود ہے وہ اسوقت دیدین۔ باقی آٹھ ماہ کے
عرصہ مین ادا کر دین ورنہ غلامیت قبول کرین۔ چنانچہ مردم شماری اور خانہ تلاشی کے بعد
سب کو شہر سے نکال باہر کیا۔ صبح رخصت صبح قیامت کا نمونہ تھی۔ ایک بڑی جماعت
ضعیف العمر۔ فاقہ اور پیری سے ناتوان مردون۔ بیکس و بے پناہ عورتون۔ نوجوان پردہ نشین
لڑکیون کے۔ جن مین اکثر بڑے امیر و شریف خاندانون سے تھین۔ لٹے ہوئے قافلہ
کی طرح اسباب سے گرانبار۔ شکستہ حال۔ بینوا برباد۔ جلاوطن۔ شہر کے کوچہ و بازار
سے گذرتی اور القصبہ کیطرف جاتی دکھائی دی۔ اس عظیم الشان شہر اور رفیع المنزل
مکانون سے جن مین اُن کو پھر کبھی قدم رکھنا نصیب نہوگا۔ وہ اس طرح کرب و بیقراری سے رخصت
ہوتے تھے جس طرح روح جسم سے کف افسوس ملتے۔ اور آسمان کی طرف مُنہ کر کے نوحہ
کرتے جاتے تھے۔ "الوداع! الوداع اے پیارے مالگا! اے رشک فردوس ارم شہر!
تیری مشہور زمانہ شان و عظمت تیرے سنگین قلعون کی وہ مغلوب نہ ہونیوالی طاقت آج کہان
ہے؟ تیرے سر بفلک کشیدہ مینار آج کس خاک مین مل گئے؟ تیری لوہا لاٹ دیوارین۔
تیرے ناز پروردہ فرزندون کو اب اپنے دامن شفقت مین کیون نہین چھپاتین؟
افسوس آج جلاوطن ہو کر وہ تجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتے ہین۔ تاکہ غریب الوطن
و بیکس بن کر آپس مین ایک دوسرے کا ماتم کرین۔ افسوس! اُن کی جانسوز مصیبت پر
کوئی دلسوزی کرنے والا نہوگا۔ اُن کی آہ و زاری پر تپ درد سے ناواقف اجنبی لوگ
حقارت سے ہنسین گے۔ غرضکہ اس دلخراش حالت مین۔ تمام مسلمان۔ مالگا سے نکالکر
سیوائل مین آباد کیے گئے۔ بعد ختم میعاد معینہ جب بقیہ خونبہا طلب کیا گیا اور وہ بجز نقد
جان کچھ نہ پیش کر سکے تو بموجب شرط عہد نامہ پندرہ ہزار کس ہمیشہ کے لیے نسلاً بعد
نسلاً غلام قرار دیے گئے۔ اور اس طرح فرڈننڈ کی ظالمانہ حکمت عملی سخت تشدد اور وحشیانہ
جبر پر ختم ہوئی۔

مسیحی اسوقت اندلس مرحوم کے تمام مغربی حصہ پر دروبست قابض تھے۔ مشہور

قلعہ جات سیر آبادی و تروتازہ اور ملک کی پچھلی شان ان کے چہرے پر سے اڑتے تھے۔
صرف ایک غرناطہ ہی باقی تھا جس پر ابو عبد اللہ چند روزہ حکومت میں پھولا ہوا تھا۔
سو اس کی یہ حالت تھی کہ ملاگا کی فتح عظیم پاس سے اپنے حامی شاہ فرڈیننڈ اور
ملکہ ازابلا کو تہنیت دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ مشرقی حصہ میں البتہ شیر دل
الزاغل منہوز اسی دلیری سے مقابلہ پر آمادہ تھا۔ اور مسلمانان اندلس کی باقی ماندہ شکستہ
جمعیت میں جس قدر دو چار قوم پرست صحیح زمانہ کی نظر سے بچ رہے تھے ان کو
جھنڈے تلے اکٹھا کرکے سب میں سے المیریا[1] تک بالکل آزادانہ حکومت کر رہا تھا۔
علاوہ ازیں بعض نہایت مشہور شہر مثل گواڈکس اور باززا بھی اسی کے قبضہ میں
تھے۔ اور ان سب سے بڑھ کر کوہستان البجارا اس کے زیر نگین تھا۔ قلعے اور سنگلاخ
مقامات جن میں جنگجو پہاڑی قوموں کے ہزاروں دلیر نوجوان طفولیت ہی سے شجاعت
کی تعلیم پاتے تھے۔ اس کے سرسبز و شاداب وادی اور پر فضا گھاٹیاں ہر طرف سے
آسمان سے باتیں کرتی ہوئی تھیں۔ اس کے سرد اور پاکیزہ پانی کے چشمے کوہستان
سیرا نویڈا کی بلند برفیلی چوٹیوں کی بدولت ہمیشہ سیراب رہتے تھے۔ بھیڑوں بکریوں
اور ہر قسم کے مویشیوں کے بے شمار گلے لیمو نارنگی توت شہتوت انار
انگور کے ہرے بھرے باغات۔ غرضکہ کوہستان کیا تھا۔ ایک پورے صوبہ کا قسمت خانہ
تھا۔

غرضکہ ۱۴۸۸ء میں فرڈیننڈ مسلمانوں کے اس علاقہ کی طرف متوجہ ہوا اور تمام
فوجیں مرسیا میں اکٹھا کرکے اور ان کو ہر طرح مسلح تیار کرکے مغرب کی طرف سے بڑھا
اور اول باززا پر حملہ کیا۔ مگر یہاں اس کی ترقی مسدود ہوئی کیونکہ الزاغل بھی جو ابھی
اپنے پرانے شکست سے بھولا نہ تھا عیسائیوں کو بزور شمشیر فصیل شہر سے پسپا کر کے ہی
بالا بالا ان کے علاقہ جات میں غارتگری شروع کر دی۔ یہ سال تو یونہی گذرا۔ اگلے
سال فرڈیننڈ نے بہت تازہ دم ہو کر باززا پر اسیر تو کر لیا۔ مگر اس مرتبہ فوج کو
فضول لڑائی میں ضائع کرنے کے بجائے اس نے تمام گرد و نواح کا علاقہ تاخت و تاراج کر کے

[1] اوندلس کا مشہور بندرگاہ جو ساحل بحیرہ روم پر واقع ہے ۱۲

محصورین کے ذرایع رسد بالکل مسدود کر دی۔ جس کا نتیجہ خواہی نخواہی قحط اور فاقہ کشی
تہا۔ خلاصہ یہ کہ اگرچہ محاصرہ مین چہہ مہینہ صرف ہوئے اور کل بیس ہزار جانین میدان جنگ
کے مقابلون اور بیماری وغیرہ مین ضایع ہوئین لیکن انجام کار دسمبر ۱۴۸۹ء مین شہر فتح
ہوگیا۔ چونکہ باضا ایک مشہور اور مضبوط قلعہ تہا۔ اس لیے اُس کے ہاتہہ سے نکل
جانے سے الذاجل کی قوت کو سخت نقصان پہونچا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ وہ قلعے جو
البپکزرہ کے تمام اندرونی محفوظ اور مستحکم مقامات کی گویا کُنجی تھے۔ رشوت یا حکمت
عملی سے سب فتح ہوگئے۔ الذاجل ایک دانشمند اور معقول شخص تہا۔ یہ روز افزون ترقی
دیکھکر سمجہا کہ خاتمہ کا وقت قریب ہے۔ ٹل نہین سکتا۔ چار ناچار اطاعت قبول کی
اور شہر المیریا خود بخود مسیحیون کے سپرد کر دیا۔ لیکن بزدلی سے ہرگز نہین بلکہ مشیت
ایزدی سے مجبور ہوکر۔ فرڈی ننڈ نے البتہ اُس کے ساتہہ اتنا سلوک کیا کہ اُس کو
شاہ انڈرکس کا خطاب دیکر کوہستان البکزرا کا ایک چھوٹا سا حصہ اُسکی حکومت
کے لیے نامزد کر دیا لیکن الذاجل کب گوارا کر سکتا تہا کہ جس مُلک مین اُس کی عزت اور
عظمت برباد ہوجاوے۔ اُسی مُلک مین وہ دست نگیری کی شرمناک زندگی بسر
کرے۔ کچھ عرصہ بعد اپنی ریاست فروخت کرکے افریقہ چلا گیا۔ یہان سلطان فیض[۱]
(سوڈان کا شہور نخلستان) نے سخت وحشیانہ برتاؤ کیا اور اُس کی آنکھین نکلوا دین۔ اُسکی
باقی زندگی اس قدر مصیبت اور تنگ دستی۔ اس قدر ذلت و خواری مین گذری کہ اُسکو
بیان کرتے ہوئے پایۂ قلم مین آبلے پڑتے ہین۔ جو لوگ اُسکو اس حالت کس مپرسی
اور لباس دریوزہ گری مین دیکھکر پہچانتا تھا وہ ضرور اُس کی مصیبت پر روتا تہا۔ اُسی کی
کُہنہ اور دریدہ عبا پر عربی مین لکہا تہا "یہ ہے وہ اُنڈلس کا بدنصیب بادشاہ"
جس سے عبرت لو! رقیق القلب اور خُداترس لوگ اُسکو پڑھکر کلیجہ تھام
لیتے تھے۔

اب مسلمانون کے پاس صرف غرناطہ باقی تہا۔ ابو عبد اللہ اپنے دیرینہ حریف چچا
کی معزولی کی خبر سُن کر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اور قاصد کی طرف متوجہ ہوکر بولا "اب

---

[۱] نوٹ:۔ سوڈان کا مشہور نخلستان ۱۲

کوئی شخص مجھکو بدنصیب نہ کہے۔ اب میری قسمت نے پلٹا کھالیا۔" قاصد نے جواب دیا کہ "ہوا ہمیشہ ایک رخ نہین چلتی آج اگر اُس طرف ہے تو کل ضرور اُس طرف ہوگی بہتر ہے کہ جہان پناہ۔ اِن خوشیون کو کسی بہتر اور زیادہ مطمئن حالت کے لیے اُٹھا رکھین۔" قاصد نے پتہ کی بات کہی یا کیا؟ اس سے بحث نہ تھی۔ وہ تو چچا کو دست بریدہ دیکھکر اُمید موہوم پر تکیہ کیے ہوے تہا حالانکہ وہ اپنی حالت سے بہی ناواقف نہ تھا کہ لوگ عموماً اُسکو کفار کا خیرخواہ۔ قوم و ملک کا دشمن اور رو رو دو دانام سمجھکر سر بازار نفرین اور ملامت کرتے تھے۔ شاید وہ اپنے ذہن مین یہ سمجھتا تہا کہ جب شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابلا پُشت پر ہین تو پھر کس بات کی فکر ہے۔ وہ خود حامی کار ہون گے۔ اور بھولا ہوا تہا کہ جنونِ حسد کے جوش مین جب اُس نے مسیحی بادشاہ کو الداخل کا علاقہ فتح کر لینے پر آمادہ کیا تہا۔ تو کوتہ عقلی سے عہدنامہ کی ایک شرط یہ بھی قرار دی تھی کہ اگر اس تمام علاقہ پر نیز قلعہ جات گاڈسک اور المیریا پر بھی قابض اور متصرف ہو جاوینگے تو ابو عبداللہ ادھر سے غرناطہ خود بخود سپرد کر دیگا۔ چنانچہ الداخل سے فارغ ہوتے ہی فرڈی ننڈ نے اپنی کوتاہ اندیش مجاہد کو خواب و خرگوش سے جگایا۔ اور بطور یاد دہانی لکھ بھیجا۔ کہ ہم اپنی شرطِ عہدنامہ پوری کر چکے ہین آپ اپنا وعدہ پورا کیجیے۔ اور غرناطہ کو جلد خالی کیجیے۔ ابو عبداللہ کچھ دنون تو لیت و لعل کرتا رہا مگر بے فائدہ۔ فرڈی ننڈ نے صاف لکھ بھیجا کہ ایفاے وعدہ کے سوا اور کوئی چارہ نہین شہر خالی کیجیے۔ ورنہ وہی سلوک کیا جاویگا جو مالگا کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ اب تو ابو عبداللہ کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے۔ اور حیران و پریشان ہوا کہ اب کیا جواب دے۔ لیکن اہل شہر نے ایک دلیر شجاع (موسیٰ) کو سرکردہ بنا کر معاملہ اپنے ہاتھ مین لیا اور جواباً لکھ بھیجا کہ "اگر آپ ہمسے ہتھیار چاہتے ہین تو خود آیئے اور لیجیے"!

اس وقت میدان ویگا بالکل مالامال تہا۔ ہر طرف کھیتیان ہری بھری اور باغات سراپا میوہ جات سے لدے کھڑے تھے الداخل اور ابو عبداللہ کی باہم زور آزمائیون سے جو سال گزشتہ مین اسکو سخت نقصان پہونچا تہا۔ امسال اُس کی تلافی ہو گئی تھی اور اب ایک نہایت اعلے درجہ کے فصل کی تو تب چینیون کی انتظاری کر رہے تھے۔ جو غرناطہ کی طرف سے یہ دلیرانہ جواب پہونچا۔ فرڈی ننڈ ایسے عمدہ موقع پر چپ بیٹھنے والا

نہ تہا - اپنی معمولی عیاریاں سنبہال کر فوراً ویگا کی طرف متوجہ ہوا - پچیس ہزار سپاہیوں کی جری فوج نے مور و ملخ کی طرح تمام میدان میں پھیلکر متواتر چالیس دن تک اُس کو تاخت و تاراج کیا - اور جب خوب اچھی طرح لوٹ گھسوٹ کر چٹیل میدان بنا چکے تب واپس قرطبہ ہوئے - ۱۴۹۰ء کی ایک فصل کے لیئے تو یہ قحط کا انتقام کافی تہا مگر ابہی سال میں ایک دفعہ اور اسی قسم کی غارتگری کرنا باقی تہی -

ادہر رعیت کی بہ مردانہ ہمت سے بادشاہ کی کمر ہمت بندھی - قاعدہ ہے کہ حد درجہ کی مایوسی انسان میں ہر درجہ کی دلیری پیدا کر دیا کرتی ہے - شیر دل (موسیٰ) کے اُکسانے سے ابو عبد اللہ نے جنگ کی تیاری کی - اور اس کمی اور کمزوری پر شمشیر بکف دشمنوں کے علاقہ کی طرف بڑہا - گرد نواح کے تمام مسلمان - کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ - ہر چند کہ مسیحیوں کو خط غلامی یا اطاعت لکھہ چکے تھے - مگر شاہ غرناطہ کو سلاح جنگ زیب بدن کیئے ہوئے دیکھکر اُن کے دل بڑہے - اور تمام عہد و پیمان بالائے طاق رکھکر - اِدہر اُدہر سے اس آخری جہاد میں شریک ہو گئے اور مسیحیوں سے چند قلعے فتح کر کے - ویگا کے قصاص میں تمام سرحدی علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا - اس وقت کا جوش و خروش اور اتفاق و یکجہتی دیکھکر معلوم ہوتا تہا کہ گویا غرناطہ پر ایک مرتبہ پھر عالم شباب آنیوالا ہے - لیکن افسوس یہ صرف ایک سنبہالا تہا - جس طرح غروب کے قریب پہونچا ہوا آفتاب - فطرت کے پژمردہ رنگ چہرہ پر ایک آخری تیز جھلک ڈالکر دفعتاً اُفق کی تاریکی میں چھپ جایا کرتا ہے - اسی طرح مسلمانوں کے لب بام آفتاب اقبال کا یہ آخری پرتو تہا - ۱۴۹۱ء میں شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابلا جہاد کے لیئے بہ سالانہ دورہ پر اُٹھے - اور عہد کیا کہ غرناطہ کا فتح اور قبضہ حاصل کیئے بدون ہرگز واپس نہ ہونگے - چالیس ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار کا ایک جرار لشکر اور بڑے بڑے صف شکن جرنیل اور لفٹنٹ جلو میں تھے مثلاً والی لیون - والی سینٹ یاگو - والی کیڈیز - نواب ٹنڈلا - نواب کبرا - حاکم ولینا اور مشہور شیر جوان مالگا ئینی ڈون النز و والی اگیلر - ادہر الحمرا میں جس کے بلند میناروں سے غنیم کی فوج غبار میں ملتبس صاف دکھلائی دیتی تہی - ابو عبد اللہ نے مشیران کونسل کو جمع کیا - بعض نے اس بات پر زور دیا کہ مقابلہ کرنا فضول اور لاحاصل ہے - مگر موسیٰ نے کہا کہ "کیا

ہم ناخلف اور ننگ قوم کہلائین گے؟ نہین یہ کبھی نہین ہوگا - جب تک خون
آشام تلوارین ہمارے ہاتھ مین ہین - اور ترکتاز و عربی نژاد گھوڑے ران تلے - وابلند
ہم بلند کہ ہمتی خون جس کے پاس سے ہرگز خشک نہ ہوگا - اگر آج دولت سے عزت
پر بھی جسے - تو بہ رب کعبہ کہ عزت سے پہلے جان پر بنے گی - یہ کہا اور تلوار ٹیک کر
اٹھ کھڑا ہوا - موسیٰ کی پُر اثر تقریر نے جس کا ہر لفظ فتنۂ طلسم تھا غرناطہ کے
تن بیجان مین ایک تازہ روح پھونک دی - اور تمام شہر کی کایا پلٹ دی - ہر
طرف بجز ہتھیارون کے جھنکار، اور گھوڑون کے ہنہنانے اور ٹاپنے کی آواز کے
کچھ نہ سنائی دیتا تھا -

اب فوج کا کمان موسیٰ کے سپرد کیا گیا - اور شہر کی محافظت بھی اُس کی
حراست مین دی گئی - غنیم کے والی شہر مین آنے پر اہل شہر نے احتیاطاً
تمام دروازے بند کر دیے تھے - مگر موسیٰ نے کنجیان ہاتھ مین لیتے ہی سب سے
پہلا کام یہی کیا کہ تمام دروازے کھول ڈالے - اور کہا کہ "آج بجائے دروازون کے
ہمارے جسم ان دروازون کی حفاظت کرین گے - اے عزت اور حمیت والے
اہل غرناطہ! کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم اوندلس کے قبضے کے لیے لڑتے ہین؟
نہین صرف ایک چپہ بھر زمین کے لیے صرف اس قدر کہ ہم اُس پر کھڑے ہو سکین
افسوس کہ اگر یہ بھی ہاتھ سے نکل گئے - تو ہمارے اہل و عیال اہانت جائین گے
اور ہم کس جگہ کھڑے ہو سکین گے" اس قسم کے چبھتے ہوئے فقرے سن کر نوجوان جوش مین
اٹھتے تھے اور اُن سے ہاتھ مرنے مارنے پر آمادہ تھے - ویگا کا میدان بین
شہر غرناطہ اور عیسائی کیمپ - معرکہ کارزار بنا - اور شیر دل یوسف کے ماتحت شیران
اسلام اُس مین باوجود "مشتی از خاک بطوفان نوح" ہونے کی حیرت انگیز بہادری
کے جوہر دکھاتے تھے - اکثر مبارزت کا بازار گرم رہتا تھا - روزمرہ کا معمول تھا کہ
مسلمان غازی مسلح اور سوار ہو کر مسیحیون کے کیمپ مین آکر للکارتا تھا (ہل من مبارز منکم"
ہے کوئی جوانمرد تم مین سے کہ مقابلہ پر آئے) اور اس طریق کسی مسیحی غازی کو
برانگیختہ کر کے میدان مین نکالتے تھے - جہان سے اکثر اُسکو واپس جانا نصیب
نہ ہوتا تھا - فرڈی ننڈ نے جب دیکھا کہ تمام جنگ آزما اور بہادر غازی ایک ایک

کر کے میدان کی نذر ہوتے جاتے ہین اور حاصل کچھہ نہین۔ تو اُس نے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی مسیحی جوان مبارزت کے لیئے نہ نکلے۔ لیکن مشکل تہا کہ ایک مسلمان غازی سوار خیمہ کے سامنے کھڑا ہوکر مقابل طلب کرے۔ اور اسپین کے نامور شجاع پردہ نشین بنے اُس کے طعن و تشنیع سُنتے رہین۔ آخر نوبت باینجا رسید کہ ایک نیزہ طراز مسلمان غازی نے جوش جوانی مین آکر خاص شاہی خیمہ مین برچھی پھینک ماری۔ ہرنینڈو پیریز والی پلگر ملقب بہ "صاحب مہمات" کو یہ بیباکانہ جرأت دیکھکر غصہ سے تاب نہ رہی۔ اُسی دن آدھی رات ایک مختصر جمعیت لیکر شبخون کے لیئے نکلا۔ اور شہر کے چور دروازہ سے سنتری کو گرفتار کرکے اور اندر داخل ہوکر بخط مستقیم بازار سے گذرتا جامع مسجد پر پہونچا۔ اور اُسکو عفت مآب حریم تقدس کے نام پر وقف کرکے اور ایک تیر پر لفظ مریم مقدس کندہ کرکے بطور نشانی اُس کے دروازہ پر جڑ دیا اور اتنے اہل شہر بیدار ہوکر سپاہیون کو جمع کرتے رہے والئی پلگر گھوڑے کو پھیر کر حیرت زدہ باشندون کے ہجوم کو کاٹتا راستہ کرتا آناً فاناً مین شہر پناہ پر پہونچا۔ اور یہان سے بزور شمشیر نکلکر کیمپ مین جا داخل ہوا۔ فتح غرناطہ کے بعد جب مسیحیون نے اُسپر قبضہ کرکے جامع مسجد کو گرجا بنایا تو اس شبخون کے ہیرو کو ہمیشہ یہ حق حاصل رہا کہ عبادت کے وقت گانیوالون کے طائفہ کے ساتہہ صدر مقام پر بیٹھے۔ لیکن اِس قسم کے دلیرانہ شبخون سے محاصرہ کو کیا تقویت پہونچ سکتی تھی۔ نہ وہ چند چھوٹے چھوٹے جواب و سوال جو اس وقت تک ہو چکے تھے کچھہ کار برآری کر سکتے۔ آخر فرڈی ننڈ نے اپنے پرانے داؤ پیچ شروع کیئے۔ اور کیمپ سے جو اتفاقیہ جلکر بالکل خاکستر ہوگیا تہا۔ ایک دن بے خبر نکلکر۔ ویگا کے رہے سہے مال و دولت پر اچانک آن پڑا۔ اس خوان نعمت کو بچانے کے لیئے مسلمان ایک مرتبہ اور شہر سے نکلے جس کے بعد پھر کبھی اُن کو نکلنا نصیب نہین ہوا۔ ابوعبد اللہ اور شیر دل موسیٰ نے اپنے رسالون سمیت خوب داد مردانگی دی اور جان توڑ کے لڑے۔ مگر پیادہ فوج کچھہ ایسی جری اور بہادر نہ تھی مسیحیون نے اُن کی بے طرح خبر لی اور دروازہ تک پہنچا گیا۔ موسیٰ نے اِس غم و غصہ مین واپس ہوکر عہد کیا کہ ایسی کمزور فوج کو پشت پر لیکر آیندہ کبھی کُھلے میدان مین

تیغ و سپر ہوگا - فی الحقیقت مسلمانون کی یہ آخری جنبش تھی - دس برس کامل وہ چپہ چپہ
زمین کے قبضہ کے لیئے حملہ آور ہین سے مردانہ وار تیغ و سپر سے - جس جگہ ایک دفعہ
قدم جما لیتے تھے - پھر متزلزل نہ ہوتے تھے مگر افسوس اب اُن کے پاس بجز غرناطہ
کے کچھ باقی نہ تہا - اُس کی چہار دیواری مین ہر طرف سے بند - تمام بیرونی دنیا سے
تعلق قطع اور اُمید دستگیری منقطع کے خود سر سے پر تنے ہوئے تھے - فرڈی نندڈ
نے سمجہا کہ ایسی حالت مین قبضہ کے زور سے دروازہ کہلوانا زیادہ مناسب ہے - یہہ
دُمن باندہ کر اُس سے پیشیر و خلیفہ اعظم عبد الرحمٰن ثالث نے طلیطلہ کے محاصرہ مین
جو تدبیر کی تھی وہی اُس نے اختیار کی - یعنی ہفتہ بھر کے اندر اندر شہر غرناطہ کے
محاذ مین ایک چہوٹا سا قصبہ آباد کر لیا اور اپنے مذہب مقدس کی عزت مین اُس کا
نام "سانتا فی" رکھا - جو اپنے جبانیوالے کے استقلال و اُلو العزمی کی یادگار مین
ابھی تک اُسی طرح موجود ہے - یہان بیٹھکر فرڈی نندڈ - غرناطہ کے دم واپسین کا
انتظار کرنے لگا - فی الحقیقت - قحط نے اس موقعہ پر وہ کام کیا کہ لاکھ بہادری ہوتی
تو نکر سکتی - اہل شہر سدرمق کی ضرورت سے مجبور ہوکر ابو عبد اللہ سے شدائد
فاقہ کی شکایت اور محاصرین کے ساتہ شرائط صلح طے کرنے پر اصرار کرنے لگے -
آخر کار "بد نصیب" بادشاہ کو ماننا پڑا - مگر شیر دل موسیٰ نے اس صلح مین شریک ہونا
پسند نہین کیا - اُس کی رگون مین ہاشمی خون جوش مار رہا تہا - اُس کا دل اپنے غیور
اسلاف کی یاد سے لبریز تھا - غم و غصہ کی حالت مین سر سے پیر تک سلاح جنگ
زیب بدن کر کے اور اپنے وفادار گہوڑے پر سوار ہوکر شہر سے باہر نکل گیا اور پھر
کہین اُس کا پتہ نشان نہین ملا - کہتے ہین کہ راستہ مین دشمنون کی ایک جماعت
سے اُس کی مٹھ بھیڑ ہوئی جس مین دس مسلح یل شل جوان تھے - موسیٰ تو خود سر کو
کفن باندہ کر شہر سے نکلا تہا اور ہتھیلی پر جان لے پہرتا تہا - اُس کی آرزو نہ تھی کہ زیادہ
زندہ رہکر تخت غرناطہ کو اپنی آنکھون سے لُٹتا دیکھے - وہ موت کی تلاش مین تھا نہ کہ ظفر
کی - اس جماعت کو دیکھکر خوشی خوشی آگے بڑہا - اُنھون نے پیام مبارزت دیا -
اُس نے بدل و جان قبول کر کے سب پر ایک ساتھ وار کیا - اکثر کو تہ تیغ کیا باقی
زخمی ہوئے - آخر خود زخمون سے چور ہوکر - عرش زین سے فرش زمین پر آگرا -

دلی اور مغلوب دشمنون کے ساتھ جو عفو و رحم کا سلوک کیا کرتے ہین مسیحیون نے
اُس کے ساتھ بھی کرنا چاہا۔ مگر موسیٰ نے نہایت نفرت سے مُنہ پھیر کر جواب دیدیا
کہ ”میری آرزو ہے کہ میری لاش بھی دشمنون کے شرمندۂ احسان نہ ہو“ یہ کہکر
اُس نے پھر ایک وار کیا۔ اور گھٹنون کے بل کھڑا ہوکر برابر جواب و سوال کرتا رہا۔
یہان تک کہ ہاتھ پانون نے بالکل جواب دیدیا۔ اور پھر ایک اُٹھتے ہوئے جوش
اور آخری کوشش سے جنبش کر کے اُس نے اپنے آپ کو دریائے شنابیل مین
گرالیا۔ وزنی ہتیارون سے گرانبار بدن اس کے کہ جینے کے لیئے ایک آخری جدوجہد
کر کے ”حذر من الموت“ کا الزام لے۔ گرتے ہی غرقاب فنا ہوگیا۔

اب غرناطہ اور ابو عبداللہ کا خاتمہ سنیئے۔ ۲۵ نومبر ۱۴۹۱ء کو عہدنامہ پر فریقین کے
دستخط ہوئے اور یہ شرط ٹھہری کہ ایک مدت معینہ کے لیئے باہم صلح رہے۔ اگر اس
عرصہ مین کوئی بیرونی مدد کہین سے آجائے تو خیرہا ورنہ شہر فوراً خالی اور سپرد
کردیا جائے گا۔ بدنصیب اہل غرناطہ نے سلطان ٹرکی اور خدیو مصر کو فضول قاصد
بھیجے۔ بیفائدہ روزہ گر انتظار کیا۔ ے

پتلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دم نزع

ہر طرف سے مایوس ہوکر۔ اواخر دسمبر مین ابو عبداللہ نے کلیجہ پر پتھر رکھکر فرڈی نند کو
کہلا بھیجا کہ آیئے اور ہمارے گھرون بلکہ ہمارے دلون پر قبضہ کر لیجیے۔ ناظرین! اس سے
زیادہ عبرت انگیز اور جانگزا سین تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ فتحمند فوجین۔ خوشی کے
نعرے مارتی شہر سانٹافی سے جوق جوق نکلکر ادہر اُدہر لب کہاکر میدان ویگا پر
پھیلتی جاتی تھین۔ بدنصیب مسلمان بھی اسی عرصۂ محشر مین ایک طرف کو دم بخود کھڑے
زمانہ کی نیرنگیون کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ سب سے پہلے فوج کا ہراول دستہ الحمرا
مین داخل ہوا اور اُدہر۔ ٹور ڈیلا ویلا ریثار کیمس کی کشیدہ قامت چوٹی سی ایک
نقرہ صلیب ہوا مین بلند ہوتی دکھلائی دی اور اُس کے ساتھ ہی سینٹ جیمس
کا پرچم لہراتا نظر آیا۔ تمام فوج سے جو میدان مین ہر طرف پرے باندھے کھڑی تھی۔
سینٹ یاگو! سینٹ یاگو! کے نعرے بلند ہوئے۔ سب سے اخیر کسٹائیل اور

ارا گون کا متحدہ جھنڈا اینار پر نصب کیا گیا - شاہ فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابلا تمام فوجوں سمیت
سجدہ ریز ہوئے اور اس بڑی اور آخری فتح پر خدا کا شکر بجا لائے - شاہی بینڈ نے مذہبی
گیت گائے - اور جبل الشہداء کے دامن میں چند جان نثار رفیقوں کو دائیں بائیں لیے
خانہ برباد اور بدنصیب ابو عبد اللہ کھڑا تھا - جب فرڈی نینڈ کی سواری پاس آئی تو اُس نے
اپنا منحوس ہاتھ بڑھا کر غرناطہ کی کنجیاں اُسکو سونپ دیں - اور خود کوہستانی دروں کی طرف
چلا - لیکن حب الوطنی نے دشمن پر کچھ ملاحظہ پیدا کیا - از خود رفتہ ہو کے پہاڑ پر چڑھا - اور
ایک بلند قلعہ کوہ پر جسکو پاڈل کہتے تھے - کھڑا ہو کر حسرت انگیز نگاہ سے اپنی گزشتہ
شان و عظمت کا نظارہ کرنے لگا - وسیع الفضا میدان ویگا - الحمراء کے سر بفلک کشیدہ
مینار - روضۃ الناظرین اور اُس کا نظر فریب باغیچہ اور بہت سے خوشنما وطن مالوف کی تمام عمارات
اور محل گلزار کو ایک نگاہ واپسین سے وداع کیا - اور جب فرط الم سے تاب نہ رہی - تو
"اللہ اکبر" کا نعرہ مار کر زار و نزار رونے لگا - اُس کی والدہ عائشہ نے جو پاس کھڑی تھی
کہا "جس چیز کو تم کل مردوں کی طرح نہ بچا سکے اُسکو آج عورتوں کی طرح رونے سے کیا
فائدہ" - یہ منحوس قلۂ کوہ جس سے ابو عبد اللہ نے اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے وداع کیا -
اسپین میں آج تک "مسلمانوں کا دم واپسین" کہلاتا ہے - بلکہ ہم (مترجم) "ابو عبد اللہ
کی نگاہ واپسین" کہنا مناسب سمجھتے ہیں - غرضکہ یہاں سے ابو عبد اللہ افریقہ میں چلا
گیا - کہتے ہیں کہ اُس کا اور اُس کے رشتہ داروں کا انجام بھی اسمٰعیل کی طرح دریوزہ گری تھا

ابو عبد اللہ کا نوحہ

جس وقت آفتاب اُفق کی تاریکی میں چھپ رہا تھا - غرناطہ میں ہر طرف ایک عجیب پُر آشوب
حالت برپا تھی بعض تثلیث کی دہائی دے رہے تھے - بعض توحید کی پناہ
مانگ رہے تھے - ایک گروہ قرآن مجید لیے جاتا تھا - اور دوسرا صلیب لیے آتا تھا -
یہاں گرجا کے گھنٹہ کی گونج سنائی دیتی تھی - اور وہاں مسلمانوں کی قرنا کی آواز -
قلعہ الحمرا میں مسیحیوں کے مذہبی گیت گائے جانے لگے اور اس کے ساتھ ہی
ہلال کے تمام پھریروں کے بجائے کسٹایل اور اراگون کا متحدہ جھنڈا اینار روان پر
نصب ہوا - ایک بادشاہ ایوان حکومت خالی کر کے روتا ہوا رخصت ہوتا تھا اور دوسرا

متعلقہ باب ۱۳ صفحہ آخر

ابوشہید السید خاتم السلاطین غوری [illegible]
کی تلوار
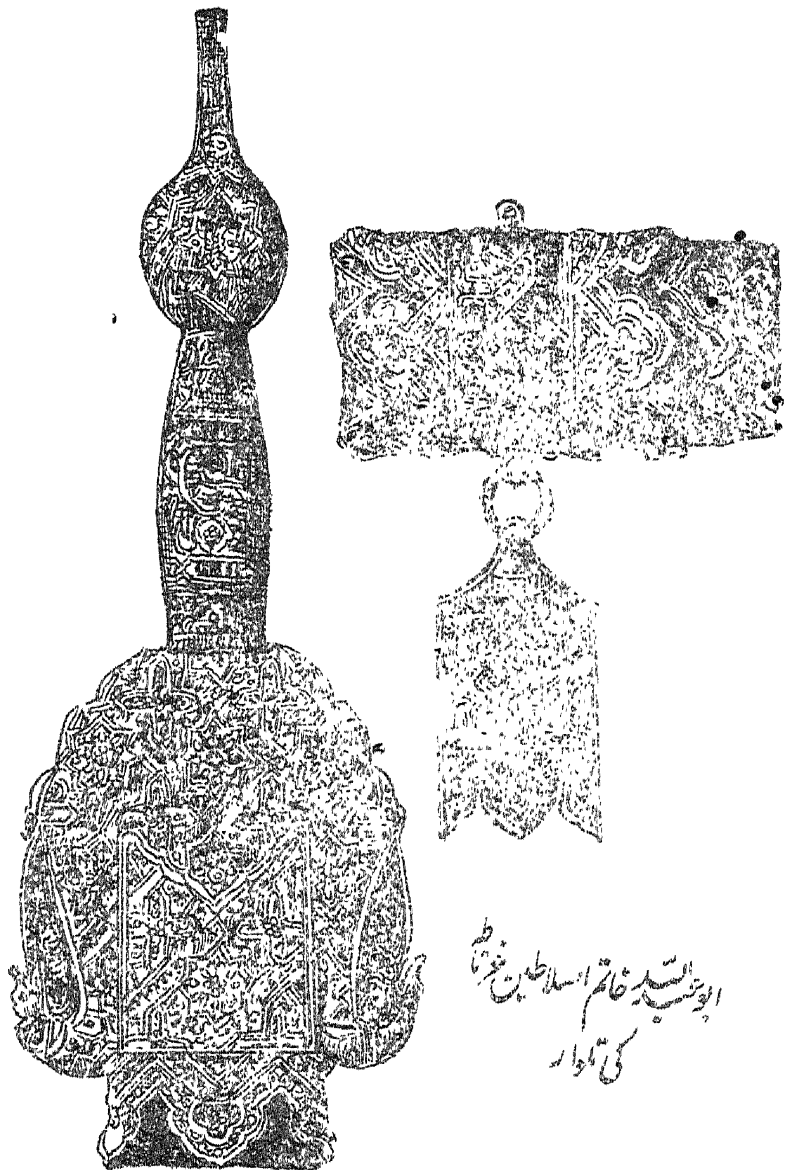
مظفر و منصور داخل ہو کر قبضہ کرتا تھا۔ روتیوالا بادشاہ رخصت ہونے سے پیشتر
اپنی سفید ڈاڑھی نوچتا اور نوحہ کرتا تھا۔ رخصت اے غرناطہ! اے بےنظیر شہر! افسوس!
اے فخر کفرستان! سات سو برس بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ گذرا کہ مسلمانون
نے آکر تیری عنانِ حکومت ہاتھ مین لی۔ تیری مادرانہ آغوشِ شفقت مین۔ اس نامور
اور جلیل القدر نسل نے برسون پرورش پائی۔ صدیون تو نے اس اولوالعزم قوم
کی جس نے کبھی کسی کے سامنے سر نہ جھکایا تھا۔ نازبرداری کی۔ افسوس! آج
وہ تجھ سے ہمیشہ کے لیئے رخصت ہوتے ہین۔ وہ دلیر و جانباز شجاع۔ وہ۔ مغرور
گستاخون کا سر جھکا دینے والے اور جان نصرانیت پر آفت لانیوالے تمہاری جوش
سے مست ہو کر صف شکن حملے کرتے تھے۔ تیری ہی زرریز کان کے لعل تھے
تیری ولولہ انگیز آب و ہوا نے اُن کی تعمیر مزاج مین ایسی جرأت مضمر کر دی تھی کہ
نوجوان کے لیئے یہ ادنی بات تھی کہ کسی حور وش نازنین کے غم ہجر یا صدمہ رقابت
سے بیتاب ہو کر بلا تکلف جان دے بیٹھین۔ یا اپنے ہادی برحق پیغمبر آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک یا اپنی عزت پر بلا تامل قربان ہو جائین شجاعت تیری
مردم خیز خطہ کا ایک چشمہ آبیاری تھا اور تیرے عزیز الوجود فرزندون کے بلند پرواز
حوصلون کا سدرۃ المنتہیٰ۔ وہ تلوار کی آب کو آبرو سمجھتے تھے اور تلوار کے جوہر کو جوہر
انسانیت۔ آہ اے دیگا! مین دیکھتا ہون کہ تیرے ہرے بھرے کھیتون پر برق
خرمن سوز جلوہ گر ہے۔ تیری خوشنما سرسبز گنج باغ پر خزان کا عالم ہے۔ تیرے شاندار
اور پر رونق الحمرا پر تیرگی چھا گئی ہے۔ تیرے پھلے پھولے گلزارون کی نضارت اور
تروتازگی ہمیشہ کے لیئے رخصت ہو گئی ہے۔ افسوس! مین دیکھتا ہون کہ اُن کے
رنگ برنگ کے خوشنما پھولون کی نازک پنکھڑیان صرصر حوادث سے کملا کملا کر
خاک مین ملتی جاتی ہین۔ آہ! جو بدنصیب بادشاہ اس فردوس زمین سے اس طرح
نکالا جائے کس مونھ سے عزت کا دعوی کر سکتا ہے۔ کس حیثیت سے گھوڑے
پر سوار ہو سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اُس کا سمند قلم زبان خلایق پر آ رہے۔ ہرگز
نہین۔ اب اُس کی باقی عمر کسی جگہ تنگ و تاریک مین۔ دنیا سے مونھ چھپائے گمنام
و بے نشان ہو کر گذرے گی۔ وہ اپنی حالت پر آپ ماتم کرے گا۔ درد و غم سے سوا

بھی اس کا مونس و غمخوار ہوگا۔ اور بیکسی سے [illegible] کوئی فاتحہ خوان نہ

لہ نوٹ: شاید ہمارے رقیق القلب [illegible] تک ناتہ پر اشکباری
کرین۔ شاید دُنیا کی ناپایداری۔ اس خودوگاہ زندگی [illegible] خوش بیان عروج
دولت کی بخششائشین جو [illegible] جاہ و
حشمت حاصل کرنے [illegible] شاید اس
قسم کے خیالات اُن کے دلون [illegible] غرناطہ مرحوم
کے ساتھ دلی ہمدردی کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن ہم اُن کو یقین [illegible] کہ یہ کوئی
غیر متوقع نتیجہ نتھا۔ یہ زوال مسلمانون پر پہونچا تھی جو [illegible] نا عاقبت اندیشی کے
اپنے ملک و وطن سے ہیچ تعلق نہ [illegible] اس
بنا لیا کیسے ہیں [illegible] متعدد قومون کو [illegible] یگانگت
کی نظر سے دیکھنے میں۔ اُن کو ایسے سخت انجام پر صبر اختیار ہونا پڑتا ہے۔ [illegible]
الگ مسلمان۔ اوندلس کو [illegible] آئندہ تجربہ ہیں۔ ہذا عبرۃ لاولی الابصار۔ المترجم

چودھوان باب

تلوار کے زور سے۔ دین مسیحی کی اشاعت

بدنصیب مسلمانان اوندلس یون تو ابو عبد اللہ کے ہاتھون پہلے ہی تباہ ہو چکے تھے لیکن
اُس کی نگاہ و دا سپین آور زیادہ سخت اور مسلسل مصائب و آلام کا پیش خیمہ ہوئی۔
غرناطہ نے جن شرایط پر اطاعت قبول کی تہی وہ کچھ ایسی سخت اور غیر واجبی تہین
اور ابتدائی حالت دیکھکر معلوم ہوتا تہا کہ کیتھلک گورنمنٹ حسب وعدہ مسلمانون کے
عقاید مذہبی یا قانون مجاریہ وقت مین کسی طرح کی دست اندازی نہ کریگی۔ ہرنندو
آرک بشپ (ایک مذہبی افسر) جو ایک سلیم الطبع اور آزاد منش شخص تہا جبراً عیسائی
کرنا بالکل خلاف اصول سمجھتا تہا۔ مسلمانون کے حقوق کی دل سے قدر کرتا تہا۔ بجائے

قوت کے عملی قوت سے اُن کو اپنی طرف مائل کرتا۔ سب کے ساتھ بلا رُو رعایت یکسان مہر و بلا طفت سے پیش آتا۔ اور جہان تک ہوسکتا تھا اُنہین کے طریقے اختیار کرنے کی کوشش کرتا۔ حتیٰ کہ تم اپنے ماتحت واعظون کو عربی پڑھواتا۔ پھر ہرچند کہ خلاف شرع تھی لیکن خود بھی اسی زبان مین نماز پڑھاتا تھا۔ اس قسم کے تالیف قلوب سے اُس نے عوام الناس کے دلون پر یہانتک قابو کیا کہ ۱۴۹۹ء ؁ کے حالات دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ ابتدائی نصرانیت مین یروشلم مین جو کیفیت تھی وہ اب غرناطہ مین ہونیوالی ہے۔ ایک دن مین تین ہزار آدمی عیسائی ہوئے جن کے چہرون پر پادری صاحب نے نہایت خوشبودار پانی چھڑک کر گویا مُردہ سے زندہ کیا۔ لیکن مسلمانون کی قسمت انہین دنون مین ملکہ ازابلا نے۔ کارڈی نل زمی نس کو ہنڈو کی مدد کے لئیے بھیجدیا اس شخص کو اشتیم سے اشاعتِ مذہب پسند نہ تھی کیونکہ وہ کلیسائی مجاہدین کا متبع تھا۔ جہاد کا بڑا شائق اور اُسمین نہایت سرگرم رہتا تھا اگرچہ اُسی وقت تک جب تک فتح ہو لی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کفار کو دوزخ کے عذاب الیم سے نجات نہ دلاتے خواہ وہ پسند کرتے یا نکرتے۔ یہ ٹھہن باندہ کر اُس نے نیک طینت ملکہ ازابلا کو ذہن نشین کردیا کہ کفار سے موافقت خدا سے مخالفت ہے۔ ملکہ کے دامن پر جو چند دھبے ہین اُن مین سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آخر کار اسبات پر راضی ہوگئے کہ مسلمانون کو مذہبی بنا پر شدید عقوبت دیجاسکے۔

اہل غرناطہ کو اس وحشت ناک طریقہ سے قابو مین لانے کی ابتدائی کوششین ناکامی پر ختم ہوئین۔ بعض سچّے دیندار مسلمانون نے عیسائی ہونے سے سخت انکار کیا۔ اور جرم بغاوت مین گرفتار ہوئے۔ اتفاق سے ایک عورت بھی اسی جرم مین ماخوذ ہوئی اور جب اُسکو جبراً قید خانہ مین لیجاتے تھے تو شہر کے حصہ البیسین کے تمام باشندے حمایت پر اُٹھکر اُسکو زبردستی چھوڑ لائے۔ اس ہنگامہ سے تمام غرناطہ مین ایک غدر مچگیا۔ اور ہر کوچہ و بازار مین ناگہ تلوارین چلنے لگین۔ آخر تمام باشندے مایوسی کے عالم مین ایک جا جمع ہوئے۔ کارڈی نل زمی نس نہایت برافروختہ ہوا مگر کیا

ﻟﮧ دیکھو سر ڈبلیو سکیول کی کتاب۔ ڈون جان آف آسٹریا۔ باب اول صفحہ ۱۷۵ ۔ ۱۲

تب چل سکتا تھا - لیکن نیک مزاج آرک بشپ صرف صلیب بردار کو ساتھ لیے
آگے بڑھا اور بےخوف و خطر البیسین میں داخل ہوا - تمام باغیوں نے ہر طرف سے
آکر اُسکو گھیر لیا - اور اُس کے آستین و دامن پر بوسہ دیکر اپنی مصیبتیں بیان کیں - کیونکہ
اُن کو امید تھی کہ وہ یقیناً بشکر رحم و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرادیگا - چنانچہ اُس نے
تمام شکایات اُسی وقت رفع کردیے - کارڈینل زائمینیس کو اسوقت
ناکام واپس آنا پڑا لیکن وہ ایسا شخص نہ تھا کہ ڈر کر آسانی سے اپنا ارادہ فسخ کردیتا - چنانچہ
اس نے تبہ اس سے ملکہ کو سمجھا کر ایک فرمان بہ ایں مضمون جاری کرایا کہ تمام مسلمان جلا وطن
ہوجائیں یا دعوت نصرانیت قبول کریں - اور اُن کو یاد دلایا کہ تمہارے آبا و اجداد
کبھی عیسائی ہی تھے - خاندانی سلسلہ سے ضرور ہے کہ تم بھی عیسائی ہی ہو - پس
چاہیے کہ عیسائی مذہب کے اصول اختیار کرو - اس سے بڑھکر یہ کیا کہ مسجدیں جبراً
بند کردیں اور لاکھوں کتابیں مسلمانوں کا عمر بھر کا علمی سرمایہ سب جلا کر خاکستر کردیا -
افسوس اُن کو انجیل مقدس کی تعلیم دیتے ہیں - وہ انجیل جس کے ہر ایک فقرہ سے
سلامت روی اور صلح جوئی کی تاکید نکلتی ہے - شاہ فرڈینینڈ اور ملکہ ازابلا نے
نہایت سخت جابرانہ طریقہ اختیار کیا اور یہودیوں کو بھی جو مسلمانوں سے کم مظلوم نتھے
طرح طرح کی تکلیفیں دیں - آخر یہ سمجھکر کہ بنسبت گھربار کے مذہب کا بچانا آسان ہے
اکثر لوگ عیسائی ہوگئے - جس سے غرناطہ کی آتش بغاوت اگرچہ فرو ہوگئی لیکن البکنہرا
کے کوہستانی باشندوں کا جوش ہنوز اُسی شد و مد پر تھا - یہ لوگ اپنے سنگین
قلعوں میں ایک مدت تک مسیحیوں کے مظالم کا مقابلہ کرتے رہے - مسیحیوں کی پہلی
کوشش اُن کی سرکوبی کے لیے نہایت سخت نقصان کا باعث ہوئی جس کی
کیفیت یہ ہے کہ الگیلر ۱۵۰۱ء میں ایک رسالہ لیکر دفع فساد کے لیے چلا - یہ وہی شخص ہے
جس کی شجاعت چالیس برس سے شہرہ آفاق تھی - گویا جب سے اسپین میں شجاعانہ
طرز رزم کی ابتدا تھی لیکن مسلمانوں نے اُسکو شکست فاش دی - اور سنگین چٹانوں کے
بڑے بڑے ٹکڑے اس کثرت سے لڑھکائے کہ تمام رسالہ تباہ ہوگیا - اسپین کے قدیم
شاعر اس واقعہ کو نظم میں حسب ذیل بیان کرتے ہیں :-
"وہ لق و دق بیابان جو دامن نشا کی طرح معلق تک پھیلتا چلا گیا ہے اور جس کا رنگ

شراب کی طرح شام غریبان والون کو دہوکہ دیکر بلایا کرتا ہے۔ اُس کی غایت حد یہ پہاڑ
کی سنگ دل چٹانون سے ہمین جہان کا رک سکے ہزار سالہ درخت اپنے قد و قامت
پر کہڑے ناز کر رہے ہین وہ راستہ اِس قدر ناہموار اور پُرخطر ہے کہ زیادہ خصوصاً سوار
یکہ و تنہا نہایت احتیاط سے پہونک پہونک کر قدم رکہتا ہے۔ راستہ کے ادہر
سنگلاخ اونچے نیچے ٹیلیون اور غارون کا وہ بے ترتیب سلسلہ جو پہاڑ کے ساتہہ ساتہہ
چلا گیا ہے خونخوار کفار کی کمین گاہین بنا ہے۔ اسوقت پہاڑ کی بلند چوٹیان صبح کے
آفتاب کی کرنون مین آتشین لباس پہن کے دمک رہی ہین اور ہزارون بزدل دشمن
شیر دل انگلیس کے انتظار مین۔ ان بلندیون پر نظر سے پوشیدہ گہات مین لگے ہین جہان
نہ خود حامی کے قاتل اُن کو دیکہ سکتا ہے نہ عقاب بلند پرواز کی تیز نظر کام کر سکتی ہے
اور نہ عنقائے خیال کی وہان تک رسائی ہے۔ یہ ایسا خطرناک موقع ہے کہ وہ دل جو
خوف و ہراس سے ہمیشہ ناآشنا رہے ہین یہان آ کر دہل جاتے ہین۔ وہ زبردست
اور قوی ہاتہہ جو میدان جنگ مین گرز آہنی کے کرشمے دکہلانے کے عادی ہین یہان
بے دست و پا ہین۔ وہ فولادی سینہ بند جو خونخوار خنجر کا مونہہ پہیر دیا کرتے ہین یہان
خود سینہ فگار ہین۔ غرضکہ یہان نہ کسی شیر میدان کی شجاعت کام کر سکتی ہے
نہ گہوڑے اور نیزے کی کچہہ پیش چل سکتی ہے۔ کیونکہ برابر کی تمام چوٹیون اور عمیق
غارون سے۔ اولون کے مینہہ کی طرح۔ چٹانون پر چٹانین لگاتار لڑہکتی چلی آ رہی ہین
جس کے صدمہ سے سوار اور گہوڑا دونون بے ہاتہہ پانون ہلائے اسی طرح جان
دیدیتے ہین جس طرح غریب بہیڑین اچانک بجلی کی چمک سے۔ امید و یاس کی تکلیف
اُٹہائے بدون جان دیدیا کرتی ہین۔ انگلیس چند رفیقون سمیت بہاگ کر نیچے میدان
مین آ کہڑا ہوا ہے۔ ہزارون خونخوار دشمن اُس کو ہر طرف سے گہیرے ہین اور ہر چند
قابو مین لانا چاہتے ہین مگر بے فائدہ۔ کوئی پاس نہین آتا سب دور کہڑے۔ نیزے
اور برچہیون سے اُس کے روئین تن کو چہید رہے ہین۔ صدہا ایسان ہرمت ہی
زناٹے کے ساتہہ آ کر اُس کے سر پر لگ رہے ہین۔ اگر انگلیس کی ہزار جانین ہوتین تو ایک
بہی سلامت نہ رہتی۔ آخر زخمون کی کثرت سے زیادہ کہڑے ہونے کی طاقت نہ
رہی اور لڑکہڑا کر ایک ڈہلوان پشتہ پر گر گیا اور زمین پر لیٹ کر فوراً جان جان آفرین کو

وحشیانہ ظلم اور سخت دغابازی پر مبنی ہوتا جاتا تھا۔ چنانچہ یہانتک نوبت پہونچی کہ تمام
مسلمانون کو حکماً مجبور کیا کہ اپنے خوش قطع لباس چھوڑ کر مسیحیون کی پتلون اور ٹوپیان
پہنین۔ زبان۔ رسم ورواج بلکہ نام تک بدلین۔ اور بجائے اس کے اہل اسپین کی زبان
بولین۔ انہین کے طریقہ سیکھین اور انہین جیسے نام رکھین۔ یہ وحشتناک
قانون چارلس پنجم نے ۱۵۲۶ء مین وضع تو کر دیا مگر دولتمندی سے عملدرآمد نہین کرایا
شاہی عمال البتہ اس کے زور سے۔ دولتمند مسلمانون سے رشوتاً روپیہ اینٹھتے
تھے۔ اور اپنی منصبی دیانتداری کو بیچتے تھے۔ اس کے علاوہ تجارت کی آزادی
بالکل چھین لی گئی جس سے شاہی خزانہ خوب مالامال ہوا۔ اور مسلمان بھی شرعی حد
اور سزا سے بہانے چندے محفوظ رہے۔ آخرکار۔ باپ نے جس قانون کا نفاذ
مصلحتاً نظرانداز کیا تھا اس کا عملدرآمد ۱۵۶۷ء مین بیٹے نے کرایا۔ یعنی فلپ دوم
نے زبان۔ آداب وعام طرز معاشرت کے بدلنے کی سخت تاکید کی۔ اور اس غرض
سے کہ مسلمان طہارت کے ارکان جو منہیات شرع مسیحی مین داخل تھے ادا کرنے سے
باز رہین۔ اس نے الحمرا کے تمام خوبصورت حمام مسمار کرا دیئے۔ اس سے بڑھکر
کسی قوم کو اور کیا اذیت جسمانی ہو سکتی ہے کہ اس کے قومی حقوق یکلخت ضبط
کر لئے جائین۔ اور پھر قوم کے وہ افراد جو بنی سراج۔ المنصور اور عبدالرحمن کے قبیل
سے تھے۔ اس تکلیف کو کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اسی مین ایک ٹیکس جمع
کرنے والے افسر سے جو ناجائز شتاب لوگون کو لوٹتا پھرتا تھا کچھ تنازعہ ہوا جس نے
اُس میگزین مین جو بھڑک اٹھنے والی اشیا سے بالکل معمور تھا چنگاری کا کام دیا ساتھ
ہی چند کسانون نے شاہی گارڈ کے بعض سپاہیون کو جو اُن کے گھرون مین
حفاظت کے لئے حکماً قایم کی گئی تھی قتل کر ڈالا۔ قاتل ایک جماعت کثیر کو
ساتھ لیکر اور فرج ابن فرج نامی ایک شخص کو جو بنی سراج سے تھا مگر نامساعدت
روزگار سے غرناطہ مین رنگسازی کا کام کرتا تھا۔ اپنا سردار بنا کر کوہستان مین
گھس گئے۔ یہان ہر طرف سے اظہار ہمدردی ہوا۔ ہرنندو ڈی ویلر جو خلفائے
قرطبہ کی نسل سے۔ غرناطہ کا ایک مشہور باشندہ تھا مگر اپنی بداخلاقیون کے سبب ذلیل
حالت کو پہونچ گیا تھا۔ اسکو بالاتفاق سب نے۔ مولوی محمد ابن امیہ کا خطاب

دیگر اندلس کا بادشاہ بنایا - اور ایک ہفتہ کے اندر اندر تمام پہاڑ بغاوت پر اٹھ کھڑا ہوا - یہ البپشرا کی دوسری بغاوت تھی - (سنہ ۱۵۶۸ء) -

بغاوت کے لیئے اس سے زیادہ موزون اور کوئی مقام نہ تہا - وہ سطح مرتفع جو کوہستان سیرا نویدا سے شروع ہوکر پہیلتا ہوا ساحل بحر روم پر ختم ہوتا ہے - قریباً انیس ۱۹ میل لمبا - گیارہ میل چوڑا اور جا بجا سنگین ڈہلوان چٹانون اور گہری غارون سے اسقدر ناہموار ہے - کہ تمام سطح پر اول سے آخر تک کہین - کوئی مستوی مقام نہین - حضرت الدجال مرحوم کی جاگیر یعنی اینڈرکس کا چہوٹا سا وادیہ یا وہ میدان جو پہاڑ اور بحر روم کی درمیانی سرزمین میں بطور شلوقہ کے واقع ہے - کسیقدر ہموار ہے - تین بڑے سلسلے ہین جن سے ہر ایک - سلسلہ سیرا نویدا کی ایک شاخ اور اونچی نیچی ڈہلوان چٹانون سے خود شاخ در شاخ ہے - ایک دوسرے کی محاذی واقع ہوکر اس سطح مرتفع کو شمالاً جنوباً کاٹتے چلے گئے ہین - اور اسکو چار گہاٹیون پر تقسیم کر دیتے ہین - ہر ایک گہاٹی مین چہوٹے چہوٹے پہاڑی چشمے نہایت تیزی سے بہتے ہین جو موسم سرما مین لبریز - گرما مین اکثر خشک ہو جاتے ہین - اور معلی ہسین (دجیل مولوی حسن) اور پیکو ڈیلا ولیٹا کی کشیدہ قامت چوٹیون کو برف سے سفید پوش کرکے بحیرہ روم کو سیراب کرتے ہین - اگر بلحاظ فطرتی بخشایشون صحت بخش آب و ہوا اور دلفریب منظر کے دیکھیئے - تو یہ مقام یورپ کے نہایت مشہور اور فرحت افزا مقامات مین شمار کیا جاتا ہے - موسم نہایت گرم مگر خوشگوار - زمین حد بصر تک سرسبز اور نہایت زرخیز - تمام زیرین وادی نیشکر کے کہیتون اور خرما کے باغون سے معمور - خصوصاً وہ چہوٹا سا ہموار قطعہ جو ساحل آب پر واقع ہے اس قدر ہرا بھرا ہے کہ گویا شاطہ قدرت نے بحیرہ روم کے نیلگون دامن پر مرصع سنجاف لگایا ہے - اگر کسی بلند مقام پر کھڑے ہوکر چارون طرف نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ جیسے ایک خوشنما روش کسی وسیع و بشکل مستطیل باغ کے دروازہ سے بخط مستقیم چلکر دونون طرف سرسبز خیابانون اور پہلے پہولے گلاب کے تختون کو لیئے - انتہائے باغ پر ختم جاتی ہے - اسی طرح یہ کوہستانی سلسلہ ہرے بہرے کہیتون - زیتون اور شہتوت کے باغون کو ہر طرف ساتھ لیئے

آخیر پر ختم ہو جاتا ہے مگر نظارت اور تر و تازگی - دامن کوہ الپائین کی شاداب چراگاہون اور سرو - صنوبر کے باغون کے دوش بدوش برابر چلی جاتی ہے - آخر بلند اور برفیلی چٹانون کی سنگدلی اور سرد مہری سے مایوس ہو کر پہاڑ کے تلے مین تمام ہو جاتی ہے - پھر بھی موسم گرما کی تمازت آفتاب مین پہاڑ کے تنگ و تاریک مقامون اور غارون کے اندر جہان برف کی رسائی نہین - اکثر زمردین فرش بچھا ہوا ملجاتا ہے ان تنگ گھاٹیون مین جو آج مسکن وحوش و طیور ہین کبھی مسلمان اس کثرت سے آباد تھے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی - ہر گھاٹی کی سطح کی زمین تو قدرتاً ہموار اور زرخیز تھی - اور پہلو مین جفاکش کسانون نے محنت مشقت کر کے سیڑھیون کی طرح پر ہموار کھیت بنا لیے تھے - جن کے تردد کاشت اور آبپاشی وغیرہ مین اس قدر تندہی اور جانفشانی کی جاتی تھی - کہ قلتِ اراضی کبھی قلتِ پیداوار کا باعث نہوتی تھی[1] تمام پہاڑ پر جگہ جگہ - ناہموار بلندی پر - ہر چٹان کے پہلو کے جوف مین - گھونسلون کی طرح بکثرت گانون آباد تھے - ہر گانون کو اگر دور سے دیکھئے تو بجائے خود ایک چمن تھا جس کے گرد انگور شاداب تھی - زیتون - شہتوت کے سرسبز باغات کا خوشنما حاشیہ - اور اس حاشیہ پر اگر اور عود کے درختون کے کوٹ لگے تھے - پس پشت چٹانون کے اوپر صدہا مویشیون کے گلے چرتے پھرتے تھے - جن کے گلون کے گھنٹون کی ہلکی ہلکی آوازین دور سے عجب دلکش معلوم ہوتی تھین - یہان کی انگوری شراب - ہر قسم

---

[1] اوندلس کی اعلیٰ درجہ کی زرخیز اور قابل زراعت اراضی کی قدر اہلِ اسپین آج تک نہین کر سکے - اور نہ کبھی اُس سے فائدہ اُٹھا سکے - خود گورنمنٹ کو غرناطہ کی اراضی کی طرف سے اس قدر کم توجہی تھی کہ سنہ ۱۵۹۱ء مین جاگیر خاص - صرف اس لیے فروخت کر دیگئی کہ اُس کا خرچ آمدنی سے بہت زیادہ تھا - حالانکہ مسلمانون کے زمانہ مین یہی اراضی سرسبز باغون کی کثرت سے ایک بڑا ذریعہ آمدنی تھی - ۱۲

کے میوہ جات - ہر طرح کا تیل - ریشم - پنیر - اون - تمام اندلس مین مشہور تھے - غرناطہ
کی تمام بڑی بڑی تجارتی منڈیون سے ایک بندرگاہون سے کدامن تک - الپکزرا
کی دولت سے پروقت معمور رہتے تھے[1] یہی وہ سرسبز اور مالا مال علاقہ تھا جسکو
اسپین کے متعصب پادری - تلوار کا کھیت اور ترک تاز سپاہیون کے جولان گاہ
بنانا چاہتے تھے -

یہ آتش بغاوت - کوہستان الپکزرا مین دو سال کامل مشتعل رہی - اور اہل
اسپین کی عمدہ جنگشش کوشش بدون منطقی نہ ہوئی - اس عرصہ مین فریقین نے
سفاکی اور غارتگری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا - بیدریغ خونریزیان کین -
شدید جسمانی عقوبتین دین - فریب آمیز قتل سخت وحشت انگیز کشت وخون کیے -
اور اگرچہ یہ سلسلہ اکثر ایسی نامور شجاعتون اور مردانہ حمایت اور استقلال کے
کامون سے منقطع بھی ہوتا رہا ہے - جو ہر ایک قوم و قرن کا باعث افتخار ہین لیکن
فی الجملہ یہ ایک مایوسانہ اور سخت کشمکش اور مسلمانون کی سب سے آخری کوشش
تھی - وہ سمجھ چکے تھے کہ کاسہ لبریز ہے ایک قطرہ کی گنجایش نہین اور دشمن ہر
طرف سے گھیرے ہوئے ہین - غیض و غضب سے مجبور ہو کر جوش مین بھر کر
انھون نے اگلی ہی گذشتہ برسون کے تمام ظلم اور تشدد اور سختیون کا
ایک ساتھ عوض لے لیا - ہر ایک گانون نے خود بخود علم بغاوت بلند کیا -
گرجا مسمار کیے مریم مقدس کی تصویرین توڑ دین اور گانون کا نشان نہ رہنے دیا عیسائیون
کو قتل کیا - ... پر شت جون کیے - اور سخت وحشت ناک اذیتین دین لیکن
یہ لوگ بھی شہرون اور گھنٹہ گھرون مین پناہ گزین ہو کر حیرت انگیز استقلال
سے مقابلہ کرتے رہتے - ایک مرتبہ دشمن نے ایک برج پر قبضہ کیا - اور اہل برج کو
مار کر بھگا دیا - لیکن دو عورتین تن تنہا - جن کے پاس بجز دلیرانہ دل کوئی ہتیار نہ تھا
اتفاق سے رہ گئین - انھون نے اندر سے دروازہ بند کر لیے - اور برج کی مورچون
پر جم کے پتھر برسانا شروع کر دیے - اور گو تیرون کی بوچھاڑ سے بدن چھلنی ہو گئے

[1] دیکھو ڈون جون آف آسٹریا باب ا صفحہ ۱۲۶ -

متعلقہ باب ۱۴ کا صفحہ ۱۰

کوہستان سیرا نویڈا

ہو گئے تھے۔ مگر صبح سے شام تک مردانہ وار مقابلہ کرتی رہیں۔ آخر تنگ آ گئے تھے پہونچکر
اُن کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح ایک اور دلیرانہ فوج کے ایک دستہ کی بابت بیان کیا جاتا
ہے جو اُن کے استقلال اور مردانگی پر دال ہے۔ یہ دستہ بغاوت فرو کرنے کے
ارادہ سے۔ اندرونی مقامات کی طرف بڑھا۔ مگر راستہ میں ایک نہایت تنگ
قریبا سو فیٹ عمیق کھڈ سد راہ ہوا۔ جسکو ٹیلیاٹ کہتے تھے۔ اور جسکے بیچ سے
ایک پہاڑی چشمہ نہایت زور شور سے بہتا تھا۔ مسلمانوں نے خبر پاکر اسکا پل توڑ پھوڑ کا
تھا۔ اور صرف چند بوسیدہ کڑیاں رہنے دی تھیں۔ چھوڑ دیے تھے تاکہ اگر ضرورت ہو تو کوئی منچلا
جاسوس پیدل پہاڑ پر آ جا سکے۔ گورے اس طرف تو سبھی گھبرائے تھے اور اُس طرف
جہان تک پہونچ سکتی تھی نظر آتا تھا کہ ایک گروہ پیام اجل لیے تیار کھڑا تھا۔ سپاہیوں نے
اس خطرناک مقام سے عبور کرنے سے جی چرایا۔ کیونکہ یہ ہیبت ناک تھا۔ اُس پر
اوپر سے اور ہلتے ہوئے تختوں کا پل۔ نیچے انتہائے نظر پر پانی کا زور شور۔ اور سامنے
دشمنوں کی تنی ہوئی کمانیں۔ گویا ہر طرف ایک تصویر مرگ دکھائی دیتی تھی۔ فوج اسی
کشمکش میں تھی کہ ایک بہادر سپاہی درمیان سے نکلکر آگے بڑھا۔ اور باوجود پانی کی ہیبتناک
آواز۔ اور دشمنوں کے تیروں کی بوچھاڑ کے۔ نہایت استقلال و متانت سے۔ اس
مخدوش پل کو عبور کرنے لگا۔ مسلمانوں کو اس قدر حیرت ہوئی کہ تیر چلانا بھی بھول گئے
دو اور سپاہی اس بہادر رہبر کے پیچھے پیچھے چلے۔ جن میں سے ایک تو غار کا لقمہ ہوا
اور دوسرا اُس طرف پہونچ گیا۔ پھر تو فوج کا دل بڑھا۔ اور نہایت تیزی سے پل کو عبور
کرکے اور اُس طرف اکٹھا ہو کر ایک ساتھ دشمن پر جھپٹ پڑی۔ اور وہ محفوظ مقام آن کی آن میں
چھین لیا۔ اس معرکہ کو معرکہ تھرماپولی معکوس کہنا چاہیے۔ اُسمین لیونیڈاس
ہیرو تھا۔ اور اسمین ایک فقیر و نان۔ سپاہی لاوا۔ ریگ رواں کے بیابان سے گھوڑا
بھگا کر گذرا تھا۔ اور یہاں ایک خطرناک پل سے فقیر

سنہ شاہان فارس اور ریاستہائے یونان میں عرصہ دراز تک جنگ رہا۔ شاہ دارا کے بعد جب
کیخسرو (زرکسیز) تخت نشین ہوا تو اُس نے بھی حملہ کیا اور تھرماپلی کے میدان پر ۴۸۰ قبل
از مسیح۔ دس لاکھ فوج کے ساتھ۔ یونانیوں سے شکست کھائی۔ لیونیڈاس شاہ اسپارٹا اور سپہ سالار
افواج یونان۔ میدان میں کام آیا۔ یہ لڑائی دنیا کی پندرہ مشہور لڑائیوں میں شمار ہوتی ہے۔

ساکنِ غرناطہ نے مارکوئیس آف مونڈیجار سے محبت اور قدیمانہ سلوک سے اگرچہ بغاوت کو دبتے ہیچ فرو کیا تھا۔ اس سے پہلے بھی اسی نے چار ہزار سواروں کے ساتھ باغیوں پر چڑھائی کر کے ان کی سرکوبی کی تھی۔ مگر اتفاق سے جو بلیفر میں قتل[1] عام ہو گیا اور جبر الارو لیٹرز میں لوگوں کا بے دردی سے خاتمہ ہوا اس سے فساد کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ اور غضب یہ ہوا کہ البیضین کے جیلخانہ میں ان کی قیدیوں نے نہایت بے رحمی سے تمام مسلمان قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔ مارکوئیس کا اس خونریزی سے نہ کوئی تعلق تھا اور نہ کچھ اطلاع۔ ایک دستہ ساتھ لیے ابن جبس انسداد کے لیے جا رہا تھا کہ راستہ میں اسکو القاضی ملا یہ عہدہ جیلخانہ سے آ رہا تھا مارکوئیس نے دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ اب وہاں جانا لاحاصل ہے جیلخانہ میں مطلع امن ہے کیونکہ تمام مسلمان قتل کر دیے گئے۔ ابن امیہ کے بعد مسلمانوں کی طاقت روز بروز گھٹتی گئی۔ ابن امیہ نے قوت تمام کوہستانی حصہ پر کامل بن بیٹھا مگر یہ نالائق اور بداطوار شخص وہ ان فتوحات کا آخری نتیجہ دیکھنے سے پہلے قتل ہو گیا کیونکہ اکتوبر ۱۵۶۹ء میں بعض حاسد حاشیہ نشینوں نے بدگمان ہو کر رات کو سوتے ہوئے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ سند خالی دیکھ کر ایک دوسرے شخص نے قبضہ کیا جو واقعی ایک لائق پُرجوش۔ قوم کا فدائی۔ رفیقوں کا جان نثار۔ اور باغیوں کا سچا سرغنہ تھا۔ اس نے مولائی ابن ابو عبداللہ خطاب اختیار کیا۔

ادھر اس کے مقابلہ پر عیسائیوں کی طرف سے بھی ایک نیا شخص تھا۔ یعنی شاہ فلپ کا سوتیلا بھائی ڈون جون آف آسٹریا۔ جو اگرچہ اس وقت بائیس برس سے زیادہ کا نہ تھا۔ مگر ایک دلیر اور پرجوش نوجوان تھا۔ اور اس بات کا خواہشمند تھا کہ مونڈیجار کو سپہ سالار بنا کر مسلمانوں کے مقابلہ پر بھیجا جائے۔ ایک بہت طول طویل تحریری رد و قدح کے بعد آخر اس نے بادشاہ کے ذہن نشین کر دیا کہ پولیٹیکل حالت نہایت خطرناک اور سخت تدابیر کی محتاج ہے۔ اور کوچ کے لیے شاہی فرمان اور فوج کا کمان لیکر روانہ ہوا۔ اس نے مسلمانوں کو اس سے زیادہ موقع نہیں دیا کہ سامنے آکر اعتراف قصور کریں۔ اور اپنے بیٹے کو بچائیں۔ چنانچہ ۱۵۶۹ء کے موسم سرما میں جنگ شروع

---

[1] سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسا قتل اور کیسی خطا ؛ مترجم

ہوا اور مئی ہین اطاعت کی شرطین طے ہوگئین - دوران جنگ مین اسقدر کثرت سے
قتل عام ہوا کہ خون کے ندی نالے بہہ گئے - ڈون جون کا قول تہا اور یہی حکم تہا کہ "یہان بخشی
نہیں" ہزارہا بندگان خدا - عورت - مرد - بچے اُس نے آپ حکم دیکر آنکھون کے
سامنے ذبح کرادئے - البکزرا کے تمام دیہات کو مسلخ و مذبح بنا دیا - بغاوت کا قرار واقعی
انسداد ہو چکنے پر - اس مایوسی کی حالت مین بھی چراغ نے ایک مرتبہ اور آخری سنبہالا
لیا - مولوی ابن عبداللہ کے پُرجوش دل کو ابھی تسکین نہ ہوئی تھی اُس نے پھر لوگون
کو اکسایا - لیکن قتل نے تسکین کردی - اُس کا سر کاٹ کر غرناطہ کی مذبح کے دروازہ
مین لٹکا یا گیا - اور تیس برس کامل دیکھنے والون کے لیئے سراپا عبرت رہا - جلیل القدر
اور نامور سلطان نے سرکوبی سے فارغ ہوتے ہی عام قتل اور غارتگری کا بازار گرم
کیا - اور ایک پوری باقاعدہ فوج کی مدد سے تمام دیہات کو جلا دیا - باشندے یہان سے
بہاگ کر ادہر اُدہر غارون مین جا چھپے - اور اپنے ہی گہرون کے دہوئین سے گہٹکر اندر
ہی اندر رہ گئے - خلاصہ یہ کہ ۵ - نومبر ۱۵۷۰ء سے پہلے پہلے اس آتش بغاوت کا ایک پرکالا
باقی نہ رہا لیکن یاد رکھیے کہ اہل اسپین نے اگرچہ مسلمانون کی پوری سرکوبی کی - لیکن افسوس
اپنی قومی و ملکی عزت کو - آسائش و بہبودگی آیندہ کو خاک مین ملا گئے -

اس کمی اور کمزوری پر بھی پسماندگان بغاوت کو اب بجز جلا وطنی اور غلامیت - اور کس
بات کی توقع ہوسکتی تھی - کہتے ہین کہ بیس ہزار سے زیادہ مسلمان تو پہلے لڑائیون مین
کام آئے - اور تقریباً پچاس ہزار - خاص صوبہ البکزرا مین اُس دن تک کہیت رہے
جبکہ مسیحی رسولون اور شہیدون کی عزت مین ڈون جون نے کمبخت بیکس مسلمانون کو
ذبح کرکے تہوار[1] منایا - جو بچے اُن کو اس تدبیر سے جلا وطن کیا - کہ اول سب کو البکزرا
سے باہر نکال کر تمام درون اور ناکون پر پہرے کہڑے کئیے تاکہ مخشت وطن کی تقاضہ سے
کسی کو پھر نہ کھینچ لائے - اور پھر ایک جری دستہ کی سخت حراست مین بندرگاہون
کی طرف چلتا کیا - خانہ برباد جلا وطن مسلمانون کے قافلے اسپر بھی صحیح سالم منزل کو نہ پہونچ
سکے - اکثر بدنصیب - صعوبت سفر - شدت فاقہ - اور بے برگ نوائی سے بیتاب

---

[1] ڈے آف آل سینٹس یعنی تمام بزرگان دین کا یوم فاتحہ جو ۵ - نومبر ۱۵۷۰ء کو ہوا -

ملکی امتیاز اور فضیلت کی دیرپا بنیاد قائم کرتا۔ غرضکہ جب مسیحی مسلمانون کو جلاوطن کر کے اُن کا نام و نشان تک مٹا چکے۔ مُلک اُن سے پاک کر چکے۔ تو اسپین چاند کی طرح ایک بقعۂ نور معلوم ہوتا تھا۔ لیکن بہت کم عرصہ کے لیئے۔ کیونکہ یہ روشنی خانہ زاد نہ تھی۔ بلکہ چاند کی روشنی کی طرح مستعار اور عطائے خورشید تھی۔ چنانچہ گرہن شروع ہوگیا۔ جس کی تاریکی میں مُلک اور قوم آج تک مُلتبس چلی آتی ہے لیکن مسلمانون کی زندہ یادگارین ابھی تک اُسی آب و تاب سے موجود ہین۔ اور اوندلس مرحوم پر نوحہ خوانی کر رہی ہین۔ وہ پُرفضا میدان۔ جن کی عہدِ اسلام مین یہ حالت تھی کہ زیتون۔ انگور اور طرح طرح کے میوہ دار درختون کی افراط۔ ہرے بھرے کھیتون کی کثرت سے۔ ہر طرف صحن چمن کا جلوہ نظر آتا تھا۔ آج حالتِ کس مپرسی مین اس قدر ویران و سراپا بنجر پڑے ہین کہ دیکھکر وحشت ہوتی ہے۔ وہ عالی شان عمارتین جو کبھی اشرف المخلوقات کا مسکن تھین۔ آج نشیمن زاغ و زغن ہین۔ وہ مردم خیز خطہ جو کبھی علماء و کاملین۔ موحد و محقق۔ مدبر الملک و عقل عاشرہ کا مخزن تھا آج اُس مین وہ کور عقل اور جاہل مطلق قوم بستی ہے۔ جو بخت ذلیل و خوار۔ نباتات کی طرح بازار مین حد سے زیادہ متبذل و ننگ قومیت اور ان تمام ذلتون کی سزاوار ہے۔

زشرحِ قصۂ من رفتہ خواب از چشم خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

حامد علی صدیقی سہارنپوری

واقعات	سنین
جنگ وادی لیت (طارق)	سنہ ۷۱۱ء
جنگ ٹورز واقعہ پوائنس (چارلس مارٹل)	سنہ ۷۳۲ء
واقعہ رانسس ویلیز (شارلمین)	سنہ ۷۷۸ء
خلافت بنی امیہ	سنہ ۷۵۵ تا ۱۰۸ء
عبدالرحمٰن اول	سنہ ۷۵۵ء
ہشام اول	سنہ ۷۸۸ء
حکم اول	سنہ ۷۹۶ء
عبدالرحمٰن ثانی	سنہ ۸۲۲ء
محمد	سنہ ۸۵۲ء
منذر	سنہ ۸۸۶ء
عبداللہ	سنہ ۸۸۸ء
عبدالرحمٰن ثالث (خلیفہ اعظم)	سنہ ۹۱۲ء
حکم ثانی	سنہ ۹۶۱ء
ہشام ثانی	سنہ ۹۷۶ء
المنصور (وزیر اعظم)	سنہ ۹۷۸ تا ۱۰۰۲ء
بربر اور سلیبو	سنہ ۱۰۰۸ء
السید (المبارز)	سنہ ۴۳ تا ۱۰۹۹ء
بنو مروان کا حملہ اور جنگ زلاکا	سنہ ۱۰۸۶ء
بنو المہدی کا حملہ	سنہ ۱۱۴۵ء
جنگ لاس ناواس	سنہ ۱۲۱۲ء
غرناطہ کا خاتمہ	سنہ ۱۴۹۱ء
البیکزا کی بغاوت	سنہ ۱۵۰۱ تا ۱۵۶۸ء
مسلمانوں کی جلاوطنی	سنہ ۱۶۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم

حضرات ناظرین!

ہسپانیہ میں مسلمانوں کا ہزار سالہ خواب - اور اُس کی تعبیرِ معکوس - آپکے سامنے ہے - دلّی مرحوم کو جو ہمدرد - ابھی تک دونوں آنکھوں سے روئے جاتے ہیں - اُن کو چاہیئے کہ اَب ایک آنکھ اونڈلس کے لیئے وقف کرین - دُنیا مین بلکہ تمام عالم اجسام مین - بجز انقلاب کچھ نہین - حدوث و تغیر - اِس عالم کی صفت خانہ زاد ہے - قومون اور مُلکون کا عروج و زوال - وجود و عدم - حقیقت مین نظام عالم کا اصولی قانون ہے - جس سے ہر چیز - ہر وقت - خود بخود منفعل رہتی ہے - کوئی قوم اِس پستی و بلندی کی وجہ سے - یا کسی وجہ سے بدنصیب و بداقبال نہین ہے مگر قوم کی صرف وہ نسلین جو اپنا ادبار دیکھنے کے لیئے - ایامِ زوال مین پیدا ہوتی ہین - اور ننگِ قوم کہلاتی ہین - اُن کو ایسا نہ ہونا چاہیئے - لیکن وہ ایسی ہین! ع

گر تو نمی پسندی تغییر کُن قضا را

کہتے ہین کہ استقبال ایک نتیجہ محض ہے - جو حال اور ماضی سے ملکر نکلتا ہے اسی طرح قومون کی بہبودگی آیندہ - اُن کی گزشتہ کی یاد اور موجودہ کی اصلاح پر منحصر ہے - قومی ترقی کا یہی ایک زینہ لیکن انقلاب زمانہ سے ہماری معہود ذہنی قوم یعنی مسلمانانِ ہند کے واقعات کچھ ایسے دقیق اور پیچیدہ ہوگئے ہین کہ اسلاف کے کارنامے اُن کے لیئے مثل کتاب سربمہر ہین - تمام اسلامی تاریخین - اسلامی ہیروز (نامور) کی سوانح عمریان - تذکرے - جو مستند اور قابل اعتبار ہین - باستثناء چند - صرف عربی زبان مین پائے جاتے ہین - اور عربی ہی مین پائے جاتے چاہیئین جو کبھی قومی - مُلکی - مذہبی زبان تھی - عربی کوثرِ علوم کے ساقی یعنی علمائے دین کسی

نامعلوم وجہ سے (ہندوستان مین) روز بروز کچھ ایسے تنگ چشم ہوتے گئے۔ یا
شاید سیر چشم۔ کہ اُن کو علم ہیئت و علم ہندسہ کی پرواہ رہی۔ نہ طبعیات و فلسفہ سے
تعلق رہا۔ اور نہ تاریخ سے۔ جمیع علوم فنون کو مدارس سے نکال کر صرف علم ادب پر
قناعت کر بیٹھے۔ یہ بھی صرف اس لیئے کہ دینی مسائل۔ بدون اس علوم متعارفہ
کے حل نہیں ہو سکتے تھے۔ اب یہ حالت ہے کہ علم ادب بھی درس گاہون سے
خارج کر دیا گیا۔ (ارکان و مسائل مذہبی سے واقفیت کا نام علم ادب ہے اور حافظ الاحادیث
محض عالم کہلاتے ہین۔ اس سے کوئی نکتہ چینی مراد نہین۔ عیاذاً باللہ بلکہ صرف
اظہار حقیقت۔ اُن کو خود ولے بندش کا مضمون پیش ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ کے فرائض
اُس کے ساتھ بدلتے رہتے ہین۔ ایک زمانہ دوسرے زمانہ کو نہ اپنے علمی مسائل کی
تعلیم دے سکتا ہے۔ اور نہ واجبات زندگی کی۔ اگرچہ ان فرائض اور واجبات اصول
ابتدائے آفرینش سے ایک ہی حالت پر ہین۔ اور ابد تک ہون گے۔ صورت
لفظ بدل جائے تو بدل جائے۔ مگر معنی نہین بدل سکتے۔ ان وجوہ سے ہمارے پرانے
بزرگان قوم۔ بالجبر یا بالاختیار۔ نہ اپنے اسلاف کے کارنامون سے خود واقف
ہین اور نہ دوسرون کو واقف کر سکتے ہین۔ اب رہے قوم کے نوخیز جن کے لیئے
ممکن ہے کہ غیر قومون کی دست نگری کرین۔ اور انگریزی تاریخون سے اپنے اسلاف
کے حالات دریافت کرین۔ وہ اسلاف جن کی تلوار تو سو برس کامل غیر قومون کے
مسجود رہے۔ لیکن زمانہ کی مجبوریون سے وہ بھی نہین بچ سکتے۔

غور سے دیکھیئے تو ہر قوم کی مادری زبان ہی اُن کی ضروریات زندگی کی کفیل ہے۔
اُسی مین ایجاد تحقیق اور علوم فنون کی اشاعت کی جاتی ہے۔ اور وہی اُن کے
ملکی۔ قومی۔ مذہبی فرائض کو پورا کرتی ہے۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ وہ شوقیہ کوئی اور
زبان بھی سیکھین۔ لیکن لابد نہین۔ مسلمانان ہند کی حالت اس کے بالکل برعکس
ہے۔ اُن کو تینون ضرورتون کے لیئے علیحدہ علیحدہ تین زبانین سیکھنی پڑتی ہین۔
قومی ضرورت کے لیئے اُردو۔ ملکی ضرورت کے لیئے انگریزی۔ اور مذہبی ضرورت
کے لیئے عربی یا فارسی۔ ان مین سے اگر عربی یا انگریزی سے قطع نظر کیا جائے جن مین
ہمارے تاریخی ذخیرے موجود ہین۔ تو یہ بحث ہی فضول ہے۔ اگر فارسی کو نظر انداز

کرین تب بھی انگریزی ادب ایک راز سربستہ ہے - اور تینون زبانین مجموعی طور سے تو
مسئلہ تثلیث وعقدہ مالاینحل ہے - اس کے علاوہ کالج کی بھول بھلیان سے نکل کر
عموماً فکر معاش مین مبتلا ہوجاتے ہین - خلاصہ یہ کہ ہم نہین کہہ سکتے کہ سبب کیا ہے -
ابتدائی تربیت کی خرابیان - نصاب تعلیم کا نقص - واقعات کی مجبوریان - کم توجہی
یا سستی یا قانون ترقی وتنزل یا مشیت ایزدی - یا کیا لیکن نتیجہ مین کسی کو کلام نہین
کہ نوتعلیم یافتہ فی صدی معدودے چند اس قابل ہین جو کتب سیر وتواریخ سے بوساطت
عربی یا انگریزی بطور خود مستفید ومحظوظ ہوتے ہین - اسکول ایجوکیشن مین - کاکس
سنگلر - لیتھ برج جیسے راست باز مؤرخون کی بدولت جو کم وبیش تاریخی معلومات
ہوتے ہین اُن سے قطع نظر کرنی چاہیے - باوجودیکہ **اوندلس** مرحوم بلحاظ علمی
اور فنی کمالات - تہذیب وشائستگی اور اقبال ودولتمندی کی **دلی** مرحوم
سے بدرجہا اعلیٰ واولیٰ تھا - لیکن افسوس بہت کم لوگون کو اس سے وقفیت ہے -
کیونکہ تاریخ المقاری عربی مین ہے - اور کانڈی وغیرہ کی تاریخین انگریزی مین ہماری
مادری زبان بلکہ خانہ زاد جو نہایت ہی ہر دل عزیز اور تقریباً تمام ہندوستان پر
قابض ہے - اگر اسپین ان حالات کا کوئی تذکرہ لکھا جائے تو کیا برادران اسلام
اُسکو فسانہ سمجھکر بھی نہ پڑھین گے -

ان خیالات کی بنا پر مین نے ایک انگریزی تاریخ سے **رموزات اسپین**
مصنفہ **لین پول** صاحب) یہ ترجمہ کیا ہے - میرے نزدیک قومی فیلنگ اور قومی
جوش کو سب سے زیادہ گزند جس چیز سے پہونچتا ہے وہ یہ ہے - کہ اپنے اسلاف
کے حالات غیر قومون کی تحریر وتقریر سے اخذ کیے جائین - اور کم قسمتی سے ہمارے
ہمعصر نوجوانون کی تاریخی معلومات کا یہی ایک ماخذ ہے - جس نے اس قدر سخت نقصان
پہونچایا ہے کہ اسلاف دوبارہ زندہ ہوکر اور اپنی قلم اور تلوار کے کرشمے دکھلا کر شاید
تلافی کرسکین - اگر پچاس برس اور یہی حالت رہی اور خدانخواستہ دس پانچ علامہ
شبلی اور مولانا **حالی** نہوئے تو ہمکو خوف ہے کہ قوم مرکز قومیت سے گر جائے گی
بادی النظر مین اگرچہ یہ ایک مبالغہ ہے - لیکن انسان کے دلی جذبات - خیالات -
طبعی میلان ظنیات ہین اور اس قابل نہین کہ بدیہات کی طرح اُن کی کیفیت اور کمیت

ایک نظر دیکھنے سے دریافت ہوجائے۔ اسی واسطے اُن کی کمی زیادتی اور حُسن و قبح
اُسوقت متمیز ہوا کرتے ہین جبکہ وہ اندر ہی اندر نشو نما پاکر اسباب ظاہریہ مین نتیجے تک
پیدا کرتے ہین۔ اور یہی وہ حالت ہے جس کا چارۂ کار ناممکن کے قریب ہے
اگر انگریزی زبان کی تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات ہم ارادتاً دریافت کرنا چاہین۔ اور
اخبار۔ ماہواری رسالے۔ عام تحریرین اور تقریرین متواتر دیکھین سُنین۔ اور اُنکے
روزمرّہ کے خیالات کا اندازہ کرین تو ہمارے دعوے کا کافی ثبوت ملیگا۔ کوئی علمی مضمون
محاکمہ۔ رائے۔ ایسی نہین ملیگی جسمین متقدمین کا حوالہ نہ ہو۔ اُنکے کوئی مقالے بطور
اصول موضوعہ نقل نہ کیا گیا ہو۔ اور متقدمین کون؟ ایڈیسن۔ ملٹن۔
اسپنسر۔ کارلایل۔ یا گالین۔ نیوٹن۔ ہاروی۔ حالانکہ اسی قسم
کے اقوال و حوالہ جات۔ فخر رازی۔ محقق طوسی۔ طولون اور یعقوب کندی
یا ابن رشد قریشی۔ ابن ظہر یا ابوالقاسم خلف وغیرہ کی تصانیف سے
بکثرت مل سکتے ہین۔ لیکن جس نے کبھی انسانی چہرہ ہی نہ دیکھا ہو۔ وہ تصویر کیونکر
کھینچ سکتا ہے۔ جب یہ تصانیف ہمارے مطالعے مین کبھی گذرتی ہی نہین تو
اُن کا حوالہ کیسے دیا جاسکتا ہے۔ انسان تو طبعاً خود مطلبی ہے۔ جس سے فائدہ
اُٹھاتا ہے اُسی کا مشکور ہوتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دست نگر غیر مصنفون کے
ہون اور دعا گو عربی مصنفون کے۔ اگر اسلاف اسی طرح غبار دامن ہوتے گئے تو
اُن کی قدر و منزلت کس دل مین باقی رہیگی۔ اور کون اُن پر فاتحہ خوانی کریگا۔
اسی کا نام مرکز قومیت سے گرجانا ہے۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہین کہ غیر قومون
کی تصانیف منہیات شرعی سمجھی جائین اور اُن کا مطالعہ کبیرہ گناہ ہے۔ کہ حکمت کو
ایک گم شدہ لعل سمجھو۔ جہان پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو۔ نہ یہ مطلب ہے کہ ان تصانیف
کے مطالعہ کرنیوالے ملزم بنائے جائین۔ کیونکہ بمقابلہ غربی تصانیف کے وہ خود بھی
نہین چاہتے کہ ان تصانیف کو اپنی معلومات کا ماخذ بتائین مگر آخر کار بتلاتے ہین۔
اس تاریخ کے پانچوین باب مین پولوجبیس شہید گرنے جو اپنے ہمعصر نوجوانون کی
بابت خیالات ظاہر کیے ہین اُن سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ فاتح قوم کا اثر کس قدر
تیز اور غالب ہوتا ہے۔ نہ ہمارا روئے سخن انگریزی مورخون کی طرف ہے۔ جو

اس قدر محنت کرکے ہماری قوم کی تاریخین لکھتے ہین ۔ یورپ مین ہمارے اسلاف
کے نام زندہ کرتے ہین اور وہ کام کرتے ہین جو ہمکو کرنا چاہئیے تھے ۔ انھون نے انیسوین
صدی کی تاریخ نویسی کو وہ آب و تاب دی ہے کہ صفحہ کی ہر سطر نظر کے لیئے زنجیر پا
ہو جاتی ہے ۔ ہم اُن کے دل سے مشکور عنایت ہین ۔ لیکن بااینہمہ یہ سمجھنا غلطی
ہے کہ وہ ہماری واقفیت کے لیئے تصنیف کی گئی ہین ۔ بلکہ اپنی قوم اور ملک کے
لیئے ۔ تاکہ اہل یورپ کو مشرقی طرز حکومت تمدن و معاشرت سے عموماً نفرت اور
اپنے طرز و طریقون سے محبت پیدا ہو ۔ جس قوم مین یہ صفت نہین وہ قوم نہین ۔
ہم اگر ان تصانیف کو پڑہین تو زبان دانی کے لیئے یا کسی متنازعہ فیہ مرقع کی موید
و ممد دلیل ڈھونڈنے کے لیئے ۔ یا زیادہ سے زیادہ اپنے واقعی یا غیر واقعی عیوب
مین تمیز کرنے کے لیئے ۔ یا خود مصنفین کے خیالات اور عام طبعی میلان کا اندازہ
کرلنے کے لیئے ۔ نہ اس لیئے کہ اُن کے واقعات کو فی الحقیقت تاریخانہ واقعات
سمجھکر دلیل گردانین ۔ یون تو یورپ مین بالخصوص انگریزی مورخون سے زیادہ معتبر
راست باز اور کامل فن کوئی مورخ نہین ۔ طرز استدلال اور نکتہ چینی کے وہ گویا
موجد ہین ۔ لیکن فن تاریخ نویسی مقتضی ہے واقعات کا ۔ اور واقعات کا ماخذ جہانتک
ہم خیال کرتے ہین ۔ صرف اُنہین کے ہموطنون کے سفرنامے ہین جو چند سال
سے شاہی دربار کی چہار دیواری ۔ یا دو چار شہرون کی عمارات کی بیرونی سیر
(سیاح نہ کہ محقق ہونے کی حیثیت سے) کرکے واپس وطن ہو گئے اور مفسر حالات
مشرقی (اورنٹیلسٹ) کہلائے مثلاً برنیر صاحب جن کا سفرنامہ اس اختصار
اور نقص پر بھی صدہا غلط فہمیون سے لبریز ہے ۔ واقعات گو درست ہین مگر نتایج
مستنبط کرنے مین غلطی کی گئی ۔ کیونکہ برنیر صاحب مشرقی طرز ملک داری اور
تمدن کو کیا سمجھ سکتے تھے ۔ اور عوام الناس کے خیالات اور طبعی میلان تو وہ
اسقدر کرکے بھی نہین سمجھ سکتے ۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ سفرنامون کے
علاوہ یورپ کی زبانون مین عربی تواریخ کے ترجمے بکثرت موجود ہین ۔ جن سے
بہتر مستند ماخذ نہین ہو سکتا ۔ تب بھی طرز استدلال اور نکتہ چینی کا جواز ۔ ایک
ایسے مورخ کو جس نے یورپ کی آزادی خیز آب و ہوا مین جمہوری حکومت و

تمدن کے سایہ کے نیچے نشو و نما پائی ہے غلط نتایج نکالنے کا کافی موقع دے سکتا
ہے - کیونکہ تجربات جو ہمیشہ واقعات گرد و پیش سے حاصل کیے جاتے ہیں جو
شخصی عقل کا تتمہ ہے - جس عقل کے بموجب واقعات کی تاریخ پر مورخ اپنی رائے
کا غلاف چڑھاتا ہے - اس کے علاوہ ایشیا اور یورپ میں جس قدر جسمانی
بُعد المشرقین ہے اوسیقدر ذہنی ہے - دونوں ہمیشہ سے ایک دوسرے
کے حریف اور متقابل چلے آتے ہیں مسیح علیہ السلام سے اٹھارہ سو چھپن
برس پیشتر کا واقعہ دیکھیے جبکہ مینلاس شاہ اسپارٹا کی بی بی ہیلین کو پریم
شاہ ٹرائی کا بیٹا پیرس بھگا کر لے گیا - اور فارس اور یونان میں نزاع
مخاصمت قایم ہوئی - اس وقت سے لیکر اٹھارہ سو پچاس تک تخمیناً ستائیس سو
برس کے مسلسل تاریخانہ واقعات بیہت اس دعوی کی تائید کرتے ہیں کہ
مشرق و مغرب میں ہمیشہ تقابل رہا ہے - اور رشک جو قومی اور شخصی ترقی کا
نتیجہ ہے تقابل کے آئینہ میں بہت تعصب کا مفہوم اگرچہ حد سے بڑھکر پرجوش
دلوں کی بدولت معنی زمانہ بالکل بدل گیا ہے مگر اسی مفہوم یہی ہے کہ یگانگت
کو بیگانگت پر ترجیح نہ دیجائے - اس سے کوئی شخص یا قوم خالی نہیں -

ان واقعات کی بنا پر یورپین مورخ جب مشرق کی کسی سلطنت کی تاریخ
یا ہیرو کی سوانح عمری پر قلم اٹھاتے ہیں تو مقتضائے طبیعت عجیب کرشمے
دکھاتے ہیں - جس طرح ریگستان افریقہ کا کوئی یکہ و تنہا مسافر موسم گرما کی تمازت
آفتاب سے پریشان مضطرب وحشت افزا منظر ریت کے ٹیلوں اور
خاردار جھاڑیوں کی کثرت سے متوحش شدت تشنگی اور تکان سفر سے
بیتاب نہایت تیز قدمی سے بیابانوں پر بیابان طے کرتا بخط مستقیم چلا
جاتا ہے - اس امید پر کہ کسی نخلستان میں پہونچکر رفع ملال کرے اسیطرح
ہمارے ان مورخین کا قلم صفحۂ قرطاس پر دلچسپ تاریخانہ واقعات کو چھوڑتا
موقع بموقع راے زنی کرتا اس قدر جلد لفظ تمت پر پہونچ جاتا ہے کہ ناظرین
دنگ رہجاتے ہیں - خاندان کے خاندان ندارد فرمانروایان کے نام ندارد
ان کے عہد کے واقعات ندارد - ناظرین ملاحظہ کرینگے کہ اس تاریخ میں

جو نصر فرمانروا ے غرناطہ کے دو سو برس کے عہد کا ایک واقعہ بھی مکمل نہین لکھا
البتہ زوال سلطنت جن واقعات کو تعلق تھا جنکو بلکہ زیادہ آب و تاب سے موجود ہین
لیکن ہمکو اس کی ذرا بھی شکایت نہین - انھون نے جو کچھ کیا خلاف توقع نہین کیا -
ہمارے گھر کے متن و عن حالات بیان کرنا اُن کا فرض نہ تھا - ہمکو تو اُن مصنفون سے
بھی شکایت نہین جو علانیہ حملے کرتے ہین اور تاریخ کے پیرایہ مین قومی یا مذہبی تعصبات
کے اظہار سے بھی تامل نہین کرتے مثلاً کاکس برٹش اول واشنگٹن صاحب
کی لائیف آو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا رابرٹ سودی کے
خیالات جو اُس نے "حیات سید" کے ضمن مین گورنمنٹ اونڈلس کی بابت ظاہر
کیئے ہین - کیا ان تصانیف کا جواب دینا کچھ مشکل ہے ؟ ہرگز نہین - ایسی ہی نسبت
ہین بھی بعض عالم و علامہ تیار ہین کہ اپنے جوہر قلم کو ذلیل تعصب اور قابل نفرت عیب جینی
کی کچھ چشمی مسلمانون ہین دکھلائین اور دل نشین کرین کہ انشا پردازی اور شوکت لفظی
کسی خاص گروہ کا حصہ ہین - لیکن ہم اسکو قومی جرم بلکہ مذہبی گناہ سمجھتے ہین کہ اپنی عیوب
کو جس سے کوئی فرد بشر خالی نہین نظر انداز کرکے دوسرون کی عیب جینی کرین اور
مسیح علیہ السلام کے اس مشہور قول کو بھلا دین کہ "جب تمہاری آنکھ مین شہتیر ہے
تو دوسرون کی آنکھ کی تنکے پر نظر مت کرو" ہمکو حیرت ہے کہ انگلش جیسی شائستہ
جلیل القدر - علم دوست - آزاد منش محسن تاند قوم مین اس قدر حد سے بڑھکر راست گو
مصنف - کارپردازان قضا و قدر کے کس سہو سے پیدا ہو جاتے ہین - بہرحال غیر مصنفون
کی تاریخون پر بھروسہ کرنے سے قومی فیلنگ کو سخت نقصان پہونچتا ہے - چنانچہ اس
تاریخ کا مصنف بھی گیارہوین باب کے شروع مین - حیات سید مصنفہ اہل عرب کے
واقعات پر نکتہ چینی کرکے لکھتا ہے - کہ غیر قومون کی لکھی ہوئی تاریخین قابل اعتماد نہین
لیکن لین پول صاحب کی تالیف کی ہوئی تاریخ کا ترجمہ عام فہم زبان مین کرکے - اسکے
دیباچہ مین اگر اس قسم کے خیالات ظاہر کیئے گئے ہین تو اس سے نہین کہ مترجم آپ
اپنے آپ کو - یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کی حد مین داخل کرے - بلکہ
اس لیئے کہ ناظرین جو گویا اس وقت ایک نئی دنیا کے دروازہ مین ہین اندر داخل ہونے
سے پیشتر راہ و رسم منزل سے واقف ہون - وہ دیکھ چکے ہین کہ ہندوستان کی مروجہ چال

تاریخیں جن کی تصنیف شاید خاص مصالح اور پولیٹیکل پر مبنی ہے جس قدر کثرت میں اُسی قدر ہمارے
لیے ناکامل اور غیر معتبر۔ اُن کا مطالعہ سادہ دلی کے ساتھ کرنے کا نتیجہ ہوا کہ تاج مغلیہ کے
دو گوہر شب چراغ نشانہ بے اسپ ہو گئے۔ ملک کے بدل جو قسمت عالمگیر اعظم کو پولیٹیکل الزام دیئے
اور گنسمر دبیرت نے اکبر اعظم کو مذہبی الزام۔ حالانکہ مذہب میں بھی وہ اولوالعزم اور جلیل القدر
فرمانروا گذرے ہیں۔ اور انصاف یہ ہے جب مخالف سے تحقیق کرتے ہیں تو معلوم
ہوتا ہے کہ بجز تشنیع کے کچھ نہیں۔ مورخوں نے بوجہ عدم یا ناقص واقفیت واقعات پر
غلط نکتہ چینی اور استدلال کر کے اُن سے قومی تاریخ مستقل کیے ہیں۔ مارگریو اور
سیمان کی تاریخ ہسپانیہ یا تاریخ اسپانیہ میں بھی عبد الرحمٰن بانی خلافت بنو امیہ اور ابو عبد اللہ
خاتم السلاطین غرناطہ کو اسی قسم کے بے اصل الزام دیئے جاتے ہیں۔

بہرحال اس ریمارک سے یہ مطلب نہیں کہ لین پول صاحب کی قدر و منزلت
ناظرین کے دلوں سے کم کریں۔ ہرگز نہیں۔ مورخ نے تو صدیوں کے واقعات پر
بلا سپر و رعایت۔ بلا تعصب۔ اس قدر دیانتداری سے نظر ڈالی ہے جس قدر کہ ایک
غیر مورخ سے توقع کی جا سکتی ہے۔ پانچواں باب خصوصاً قابل مطالعہ ہے۔ اس کے
واقعات سے گورنمنٹ اسلام کی آزادانہ پالیسی۔ قوم مفتوحہ سے حد درجہ کے رحم و انصاف
کی مجسم شہادتیں اس کثرت سے ملتی ہیں کہ نکتہ چیں شاید تاب نہ لا سکیں۔ اللہ اکبر!
قانون قدرت کس قدر مکمل و بے خطا ہے! وہ سلوک و مراعات جو مسلمانوں نے فاتح
ہو کر نو سو برس تک اسپین کے مسیحیوں سے کیے تھے شاید یہ اُنہی کا قدرتی عوض
ہے کہ آج نو سو برس ہندوستان میں اُن کے ہم مذہب برادران اسلام ایک ایسی عادل اور
رحمدل گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں جیسی کبھی گورنمنٹ اندلس تھی کس امن و امان سے
زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسی طرح چودھویں باب کے واقعات بھی کم نتیجہ خیز
نہیں۔ مسلمانوں پر جس قدر وحشیانہ ظلم اور سخت بے رحمیاں کی گئیں۔ اُن سے
جبراً اتباع مذہب کرایا۔ قومی مذہبی حقوق سے محروم کیا۔ اُن کی صدیوں کے علمی
ذخیرے جلا دیئے۔ اُن کو قتل یا جلاوطن کیا۔ یہ سب واقعات بلا رعایت درج
کیے ہیں اور گویا درپردہ ہمارے ملک کے عالی حوصلہ حضرات کو نصیحت کی ہے کہ اپنی
آزاد و لا مذہب۔ نہایت فیاض و عادل گورنمنٹ کی دل سے قدر کریں اور ڈریں کہ

فاتح قوم کیا نہین کر سکتی - مسلمانون پہ الزام تہا کہ اُنہون نے تلوار کے ذریعہ سے مذہب
کی اشاعت کی - غیر از اسلامیان سے تعصباً جزیہ لیا (یہ الزام مورخ نے تیسرے باب
مین اشارۃً دفع کیا ہے) اور اسکندریہ کا کتب خانہ جلایا جن کی مدلل تردید ہماری قوم کے
ہر دو علامہ شبلی کر چکے ہین لیکن مورخ صاحب اقرار کرتے ہین کہ خود عیسائیون نے
کتب خانے جلائے - نیز بزور شمشیر اشاعت مذہب کی اور مسلمان دولتمندون سے جبراً
روپیہ وصول کیا - گو اُن کو عقل اور جاہل مطلق بنا کر الزام سے سبکدوش بھی کرتے ہین
المختصر آنجناب نے بڑے بڑے راز سربستہ فاش کیے ہین - اور اوندلس کی تاریخ نہین
لکھی بلکہ اوندلس مرحوم پر ماتم کیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ المقارمی کو جس قدر
دلی ہمدردی ہو سکتی ہے اُسی قدر اُن کو ہے - اُن کی ہمدردی ایسی ہے جیسے کسی
جنازہ یا تابوت کو قبرستان کی طرف جاتا دیکھکر ہر شخص متاسف و آبدیدہ ہو جاتا ہے
اور پسماندگان مرحوم سے ہمدردی کیا کرتا ہے - اگر ایسا نہوتا اور اُن کو دلی ہمدردی ہوتی
ایسی ہمدردی جس پر ناظرین بھروسہ کر بیٹھتے - تو مسٹر ہی آودی ٹرک" (ترکونکے حالات)
مین وہ مسلمانون کو اس قدر نہ ڈانٹتے - اور نہ اس کتاب کے دیباچہ مین ترکون کی فرضی
وحشت وجہالت کا کوئی ذکر کرتے -

اخیر پر مین اس بات کا اعتراف کرتا ہون کہ ترجمہ کرنے مین مین نے
قلم کو لفظون کے ساتھ پابزنجیر نہین کیا - مگر ساتھ ہی مورخ کے منشاء دلی ظاہر
کرنے مین کسی قسم کی تحریف بھی نہین کی - البتہ انگریزی استعارات و تشبیہات
یا عام عبارت آرائی کے بجائے اپنی زبان کے استعارات استعمال کر کے مصنف
کا صرف خیال ظاہر کر دیا ہے اور بس - کیونکہ انگریزی کا لفظی ترجمہ اُردو مین کچھ ایسا
ہے جیسا چھوٹا منہ بڑی بات - نہ سادہ دل اور انگریزی سے ناواقف ناظرین کو
کچھ لطف آتا ہے اور نہ مترجم کو - عربی کے بالمقابل الفاظ و اسمائی معرفہ جہان تک
ہو سکا اور مل سکے - استعمال کیئے گئے ہین - شاید ناظرین اس کتاب کو بلحاظ
ترجمہ دیکھکر سمجھین کہ مترجم نے اس کو تاریخ سے ناول بنا دیا ہے - مین سمجھتا
ہون کہ خود مصنف نے یہ غلطی کی ہے - اور اتباعاً مین نے بھی کی - اکثر واقعات
بیان کرنے مین صرف فرضی فسانون اور شاعرانہ نظمون کو بجنسہ نقل کر دینے پر

قناعت کی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ۔ اگر بنظر غائر۔ کتاب ہذا کو لفظی اور
معنوی دونوں اعتبار سے ایک دوسرا
"وہ شہید وفا" سمجھیے تو۔
فہو المراد۔

حامد علی صدیقی

سہارنپوری

تمت